احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

فروری 2026ء

خصوصی اشاعت

شیخ الاسلام ڈے

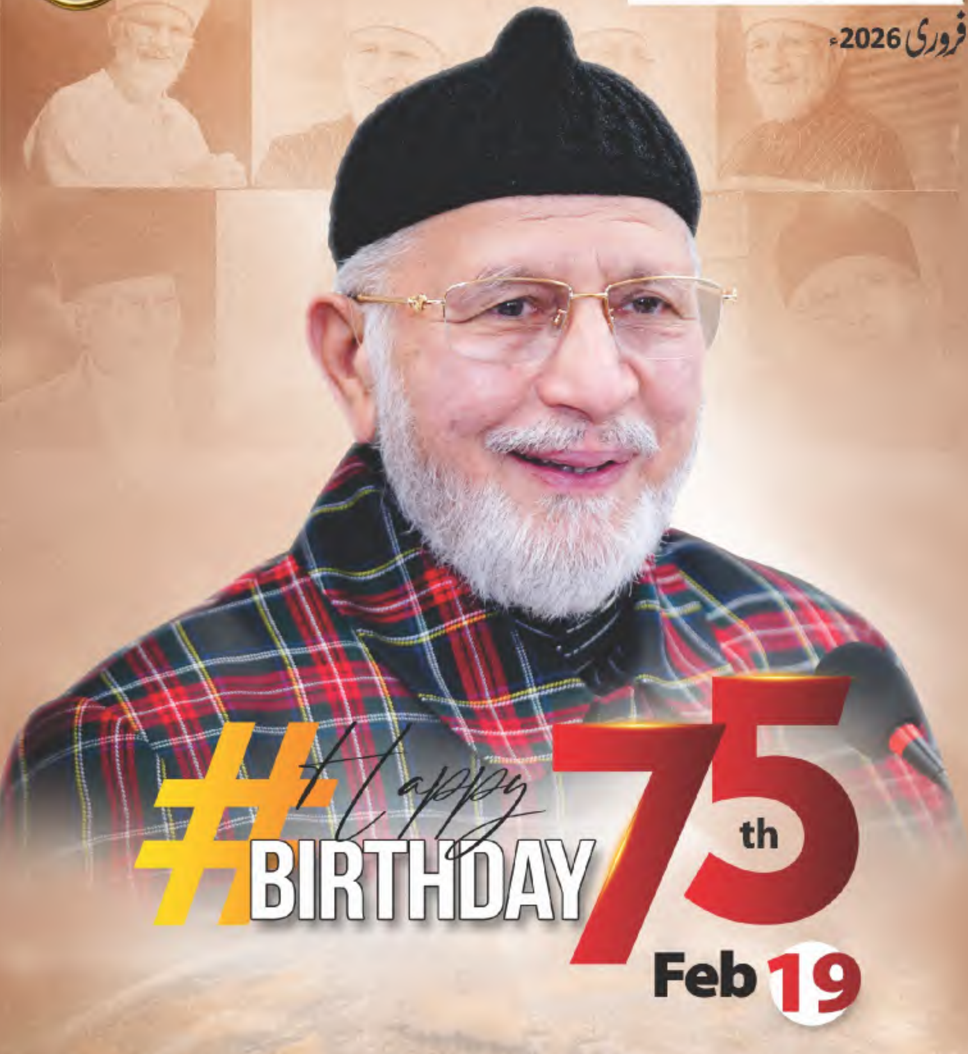

#Happy BIRTHDAY 75th

Feb 19

SHAYKH-UL-ISLAM DR MUHAMMAD TAHIR-UL-QADRI

“An Authentic and Trusted Voice of Islam”

We extend our heartfelt

CONGRATULATIONS

to

Shaykh-ul-Islam

Dr. Muhammad Tahir-ul-Qadri

75th

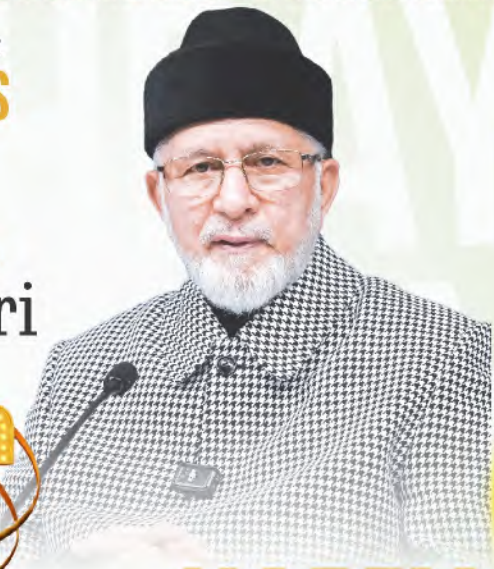

HAPPY BIRTHDAY

Through his lifelong work, he has advanced integration, dialogue, and harmony, building bridges between communities and fostering derstanding across Europe's diverse societies.His vision reflects the values of peace, compassion, mutual respect, cooperation, and human dignity, inspiring people of all backgrounds to live together in solidarity, inclusivity, and shared

Minhaj Scholars Forum Europe

75th BIRTHDAY

Extending congratulations and birthday wishes to a visionary and revivalist leader of this era. Indeed, Shaykh-ul-Islam

Dr Tahir-ul-Qadri

is a person who encompasses a universe of knowledge in himself. May Allah Almighty bless him with a healthy & long life, Ameen

Minhaj-ul-Quran USA

محوِ تفسیرِ قرآں ہے شام وسحر
ہے عجب نکتہ داں طاہر القادری
روشنی فکر کی بانٹنا جس کی خُو
علم کی کہکشاں طاہر القادری

جس نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ دینِ متین کی سرفرازی اور انسانیت کی خدمت کے لیے وقف کر دیا، اس عظیم المرتبت ہستی کو حیاتِ مبارکہ کا

75 واں سنگِ میل مبارک ہو

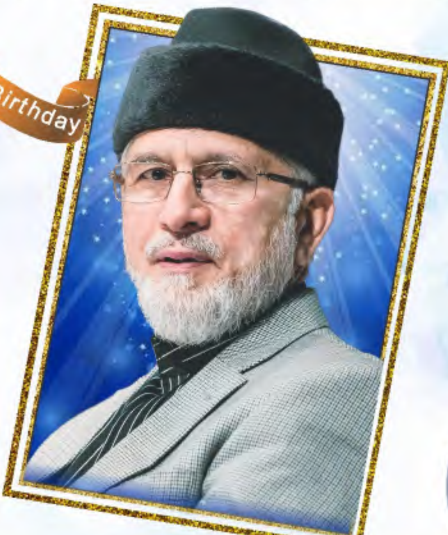

سالگرہ مبارک

مجدد المئۃ الحاضرۃ
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کی قیادت میں چلنے والی تحریکِ علم وشعور نے لاکھوں انسانوں کے باطن کو بدل کر رکھ دیا۔ آپ کی صحبت اور فکر نے پتھر دلوں کو موم اور غافل ارواح کو بیدار کر دیا

باری تعالیٰ! آپ کی حیاتِ طیبہ کو خیر و برکت کا سمندر بنا دے۔ ہمارا عہد ہے کہ ہم آپ کے مشن کو اپنی زندگی کا سرمایہ افتخار سمجھیں گے اور آخری سانس تک اس کے ساتھ وفا کریں گے۔

منہاج سکالرز فورم UK

حکمت کی بلندی کا نشاں آپ کی ہستی
تاریخ لکھے گی اسے سونے کے حروف سے

قرآن کی عظمت کا بیاں آپ کی ہستی
اس دور میں حق کی ہے زباں آپ کی ہستی

سفیرِ امنِ عالم اور خادمِ دینِ متین مجدد المئۃ الحاضرۃ **شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری** مدظلہ کو

75 ویں **سالگرہ** پر

Happy Birthday

مبارک باد پیش کرتے ہیں

آپ کی جدوجہد تاریخِ اسلام کا وہ روشن باب ہے
جس پر رہتی دنیا تک علمی طبقہ ناز کرتا رہے گا

چودھری طاہر محمود

منہاج القرآن انٹرنیشنل ہانگ کانگ

آپ ہیں وارثِ فکرِ مولائے روم
اور غزالی کے بھی ہمسفیر آپ ہیں
دانشِ عصرِ حاضر لقب آپ کا
بے مثال آپ ہیں بے نظیر آپ ہیں

ہم دبستانِ علم و معرفت مجددِ دوراں صدی **شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری** مدظلہ کو ان کے یومِ سعید پر ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں، جن کے دم قدم سے آج بزمِ علم و فن میں بہارِ نو کا سماں ہے۔

75 ویں

سالگرہ مبارک ہو

ہم عہد کرتے ہیں کہ آپ کی قیادت میں حقیقی اسلامی تعلیمات و نظریات کے فروغ کے لئے کاوشیں جاری رکھیں گے

میاں عمران الحق
(صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل جرمنی)

ڈاکٹر چمن نصیب
(جنرل سیکرٹری منہاج القرآن انٹرنیشنل جرمنی)

منہاج القرآن انٹرنیشنل جرمنی

جس کی خوشبو رچی چار سو دہر میں
نکہتوں کا جہاں طاہر القادری
بالیقیں اس صدی کا مجدد خوشا!
حق کا ہے ترجماں طاہر القادری

ہم بین المذاہب ہم آہنگی اور عالمی سطح پر اسلام کا پرامن چہرہ متعارف کرانے والی شخصیت مجدد رواں صدی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کو

75 ویں سالگرہ پر مبارکباد پیش کرتے ہیں

آپ محض ایک مصلح نہیں بلکہ ایک عہد ساز شخصیت ہیں، آپ کی قیادت میں تحریک منہاج القرآن شعور کا ایک عالمی انقلاب ہے

مولائے کریم! شیخ الاسلام کے دم سے قائم اس بزمِ عشق کو سدا آباد رکھنا
ہم عہد کرتے ہیں کہ مصلحتوں کے بازار میں اپنی وفاداری کا سودا کبھی نہیں کریں گے
ہمارا جینا اور مرنا آپ ہی کے مشن کے لیے ہے۔

منہاج القرآن انٹرنیشنل آئرلینڈ

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

جلد: 40 شمارہ: 02 | شعبان / رمضان ۱۴۴۷ھ | فروری 2026ء

بفیضان نظر
قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤ الدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیر سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

زیر نگرانی
ڈاکٹر حسن محی الدین قادری | ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

حسن ترتیب — خصوصی اشاعت

اداریہ: مجدد المئۃ الحاضرہ شیخ الاسلام کی 75 ویں سالگرہ	چیف ایڈیٹر	9
عربی زبان میں منظوم خراجِ عقیدت	ڈاکٹر حسن محی الدین قادری	12
عصرِ حاضر میں ایمان و اسلام کی حفاظت کا قلعہ	ڈاکٹر حسین محی الدین قادری	18
علمی جدت اور فکری اعتدال کے علمبردار	ڈاکٹر سید محمد ہارون بخاری	35
تبسیط العلوم	ڈاکٹر نعیم مشتاق	52
بصیرتِ شیخ الاسلام: علم، حکمت اور رواداری	تنویر احمد خان	74
شیخ الاسلام کی علوم القرآن کے فروغ میں عالمگیر خدمات	ڈاکٹر نعیم انور نعمانی	91
نامور شخصیات اور اہلِ علم کے کلماتِ تحسین	عبدالحفیظ چودھری	100
شیخ الاسلام: تجدید و احیائے دین کا ایک عہد	ڈاکٹر محمد فاروق رانا	106
مطالعہ کتب کے کلچر کا احیاء اور شیخ الاسلام کی تحقیقات	محمد ضیاء الحق رازی	133
معاشرتی و اخلاقی تطہیر میں شیخ الاسلام کا کردار	ڈاکٹر اجمل علی مجددی	145
شیخ الاسلام کی خدمات کا علمی اعتراف	ڈاکٹر محمد فاروق رانا	159
مدارسِ دینیہ کے نصابِ تعلیم کی تشکیلِ نو	عین الحق بغدادی	167
دعوتِ دین کے فروغ میں جدید ذرائع کا مثبت استعمال	عبدالستار منہاجین	183
احیائے علم و تحقیق کے باب میں شیخ الاسلام کی تاریخ ساز کاوشیں	محمد شعیب طاہر	194
مراکزِ علم: مصطفوی مشن کی بنیاد	علامہ محمود مسعود قادری	200

چیف ایڈیٹر: نور اللہ صدیقی

ایڈیٹر: محمد یوسف

ایڈیٹوریل بورڈ
ڈاکٹر محمد رفیق نجم، ڈاکٹر محمد فاروق رانا، عین الحق بغدادی
محمد بلال اُپل، سید علی عباس بخاری، فیصل حسین مشہدی، حفیظ اللہ جاوید

مجلس مشاورت
خرم نواز گنڈاپور، احمد نواز انجم، جی ایم ملک
محمد جواد حامد، سرفراز احمد خان، منظور حسین قادری
غلام مرتضیٰ علوی، علی عمران، داؤد حسین مشہدی

قلمی معاونین
مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، محمد شفقت اللہ قادری
ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی، ڈاکٹر محمد افضل قادری

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
خطاطی: محمد اکرم قادری
گرافکس: ساجد علی یوسف، محمد فیصل قادری

قیمت خصوصی شمارہ 300 روپے
سالانہ خریداری 700 روپے

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ

www.minhaj.info
www.facebook/minhajulquran
email:mqmujallah@gmail.com (مجلّہ آفس و سالانہ خریداران)
minhaj.membership@gmail.com (نظامت ممبرشپ / رفقاء)
smdfa@minhaj.org (بیرون ملک رفقاء)

انتباہ! مجلّہ منہاج القرآن میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدل اشتراک: مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ و ریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 02930103644000 میزان بینک شالیمار لنک روڈ لاہور پاکستان

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور UAN:042-111-140-140 Ext: 128

اُمتِ سرکار ﷺ کے احوال پر چشمِ کرم

حمد کرتے ہیں تری، شام و سحر، ارض و سما
میں ترا عاجز سا بندہ کیا کروں تیری ثنا

میرے باہر، میرے اندر ہیں ہزاروں سومنات
دے مجھے جھوٹے خداؤں کے تسلط سے نجات

بھوک کی فصلیں اگائیں کب تلک اہلِ زمیں
ابر کا ٹکڑا فضاؤں میں نظر آتا نہیں

میرے دامانِ طلب میں روشنی کے پھول دے
علم کی پوشاک پر اپنے کرم کی دھول دے

یہ رہے احساس زندہ تُو ہے شہ رگ سے قریب
عدل کا شاداب موسم ہو گلستاں کو نصیب

تُو دکھاتا ہے ہواؤں کو ازل سے راستہ
کرب کے لحات میں دیتا ہے تُو ہی حوصلہ

کھول دے گرہیں مقدر کی مرے اچھے خدا!
ہمسفر زندہ مسائل کی رہے گی کربلا؟

مالک و مختار بھی ہے تُو ہی قدُّوس و کریم
ساتھ میرے حشر کے دن بھی رہے ذوقِ سلیم

ہرکس و ناکس کا ہے تو ہی ازل سے دستگیر
یاخدا! زندہ رہے مقتل میں بھی میرا ضمیر

رحمتِ یزداں! مرے دامن میں بھی ماہ و نجوم
میری آنکھوں میں سمٹ آیا ہے اشکوں کا ہجوم

یاخدا! اپنے محمدؐ کے غلاموں پر نظر
ختم ہو غیروں کے در پر التجاؤں کا سفر

بیکراں تیرا کرم ہے، تیری رحمت بے کنار
ذہنِ انسانی سے بھی اترے تکبّر کا خمار

عافیت کا سائباں عہدِ پریشاں کو ملے
یاخدا! اس حال میں چاکِ گریباں بھی سلے

تیری رحمت کا مسلسل میرے گھر میں ہو نزول
اپنے بندوں کی دعاؤں کو تُو کرتا ہے قبول

سسکیاں بھرنے لگا ہے اب تو ہر حرفِ دعا
ارضِ پاکستان میں، یارب، چلے ٹھنڈی ہوا

ہر طرف محرومیوں کی راکھ ہے اڑنے لگی
پھول سے، صرصر مصائب کی ہے پھر الجھی ہوئی

تیرے در پر ہوں کھڑا حاجت روائی کر مری
سخت مشکل میں ہوں تُو مشکل کشائی کر مری

امتِ سرکارؐ کے احوال پر چشمِ کرم
چھن گیا ہے اس کے ہاتھوں سے عزائم کا علَم

دے شعورِ بندگی بھٹکے ہوئے انسان کو
خوف دے اپنا "خدا" بنتے ہوئے سلطان کو

ہر ورق پر جھوٹ کے تحریر ہیں سب تبصرے
یا الٰہی! سچ لکھنے کی ہمیں توفیق دے

آج بھی قانون جنگل کا ہی نافذ ہے یہاں
ضابطہ اخلاق کا بھولی ہوئی ہے داستاں

حُبِّ ختم المرسلیںؐ کی دولتِ بیدار دے
سر برہنہ ہوں مجھے بھی سایہ دیوار دے

کشتیاں کاغذ کی نکلی ہیں سمندر میں ہزار
ہر مسافر کو حفاظت سے کنارے پر اتار

ایک جرعہ بھی نہیں تیرے کرم کا، آفتاب
تیری رحمت کی فراوانی کا کیا ہوگا حساب

خوشۂ گندم کا آدم زاد کو ہے انتظار
اپنی ہر مخلوق کو تُو ہی تو ہے پروردگار

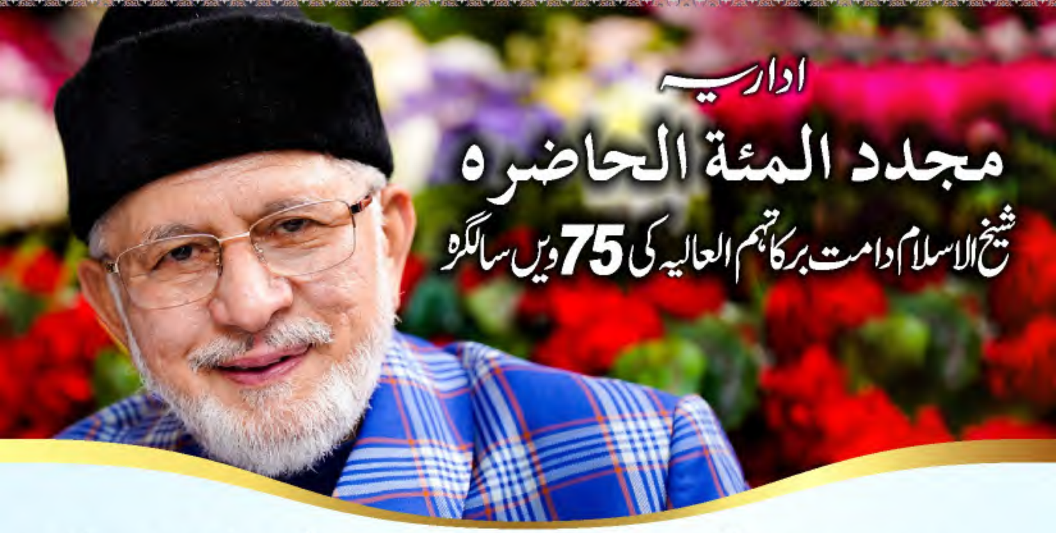

اداریہ

مجدد المئۃ الحاضرہ

شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ کی 75 ویں سالگرہ

مجدد المئۃ الحاضرہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ کی 75 ویں سالگرہ پاکستان سمیت دنیا کے تمام براعظموں میں تحریک منہاج القرآن کی تنظیمات، رفقائے کار، کارکنان وذمہ داران کی طرف سے منائی جارہی ہے، اس موقع پر شیخ الاسلام کی دینی وانسانی خدمات پر اُنہیں خراجِ تحسین پیش کیا جارہا ہے۔ رواں صدی میں شیخ الاسلام ایک ایسی شخصیت ہیں کہ جنہوں نے اسلاف کی دینی، علمی، اخلاقی وسماجی اقدار کا علم وتحقیق اور تحریر وتقریر کے ذریعے احیاء کیا اور دنیا کے ہر براعظم میں آباد نوجوان نسل پر گہرے نقوش چھوڑے، آپ نے اپنی تصانیف وتالیفات اور تحقیقات کے ذریعے مختلف مکاتبِ فکر کو علم کی بنیاد پر ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا۔ فی زمانہ جب بھی بین المسالک ہم آہنگی، بین المذاہب رواداری اور فروغِ علم وامن کی بات ہوتی ہے تو ذہن کے کینوس پر جو سب سے پہلے نام ابھر کر سامنے آتا ہے وہ شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ کا ہے۔ علوم دینیہ کی کوئی ایسی شاخ نہیں ہے جس پر شیخ الاسلام نے علم وحکمت کے موتی نہ بکھیرے ہوں، ایک تنہا شخصیت نے سیکڑوں موضوعات پر ایک ہزار سے زائد کتب مرتب کر کے اُمت کو وہ علمی خزانہ عطا کیا کہ جس کی نظیر رواں صدی تو کیا گزشتہ صدیوں میں بھی نہیں ملتی۔ یہ اعزاز انسان کی محنت یا لگن نہیں توفیقِ خاص سے میسر آتا ہے اور اللہ رب العزت نے شیخ الاسلام کو توفیقات کے بے بہا خزانوں سے نوازا ہے۔

شیخ الاسلام کم وبیش پانچ دہائیوں سے پیغمبرِ حق ﷺ کی اس فکر اور تعلیمات کو عام کررہے ہیں کہ انسانیت کی بقاء اور دنیا کا مستقبل تصادم میں نہیں بلکہ مکالمہ میں ہے اور بین المذاہب رواداری کے فروغ کے لئے جو خدمت تحریک منہاج القرآن نے شیخ الاسلام کی معیت اور سرپرستی میں دنیا بھر میں انجام دی، وہ ہر اعتبار سے مثالی اور قابل تقلید ہے۔ انسانیت کی اس خدمت کے نتیجے میں مختلف

مذاہب اور مسالک جو ایک دوسرے کو دیکھنے کے روادار نہ تھے، وہ آج ساتھ ساتھ بیٹھتے ہیں اور اعتدال اور رواداری کے جو مناظر آج انسانی آنکھ دیکھتی ہے، دو دہائیاں قبل اس کا تصور بھی محال تھا۔

یوں تو شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ کے دنیا بھر میں لاکھوں محبین اپنے اپنے انداز میں اُن کی دینی، علمی و انسانی خدمات پر اُنہیں خراجِ تحسین پیش کرتے رہتے ہیں مگر امسال منہاج القرآن انٹر نیشنل کی سپریم کونسل کے چیئرمین پروفیسر ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے عربی زبان میں منظوم اظہارِ عقیدت کر کے اُن کی شخصیت کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ بلاشبہ یہ منظوم اظہار عقیدت جہاں شیخ الاسلام کی مختلف علمی جہتوں کو اجاگر کرتا ہے وہاں یہ قصائد کی صنف میں عربی زبان کا ایک ادبی شاہکار بن کر سامنے آیا ہے۔ ڈاکٹر سرور حسین نقشبندی (ڈائریکٹر حسان بن ثابت سنٹر فار ریسرچ ان نعت لٹریچر) نے کمال مہارت کے ساتھ اس عربی قصیدہ کا اردو میں ترجمہ بھی کیا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے اس منظوم خراجِ تحسین میں شیخ الاسلام کی علمی خدمات کی مختلف جہتیں بیان کرتے ہوئے کہا کہ علم کی روشنی اندھیروں کو مٹا دیتی ہے اور آپ نے فروغ علم کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا اور اس ضمن میں آپ ایک جگمگ کرتی روشنی ہیں۔ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ کثرت تالیف میں آپ علامہ ابن جوزی کی جھلک ہیں۔ تاریخ اسلام میں علامہ ابن جوزی کثیر تصانیف کے مصنف ہونے کی شہرت رکھتے ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے حال ہی میں شیخ الاسلام کی منظر عام پر آنے والی شہرۂ آفاق کتب کا نہایت خوبصورتی کے ساتھ اپنے قصیدہ میں ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''مہر کی طرح چمک اٹھی ہے یوں فتح الکبیر'' ''کھینچ دی انوار نے لہلاتے پرچم کی لکیر'' ''روضِ باسم'' نے کیا ہے یوں ہمیں آراستہ'' '' خلق احمد کی طرح یہ ہر دم ہے مرحم ساختہ''۔ اس عربی قصیدہ کا ایک ایک شعر پڑھنے کے لائق ہے۔

علم و ادب کا ایک معروف نام بشریٰ رحمٰن کا ہے۔ اللہ رب العزت ان کی قبر پر اپنی رحمتوں کے نزول میں اضافہ فرمائے، انھوں نے ایک موقع پر شیخ الاسلام کے بارے میں کہا تھا کہ یہ ایک ایسی ہستی ہیں جو علوم القرآن، علوم الحدیث اور علم کی ہر شاخ کو آسان بنا کر موتیوں کی طرح ہمارے سامنے رکھ دیتے ہیں اور ہمارے حصے کی مشقت دن رات شیخ الاسلام کرتے ہیں۔ انہوں نے سادہ الفاظ میں بہت بڑی بات کہہ دی۔ اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ آج دین کے علم کو جتنا آسان بنا کر شیخ الاسلام نے اُمت کے سامنے بالخصوص نوجوانوں کے سامنے رکھا ہے، یہ علمی اثاثہ اللہ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔

ترجمہ عرفان القرآن ایک خاص شہرت کا حامل ہے، اس ترجمہ کو تفسیری شان والا ترجمہ کہہ کر خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا ترجمہ ہے کہ جسے پڑھ کر آیت کا مفہوم نکھر کر سامنے آجاتا

ہے۔ اسی طرح شیخ الاسلام نے حال ہی میں The Menifest Quran کے نام سے عربی زبان سے براہ راست انگریزی زبان میں ایک ایسا ترجمہ کیا ہے جس کے بارے میں فخر کے ساتھ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ آج کے مغربی نوجوان کی انگریزی زبان میں مرتب کیا گیا ہے۔ اس ترجمہ قرآن میں وہ انگریزی بروئے کار آئی ہے جو روز مرہ کے استعمال میں ہے۔ اگر ہم اسلاف کے تراجم پڑھیں تو وہ مشکل زبان کے باعث کسی استاد کی راہ نمائی مانگتے ہیں، اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ ان تراجم کا بھی ایک مقام ہے مگر شیخ الاسلام نے بقول بشریٰ رحمٰن علم کو آسان بنا کر ایک طشتری میں سجا کر ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔

ڈاکٹر نعیم مشتاق نے شیخ الاسلام کے اس علمی ہنر کو بھی بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں ”زبان تبسیط علوم کا سب سے بڑا ہنر ہے۔ زبان میں وہ قوت ہے جو پیچیدگی کو سادگی میں بدل دیتی ہے، جو دھند کو ہٹا دیتی ہے، جو مشکل کو آسان کر دیتی ہے لیکن یہ زبان سطحی نہیں ہوتی، نہ لفاظی کے شور سے بھری ہوتی ہے۔ یہ ایسی زبان ہوتی ہے جو دل میں اتر جائے، ذہن کو روشن کر دے اور مفہوم کو کھول دے۔ یہ زبان اس ماہر کی زبان ہوتی ہے جو جانتا ہے کہ کب خاموشی زیادہ معنی خیز ہے اور کب لفظ ضروری ہے“۔

یہاں شیخ الاسلام کو علوم القرآن کے فروغ کے ضمن میں خراج تحسین پیش کئے بغیر نہیں رہا جا سکتا کہ آپ کا ترجمہ عرفان القرآن 12 زبانوں میں شائع ہو چکا ہے مزید میں کام جاری ہے۔ یہ آسان اور عام فہم ہے، زبان و بیان میں اعتدال ہے، جدید ذہنوں کے لئے ذریعہ راہنمائی ہے، روحانی پہلوؤں کا عکاس ہے اور سب سے بڑھ کر یہ زبان سادہ اور سلیس ہے۔ عرفان القرآن کے غیر ملکی زبانوں کے ساتھ ساتھ پشتو اور سندھی زبانوں میں بھی تراجم ہو چکے ہیں۔

شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ کی 75 ویں سالگرہ کے موقع پر اُن کی علمی خدمات کا اس مختصر اداریہ میں احاطہ تو کیا اُن کی کسی علمی خدمت کا کوئی ایک جز بھی بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ہم اس اعتبار سے خوش قسمت لوگ ہیں کہ ہم شیخ الاسلام کے عہد میں سانس لے رہے ہیں۔ اللہ رب العزت شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ کو صحت و تندرستی والی لمبی عمر عطا فرمائے اور ان کا سایہ ہمارے سروں پر سلامت رہے اور مصطفوی معاشرہ کی تشکیل کا انہوں نے جو خواب دیکھا ہے دعا ہے یہ خواب ہماری زندگیوں میں شرمندہ تعبیر ہو۔

(چیف ایڈیٹر: نور اللہ صدیقی)

آپ کے دستِ ہنر میں ہے مجدد کا کمال
آپ کے کاندھوں نے اٹھایا بارِ ماضی و حال

شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ کی عالمگیر دینی خدمات، فکر اور شخصیت پر پروفیسر ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کا عربی زبان میں

منظوم خراجِ عقیدت

☆ مجددِ رواں صدی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ کی 75 ویں بہارِ زیست کی تقریبِ سعید کی مناسبت سے 75 اَشعار پر مشتمل پروفیسر ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کے قلم سے نکلا ہوا شاہ کار عربی قصیدہ منظوم اُردو ترجمہ کے ساتھ ہدیۂ قارئین ہے:

۱۔اَلْعِلْمُ نُوْرٌ سَاطِعٌ يَمْحُو الظَّلَامْ
فِي شَيْخِ الْإِسْلَامِ الْمُنِيْرِ عَلَى الْأَنَامْ
علم روشن نور ہے جو مٹا دے تیرگی
شیخ الاسلام ہیں اسی کی جگمگاتی روشنی

۲۔جَمَعَ الْفُنُوْنَ قَدِيْمَهَا وَجَدِيْدَهَا
أَهْدَى الْقُلُوبَ مَعَارِفَ الْقَوْمِ الْكِرَامْ
یکجا کیا علومِ جدید و قدیم کو
موڑا دلوں کو منزلِ رہِ مستقیم کو

۳۔قَدْ كَانَ كَالطَّبَرِيِّ فِي تَفْسِيرِهِ
بَلْ كَانَ كَابْنِ كَثِيرٍ الْبَرِّ الْإِمَامْ
وہ ہیں تفسیر میں امام طبری کی طرح
اور ہیں ابن کثیر کی بزرگی و نیکی کی طرح

۴۔يَا شَيْخَ ((فَاتِحَةِ الْكِتَابِ)) هُدَاكَ فِي
((إِيَّاكَ نَعْبُدُ)) مَطْلَعُ الْبَدْرِ التَّمَامْ
آپ سورہ فاتحہ کے اسرار کے عقدہ کشا
اس کی گہرائی کو کھولے آپ کی فکرِ رسا

۵۔أَنْتَ ابْنُ حَنْبَلٍ فِي الْحَدِيثِ بِمُسْنَدٍ
كَالدَّارَقُطْنِيِّ الْمُقَدَّمِ فِي الْعِظَامْ
آپ علم حدیث میں امام احمد کی مثال
اور بزرگی میں ہیں دار قطنی کا جمال

۶۔وَشَرَحْتَ سُنَّةَ أَحْمَدَ كَمُجَدِّدٍ
فَكَشَفْتَ عَنْ رُوحِ الْأَحَادِيْثِ اللِّثَامْ
شرحِ قول احمدؐ کی مجدد کی طرح
آپ کے کشاف سے ہر اک معانی کھل گیا

۷۔وَغَدَوْتَ رَازِيًّا وَسُبْكِيًّا لَنَا
لَكَ فِي أُصُولِ الدِّيْنِ مَحْمُوْدُ الْمَقَامْ
آپ رازی اور سبکی کی طرح سے بے مثال
اور فہم اصول دین میں بھی باکمال

۸۔تَحْكِي دَلَائِلَ مَنْطِقٍ وَبَيَانَهُ
وَتُقِيمُ بُرْهَانًا بِمُخْتَصَرِ الْكَلَامْ
ہے دلائل سے مزین حرف منطق کا بیان
جس میں اختصار کی مضبوطی سے پڑ جاتی ہے جان

☆ اردو منظوم ترجمہ: ڈاکٹر سرور حسین نقشبندی (ڈائریکٹر حسان بن ثابت سنٹر فار ریسرچ ان نعت لٹریچر، منہاج یونی ورسٹی لاہور)

۹۔يَا صِنوَ مُحْيِي الدِّينِ أَنتَ جُنَيْدُنَا
بِتَصَوُّفٍ وَبِقَلْبِ صَبٍّ مُسْتَهَامْ
اے جنید بغدادی اور ابن العربی کے قمر
آپ عشق و تصوف والے دل سے بہرہ ور

۱۰۔تَرْقَى بِأَرْوَاحِ الْمُرِيْدِيْنَ السَّمَا
قَوْلًا وَفِعْلًا بِاخْتِلَاجَاتِ الْغَرَامْ
آپ ارواحِ مریداں کو لیے جائیں سوئے فلک
اور بھریں قول و عمل میں حُبِّ الٰہی کی چمک

۱۱۔أَبْشِرْ سُيُوطِيَّ الْمِدَادِ فَكُتُبُكُمْ
زَادَتْ عَلَى أَلْفٍ وَمَاضٍ لِلْأَمَامْ
اے سیوطی باعثِ فرحت ہے یہ روانی آپ کی
اِک ہزار سے زائد کتب ہیں ضَوفشانی آپ کی

۱۲۔فَكَأَنَّكَ الْجَوْزِيُّ فِي تَصْنِيْفِهِ
يَرْنُوْ لَهُ الْعُلَمَا كَمَا يَرْنُو الْعَوَامْ
کثرتِ تالیف میں ہیں ابن جوزی کی جھلک
دیکھتے ہیں سارے اس کی روشنی اس کی دمک

۱۳۔وَتَأَلَّقَ «الْفَتْحُ الْكَبِيرُ» كَمَا بَدَتْ
فِي مَشْرِقِ «الْأَنْوَارِ» رَايَاتُ السَّلَامْ
مہر کی طرح چمک اٹھی ہے یوں 'فتح الکبیر'
کھینچ دی 'انوار' نے لہلہاتے پرچم کی لکیر

۱۴۔وَبِـ«الرَّوْضِ الْبَاسِمِ» الْمُنِيفِ زَهَتْ بِنَا
أَخْلَاقُ أَحْمَدَ فِي تَبَاشِيْرِ الْوِئَامْ
"روضِ باسم" نے کیا ہے یوں ہمیں آراستہ
خلق احمد کی طرح یہ ہر دم ہے مرہم ساختہ

۱۵۔وَبِصَوْتِكَ الصَّدَّاحِ تَخْطُبُ خُطْبَةً
تُحْيِي الْقُلُوبَ مُبَلْسِمًا كُلَّ السَّقَامْ
آپ کے خطبے میں ہے ایسی بلندی کا سراغ
زندہ کردے جو دلوں کو اور بیماری سے دے فراغ

۱۶۔كَالْأَشْعَرِيِّ نَرَاكَ وَالنَّوَوِيِّ فِي
وَعْظٍ وَإِرْشَادٍ وَلَا تَخْشَى الْمَلَامْ
'اشعری' کی اور 'نووی' کی جھلک ہے آپ میں
وعظ کرنے میں کہاں خوف و جھجک ہے آپ میں

۱۷۔هَا أَنْتَ رَبَّيْتَ الْأُلُوفَ وَقَدْ أَبَوْا
إِلَّاكَ فَانْسَابُوا إِلَيْكَ عَلَى الدَّوَامْ
آپ نے انکار کرنے والوں کی بھی کی ہے تربیت
آپ کی جانب ہوئی ان سب کی مراجعت

۱۸۔تَبْنِي عَلَى أَطْلَالِنَا نُوْرَ الْهُدَى
فَالْعَهْدُ فِي الْأَجْيَالِ مَعْقُوْدُ الزِّمَامْ
آپ نے کھنڈرات پر نورِ ہدایت کردیا تعمیر
نسلوں کو عہد وفا سے کردیا روشن ضمیر

۱۹۔لِقِيَادَةٍ تَنْقَادُ لِابْنِ فَرِيدِهَا
كَالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى وَمَا فِيْهَا انْفِصَامْ
خم سرِ تسلیم تیرے سامنے ہیں 'ابن فرید'
یہ لڑی مضبوط ہے جس میں نہیں قطع و برید

۲۰۔شَيَّدْتَ صَرْحَ الْعِزِّ وَالْأَمْجَادِ فِي
زَمَنِ التَّخَلِّي وَالْخَطَايَا وَاللِّئَامْ
آپ نے عزو شرف کا بول بالا کردیا
ایسے دورِ پُرفتن کو آگہی سے بھر دیا

۲۱۔تِسْعُوْنَ شَعْبًا أَوْ يَزِيْدُ رَفَعْتَ عَلَمَ
«مِنْهَاجِ الْقُرْآنِ» إِلَى فَوْقِ الْغَمَامْ
مشرق و مغرب میں گونجی ہیں صدائیں آپ کی
چل رہی ہیں آسمانوں پر ہوائیں آپ کی

۲۲۔وَالْجَامِعَاتِ أَقَمْتَ تَخْتَرِقُ السَّمَا
حَتَّى غَدَتْ عَلَمًا بِمُنْتَصَفِ الْوِسَامْ
کھل گئے ابواب علم آپ کے فیضان سے
روشنی پھیلی جہاں میں آپ کے عرفان سے

۲۳۔يَا مُصْلِحًا كَالْآمِدِيِّ وَقَاضِيًا
بِالْعَدْلِ فِي إِحْكَامِ أَحْكَامٍ جِسَامْ
آمدی سی آپ کے انصاف کی پہچان ہے
آپ کو پیچیدہ مسائل کا بہت عرفان ہے

۲۴۔بُرْهَانُكَ الصَّافِي بِأَخْلَاقٍ رَوَى
مَنْ كَانَ قَبْلَكَ عَنْ مِيَاهِكَ فِي صِيَامْ
آپ نے اخلاق کی قوت سے قائم کی دلیل
اور فیض علم سے کی رہنمائی کی سبیل

۲۵۔أَخْلَاقُكَ الزَّهْرَاءُ حِلْمٌ رَحْمَةٌ
وَسَمَاحَةٌ مِنْ دُونِ غِلٍّ وَانْتِقَامْ
آپ شاہِ دوجہاںؐ کے خُلق سے ہیں فیض یاب
اور سخاوت میں انھی کے لطف سے ہیں کامیاب

۲۶۔وَفِرَاسَةٌ تُهْدِيْكَ نُورًا بَاهِرًا
جَلَّى بِفَضْلِ اللهِ دَرْبَكَ يَا إِمَامْ
آپ اک فہم و فراست میں چمکتا نور ہیں
آپ کے رستے خدا کے فضل سے معمور ہیں

۲۷۔وَبِقَوْلِكَ التَّجْدِيدُ يَشْمَخُ قَلْعَةً
مِنْ بَعْدِ مَا هُدَّتْ وَكَانَتْ كَالرُّكَامْ
ہو گئی تجدید ارفع آپ کے اقوال سے
وہ زمیں سے اٹھ پڑی پھر آپ کے افعال سے

۲۸۔فَلَأَنْتَ مِسْكُ خِتَامِ أَزْمَانٍ خَلَتْ
كَانَتْ بِأَفْذَاذِ الرِّجَالِ لَهَا قِيَامْ
عہد رفتہ کی مہکتی آپ میں مہکار ہے
اور بزرگوں کے عمل کا آپ میں اظہار ہے

۲۹۔بِإِدَارَةٍ وَبَصِيرَةٍ أَحْكَامُكُمْ
فِيهِنَّ إِرْشَادٌ وَوَعْيٌ وَانْتِظَامْ
دور اندیشی کا مظہر فیصلے ہیں آپ کے
ہر جہت سے خوب و بہتر فیصلے ہیں آپ کے

۳۰۔وَيَزِيْنُهَا مِيزَانُ عَدْلٍ ثَاقِبٍ
مَا فِيهِ ظُلْمٌ أَوْ نِفَاقٌ أَوْ حَرَامْ
عدل کے میزان کی آپ کو زیبائی ملی
اور اسی سے ہر نفاق و ظلم کو رسوائی ملی

۳۱۔وَالْأُمَّةُ الْغَرَّاءُ كُنْتَ مَلَاذَهَا
لَمَّا إِلَيْهَا قَدْ تَوَجَّهَتِ السِّهَامْ
آپ ہی اس قوم کے واسطے ٹھہرے پناہ
تیر پھینکے جا رہی تھیں جب ان پر سپاہ

۳۲۔تَبْنِي الْمَرَاكِزَ تُوقِظُ الْوَعْيَ الَّذِي
قَدْ كَانَ قَبْلَكَ رَهْنَ أَحْلَامِ النِّيَامْ
آپ نے اپنے مراکز سے دیا ایسا شعور
خانقاہوں میں بھی جو دِکھتا نہیں تھا دور دور

۳۳۔فَإِذَا تَكَلَّمْتَ الْقُلُوبُ تَنَسَّمَتْ
فَالْحُكْمُ مِنْكَ مُبَيَّنُ الْبُرْهَانِ تَامْ
گفتگو سے آپ کی مہک اٹھتے ہیں دل
فیصلوں کی روشنائی سے چمک اٹھتے ہیں دل

۳۴۔تَصْبُو لِخُطْبَتِكَ الْجَمَاهِيْرُ الَّتِي
مِنْكَ اغْتَنَتْ ذَهَبُ الْخَطَابَةِ فِيْكَ خَامْ
آپ کے حسن خطابت کے بھی وارفتہ ہیں لوگ
اور سونے کی طرح اس سے وابستہ ہیں لوگ

۳۵۔وَمُؤَلَّفَاتُكَ مَكْتَبَاتٌ قَدْ غَدَتْ
يَسْعَى لَهَا كُلُّ الْبَرَايَا فِي زِحَامْ
اک کتب خانے کی صورت ہیں کتابیں آپ کی
خلق جس کی سمت لپکی آتی ہے دوڑی ہوئی

۳۶۔نَهْجٌ بُخَارِيٌّ وَعَينِيٌّ بِهَا
مُسْتَحْسَنَاتٌ فِي الْمَعَانِي وَالْقَوَامْ
گویا منہج میں بخاری اور عینی کا ہے رنگ
حرف و معنٰی میں سمائی ہے محبت کی ترنگ

۳۷۔تَجْدِيدُكَ الْغَرَسَاتِ أَوْجَدَ مَوْئِلًا
فَنَجَى مُرِيْدٌ بِاتِّبَاعٍ وَاعْتِصَامْ
بن گئے مثل شجر جو کہ تھے مثلِ نبات
پیروی کرنے سے شاگرد و مرید پائیں نجات

۳۸۔هَذَا وَأَصْنَامُ الْعُقُولِ تَحَطَّمَتْ
وَبِصَوْتِكَ الْبَتَّارِ كَانَ لَهَا انْهِدَامْ
کج روی کے بت جو تھے ریزہ ریزہ ہوگئے
آپ کی آواز کی ہیبت سے شکستہ ہوگئے

۳۹۔كَالْمَاتُرِيْدِيِّ الْمُجَدِّدِ فِطْنَةً
مُتَحَمِّلًا مَا كَانَ يَحْمِلُ مِنْ مَهَامْ
آپ کے دستِ ہنر میں ہے مجدد کا کمال
آپ کے کاندھوں نے اٹھایا بارِ ماضی و حال

۴۰۔تُحْيِي طَرِيقَ الشَّافِعِيِّ مُدَافِعًا
عَنْ فِقْهِهِ الْمَأْثُوْرِ كَالْبَطَلِ الْهُمَامْ
آپ نے شافعی کے فقہ کو زندہ کر دیا
ماثور فقہ کو اپنی ہمت سے تابندہ کر دیا

۴۱۔وَمُعَلِّمًا أَتْبَاعَ جِيْلَانِيَّةٍ
نَهْجَ التَّزَهُّدِ بِالزَّخَارِفِ وَالْحُطَامْ
قادریوں کو تعلیم دینے والے ہیں آپ
تج کے دنیا زہد کے رکھوالے ہیں آپ

۴۲۔ تَسْقِي الْقُلُوبَ زُلَالَ ذِكْرٍ خَاشِعٍ
فَيَصِيْرُ كَالطِّفْلِ الَّذِي أَنِفَ الْفِطَامْ
دل میں ذکر و یاد کا بھرتے ہیں پیار
ترکِ شیر جیسے طفل کم سن کو ہو ناگوار

۴۳۔وَلَأَنْتَ فِي الْأَخْلَاقِ دَرْبُ صَحَابَةٍ
فَلِدَرْبِكَ الْمَشْهُوْدِ بِالصَّحْبِ الْتِّئَامْ
آپ کے اخلاق ہیں نقشِ قدم اصحاب کے
آپ کی مشہود رہ میں اتحاد ہیں احباب کے

۴۴۔رَبَّيْتَ إِيْمَانًا بِنَهْجِكَ مُشْرِقًا
أَرْوَيْتَنَا مِنْ مَاءِ عَدْلِكَ كَالْغَمَامْ
اپنی روشن راہ سے کی پرورش ایمان کی
اور برسائی ہے بارش عدل کے اوزان کی

۴۵۔شَيَّدْتَ أَفْئِدَةً بِحِكْمَةِ وَاعِظٍ
آنَسْتَهُنَّ وَكُنْتَ غُصْنًا لِلْيَمَامْ
وعظ کی حکمت سے آباد فرمائے ہیں دل
ان کی ویرانی کو حق کے ساتھ کر دیا شاغل

۴۶۔عَنْ زُخْرُفِ الدُّنْيَا امْتَنَعْتَ تَزَهُّدًا
مَا نَفْعُ زُخْرُفِهَا غَدًا يَوْمَ الزِّحَامْ
تاج پہنا زہد کا دنیا کو رکھا ہے پرے
کھوٹے سکے کب بھلا ہوں بعد مرنے کے کھرے

۴۷۔فَإِذَا رَأَيْتَ الْفَقْرَ جُدْتَ مُبَادِرًا
لِلْبَائِسِينَ وَمَا تَرَكْتَ سِوَى الْإِدَامْ
دیکھ کر محتاجوں کو بڑھا دیتے ہیں دستِ سخا
ہاتھ رکتے ہی نہیں بس کرتے جاتے ہیں عطا

۴۸۔فَغَدَوْتَ حَقْلًا لِلْجِيَاعِ وَكَوْثَرًا
تَرْوِي الْعِطَاشَ مِنَ الْيَتِيْمِ أَوِ الْغُلَامْ
تشنگی اور بھوک کو یکسر مٹا کے رکھ دیا
ہاتھ پیاسوں اور یتیموں کے سروں پر رکھ دیا

۴۹۔تَكْفِي الْأَرَامِلَ قَبْلَ نَفْسِكَ مُؤْثِرًا
وَكَأَنَّمَا تُعْطِي مِنَ الْإِبِلِ السَّنَامْ
آپ بیواؤں کی کفایت میں ہیں سر گرم عمل
اور عطا کرتے ہیں ریوڑ میں جو بہتر ہو جمل

۵۰۔كَفْكَفْتَ دَمْعَ الْخَائِفِيْنَ بِرَأْفَةٍ
وَأَطَحْتَ بِالظُّلَّامِ فِي جُحْرِ الظَّلَامْ
ڈرنے والوں کے بہت نرمی سے آنسو پونچھے ہیں
اور ظالم ان کے چھپنے کی جگہ پر ہی گرائے ہیں

۵۱۔نَاغَمْتَ بَيْنَ أَصَالَةٍ وَحَدَاثَةٍ
أَسْهَرْتَ لَيْلَكَ فِيْهِمَا أَنّٰى تَنَامْ؟
اس طرح سے قدامت اور جدت کو یکجا کردیا
جاگ کر راتیں گزاریں دونوں کو اک سا کردیا

۵۲۔فَيْضَ الْأَوَائِلِ وَالْجُدُودِ غَرَفْتَهُ
وَأَقَمْتَ عَزْمَكَ فِي رِضَا اللهِ السَّلَامْ
علم و حکمت سے بڑوں کی آپ ہر دم فیضیاب
اور رضائے حق میں عزم مصمم سے ہیں کامیاب

۵۳۔وَلِسَانُ حَالِكَ: لَنْ أَذِلَّ لِرَاحَةٍ
بِمَدَى الْغَزَالِيِّ الْفَسِيْحِ لِيَ اقْتِحَامْ
آرام و راحت تو سرے سے فطرت میں نہیں
آپ کی مسند افق پر مثل غزالی ہے کہیں

۵۴۔بَحْرَ السَّرَخْسِيِّ الْخَطِيرَ رَكِبْتَهُ
وَقَطَفْتَ سِرَّ الْعِلْمِ مِنْ يَمَنٍ وَشَامْ
سرخسی کی طرح علم کے گہرے سمندر میں گیا
پھر یمن سے شام تک علم کا ہر راز کھلتا گیا

۵۵۔أَهْوَى شُيُوعَ الْعِلْمِ فِي رُوَّادِهِ
عَذْبًا نَقِيًّا صَافِيًا سَهْلَ الْمَرَامْ
علم کو خوب پھیلانے کا شغف رکھتے ہیں آپ
روشنی، شیرینی و پاکی سے لف رکھتے ہیں آپ

۵۶۔فَيَزُولُ لَيْلُ الْجَهْلِ بِالْعِلْمِ الَّذِي
يَسْمُو كَنُورٍ فِي حِمَانَا مُسْتَدَامْ
ایسے نورِ علم سے تاریکی مٹے ہر جہل کی
بستیوں پر جو کرے سورج کی طرح روشنی

۵۷۔يَا سَيِّدِي أَحْيَيْتَ شَرْعَ مُحَمَّدٍ
فِي عَصْرِنَا بِالْحَقِّ طَمْأَنْتَ الأَنَامْ
آپ نے شرعِ شہؐ عالم کو زندہ کردیا
حق کے اطمینان سے سارے دلوں کو بھر دیا

۵۸۔وَأَقَمْتَ سُلْطَانًا بِعَرْشِ مَحَبَّةٍ
لَبَّيْكَ مُرْنَا طَائِعِينَ فَلَنْ تُضَامْ
سلطنت تختِ محبت پر بنائی آپ نے
خوئے تسلیم و رضا ہم کو سکھائی آپ نے

۵۹۔عَلَمٌ مِنَ الأَعْلَامِ شُهْرَتُكَ السَّمَا
طَارَتْ بِهَا فِي الْكَوْنِ أَسْرَابُ الْحَمَامْ
لہلہاتا ہے فلک پر آپ کی شہرت کا علم
اس خبر کو فاختاؤں نے اڑا کر لیا ہے دم

۶۰۔قَصَّرْتُ فِي مَدْحِي وَذَلِكَ أَنَّنِي
قَدْ تُهْتُ فِيكَ وَمَا حَوَيْتَ فَلَا أُلَامْ
آپ کی تعریف میں اپنی کمی کی اس لیے
شان میں گم آپ کی ہوں تو اپنی کس لیے

۶۱۔يَا زُبْدَةَ الْعُمْرِ الَّذِي أَحْيَيْتَنَا
فِيكَ ارْتَقَيْنَا أَنْتَ فِي الْعَيْنِ الْهُمَامْ
زندہ مجھ کو کر دیا، زندگی کا حاصل ہیں آپ
برکتیں ہیں آپ سے ہر عزت کے قابل آپ

۶۲۔قَوَّمْتَنَا بِشَرِيعَةٍ رَقَّيْتَنَا
بِبَصِيرَةٍ جَنَّبْتَنَا هَوْلَ الْخِصَامْ
آپ نے ہم کو شریعت سے سنوارا اور اعلیٰ کردیا
اور بصیرت سے ہمیں جھگڑوں سے بالا کر دیا

۶۳۔أَنْتَ الْمُجَدِّدُ وَالإِمَامُ وَكُلُّنَا
لَكَ عِنْدَهُ أَعْلَى مَرَاتِبِ الاحْتِرَامْ
آپ قدوہ اور مجدد، آپ سب کے ہیں امام
رب کے ہاں آپ کے ہیں درجاتِ احترام

۶۴۔بَيْنَ الضُّلُوعِ حَمَلْتَ دِينَ مُحَمَّدٍ
وَالْعُمْرُ يَشْهَدُ كَيْفَ عِشْتَ بِلَا انْفِصَامْ
اپنے سینے میں سنبھالا ہے نبی کے دین کو
عمر بھر تفرقوں سے دور خود کو رکھا ہے جو

۶۵۔هَلَّ السَّنَا وَوُلِدْتَ فِي دَمْعٍ عَلَى
دُنْيَا تُجَرِّعُ أَهْلَهَا الْمَوْتَ الزُّؤَامْ
اک چمک تھی آنسوؤں کی آپ جب پیدا ہوئے
موت کے گھونٹ جب دنیاکے لوگوں نے پیے

۶۶۔رُبِّيْتَ فِي حِضْنِ الْكِرَامِ مُكَرَّمًا
فَوَرِثْتَهُمْ وَالْعَامُ يَمْضِي بَعْدَ عَامْ
پرورش کی صاحبانِ قدر نے بصد عز و وقار
ان کے وارث پھر بنے چلتا گیا وقت کا رہوار

۶۷۔وَمِنَ الثَّلَاثِ لِنَبْضِ قَلْبِكَ صَبْوَةٌ
بِالذِّكْرِ وَالْقُرْآنِ عِشْقٌ وَانْسِجَامْ
دل کی دھڑکن کی سہ سال سے یہ چاہت ہے
عشق ہے قرآن سے اور ذکر سے ہی راحت ہے

۶۸۔وَبِسَبْعَ عَشْرَةَ طَالِبٌ مُتَأَلِّقٌ
تَصْطَادُ مِنْ دُرَرِ الْعُلُومِ كَمَا الْيَمَامْ
شہسوار علم و فن تھے آپ سترہ سال میں
اور معارف کے گہر تھے قال میں اور حال میں

۶۹۔مَا جَاءَتِ الْعِشْرُونَ إِلَّا وَالْهُدَى
فِي قَوْلِكَ الْمَيْمُوْنِ يَعْلُوْهُ احْتِشَامْ
بیس سالوں میں ہدایت کے ستارے بن گئے
قول میں اپنے حیا کے استعارے بن گئے

۷۰۔فِيْهَا انْتَصَبْتَ مُؤَلِّفًا مُتَمَكِّنًا
كَالْغَيْثِ يَهْطُلُ بَعْدَ زَخَّاتِ الرِّهَامْ
بیسویں ہی سال میں تالیف بھی کرنے لگے
جیسے بارش کی بوچھار کھل کر برسنے لگے

۷۱۔عِنْدَ الثَّلَاثِيْنَ افْتِتَاحُكَ قَلْعَةً
بِوِسَامِ «مِنْهَاجِ الْقُرَانِ» لَهَا اتِّسَامْ
تیسویں ہی سال میں بنیاد قلعہ کی رکھی
جس پر 'منہاج القرآن' کی نشانی سج گئی

۷۲۔فِي الْأَرْبَعِينَ رَسَمْتَ نَهْجًا نَيِّرًا
مِنْ سُنَّةِ الْمُخْتَارِ أَكْرِمْ بِارْتِسَامْ
سال چالیس ہو گئے تو راستہ روشن کیا
سنتِ مختار اکرمؐ سے یہ نقش سجتا گیا

۷۳۔مِنْ بَعْدِهَا الْخَمْسِينَ بَاقٍ ثَابِتٌ
بِالْحَقِّ لَا تَخْشَى إِذَا وَقَعَ احْتِدَامْ
جب صدی آدھی ہوئی یوں ہوئے ثابت قدم
حق کے رستے پر رہا کچھ خوف نہ ہی کوئی غم

۷۴۔سِتُّونَ بَلْ سَبْعُونَ عَامًا كُلُّهَا
عَمَلٌ دَؤُوبٌ بِافْتِتَاحٍ وَاخْتِتَامْ
ساٹھ ستّر سال کے بھی یوں کٹے ہیں صبح و شام
اک تسلسل ہے عمل کا تا افتتاح و اختتام

۷۵۔مِن بَعْدِ سَبْعِينَ وَخَمْسٍ فِي النَّدَا
هَاتُوْا لَنَا مَنْ مِثْلُهُ بَيْنَ الْأَنَامْ
مہر ستّر میں پانچ اور بھی شامل کرو
ہے کوئی ان سا تو لاؤ ہم کو بھی قائل کرو

میری ہستی شوقِ پیہم، میری فطرت اضطراب
کوئی منزل ہو مگر گزرا چلا جاتا ہوں میں

جس نے مایوسی کے سائے میں امید کا چراغ روشن کیا اور امت کو
جہالت کے اندھیروں سے نکال کر علم وشعور کی روشنی عطا کی۔
اس بطلِ جلیل کو 75ویں سالگرہ پر لاکھوں تبریک وسلام

مجدد المئة الحاضره
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے محدثین اور فقہا کی عظیم روایت کو
زندہ کر کے ثابت کیا کہ اسلام کا علمی چشمہ کبھی خشک نہیں ہوسکتا۔
آپ کی تحقیق ہر دور کے جدید ذہن کے لیے تسلی بخش جواب ہے۔

مجلس شوریٰ و نیشنل ایگزیکٹو کونسل منہاج القرآن انٹرنیشنل ساؤتھ کوریا

عصرِ حاضر میں
ایمان و اسلام کی حفاظت کا قلعہ

پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل

آج ہم شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی کی 75 ویں سالگرہ کی خوشیاں منارہے ہیں۔ اللہ رب العزت ہمارے قائد کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے اور جس راہ پر انہوں نے ہمیں گامزن فرمایا ہے، ہم اس پر استقامت اور جواں ولولوں کے ساتھ اپنے سفر کو جاری اور ساری رکھیں، تاکہ اللہ تعالیٰ وہ منزل جلد ہمیں عطا فرمادے جس کا خواب ہمارے قائد شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے خود بھی دیکھا اور ہمیں بھی دکھایا ہے۔

یوں تو مختلف مہینوں کو مختلف نسبتیں حاصل ہیں لیکن تحریکِ منہاج القرآن کے وابستگان کو ماہِ فروری سے ایک خاص اور گہری نسبت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے میں وہ عظیم شخصیت پیدا فرمائی جس کی وجہ سے آج ہم جو کچھ امتِ محمدیہ ﷺ اور پاکستان کے عوام کے لیے سوچتے اور کرنا چاہتے ہیں، اس کا شعور، اس کی فکر اور اس کا نظریہ ہمیں اسی شخصیت کے توسّل سے ملا ہے۔ اسی عظیم نسبت کی وجہ سے پوری دنیا میں اس تحریک کے کارکنان اور وابستگان اس ماہ کے دوران اپنی محبت کے اظہار کے طور پر عظیم الشان انداز میں ہزارہا پروگرامز کا انعقاد کرتے ہیں۔ درحقیقت فروری کا یہ مہینہ تحریکِ منہاج القرآن کے لیے ہر سال بیداریِ شعور کا مہینہ ہے جو دنیا بھر میں تحریکِ منہاج القرآن کی فکر، نظریہ، اساس اور شیخ الاسلام کی تعلیمات کو عام کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔

اللہ رب العزت کا یہ کتنا بڑا کرم اور انعام ہے کہ اس نے ہمیں انسان بنایا اور انسانیت کا شرف بخشا۔ پھر اس دنیا میں بسنے والے سات ارب سے زائد انسانوں میں سے اس نے ہمیں منتخب کیا اور مسلمان بنایا اور تاجدارِ کائنات ﷺ کا امتی بنایا۔ اگرچہ تمام لوگ اسی کی مخلوق ہیں اور وہی سب کا مالک، رب اور خالق ہے، مگر اس نے ہم پر یہ خاص انعام فرمایا۔

وہ دیگر مخلوقات کو بھی کھلاتا اور پلاتا ہے، لیکن انسان کو اس کے ساتھ ایک دعوت بھی دیتا ہے اور اس کی توجہ اس طرف مبذول کرواتا ہے کہ تمھیں کھلاتا پلاتا میں ہوں، اس لیے تم مجھے تلاش کرو اور حق کی جانب اپنا سفر جاری رکھو۔ یعنی اللہ نے انسان کے ذمہ ایک اضافی کام لگایا ہے، مگر یہاں بھی اس کا کرم اور انعام ملاحظہ کریں کہ ہمیں پیدائش کے ساتھ ہی اس نے تاجدارِ کائنات ﷺ کی امت میں شامل فرما کر ہماری زندگی کو بہت آسان بنا دیا ہے۔ گویا اس نے ہمیں ہدایت کے راستے پر ہی پیدا فرمایا ہے۔ اب ہم نے صرف قدم بڑھا کر اس راستے پر چلنا ہے۔ ہمارے لیے اس نے پہلا مرحلہ یوں آسان فرما دیا کہ ہمیں ہدایت کی راہ کو تلاش کرنے کی مشقت نہیں اٹھانا پڑی، بلکہ اس نے ہمارا ہاتھ پکڑ کر ہمیں اس راہ پر کھڑا کر دیا ہے اور فرمایا کہ اگر کامیابی و فلاح چاہیے تو اس راہ پر چلو۔ یہ اس کا کرم اور انعام ہے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔

’’ یہ لوگ آپ پر احسان جتلاتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئے ہیں۔ فرما دیجیے: تم اپنے اسلام کا مجھ پر احسان نہ جتلاؤ بلکہ اللہ تم پر احسان فرماتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کا راستہ دکھایا ہے، بشرطیکہ تم (ایمان میں) سچے ہو۔‘‘ (الحجرات، ۴۹: ۱۷)

ہم لوگ عموماً اس کی اتنی بڑی نعمت کو سمجھ نہیں پاتے اور اسے اس کی ایک عام عطا (For granted) سمجھتے ہیں۔

سب سے بڑی نعمت ایمان اور اسلام ہے

اس نعمت کی حقیقت ان لوگوں سے پوچھیے جنہیں اس کا صحیح ادراک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی صورت میں ہمیں کتنی بڑی دولت عطا فرمائی ہے۔ بزرگانِ دین، علمائے کرام اور مجددینِ اسلام سے تعلق رکھنے والی جلیل القدر شخصیات سے کبھی پوچھیں کہ اسلام کتنی بڑی نعمت ہے، تو وہ اپنا دل کھول کر سامنے رکھ دیتے ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَوْ أَنَّ اللهَ تَعَالَى خَلَقَ الْعَبْدَ مِنْ أَوَّلِ الدُّنْيَا إِلَى آخِرِهَا، ثُمَّ قَضَى عُمُرَهُ كُلَّهُ فِي السُّجُودِ وَالشُّكْرِ عَلَى نِعْمَةِ الْإِسْلَامِ، لَمَا أَدَّى شُكْرَ هَذِهِ النِّعْمَةِ۔ (امام غزالی، احیاء علوم الدین)

اگر انسان کو کائنات کے بننے کے ساتھ ہی پیدا کر دیا جاتا اور وہ قیامت تک اپنے مسلمان بنائے جانے پر اللہ کی شکر گزاری میں سجدہ ریز رہتا اور اس کی زبان مسلسل مصروفِ حمد رہتی، تب بھی وہ اس نعمت کا حق ادا نہیں کر سکتا تھا۔

یہ وہ نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی ہے کہ ہمیں مسلمان گھرانوں میں پیدا فرمایا، مگر ہم اس کی قدر نہیں جانتے۔ ہم اس کی فکر مندی میں مشغول نہیں رہتے اور اس بات کا احساس نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ کتنا عظیم معاملہ فرمایا ہے۔

متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ہر صحابی نعمتِ ایمان و اسلام سے بہرہ یاب ہونے کے بعد عمر بھر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں شکر بجا لاتا رہا کہ اللہ نے اس پر خاص کرم فرماتے ہوئے ایمان و اسلام کی نعمت عطا فرمائی۔

سیدنا یعقوب علیہ السلام کا واقعہ یاد کیجیے کہ جب ان کے پاس ایک شخص یہ خوشخبری لے کر پہنچا کہ مجھے سیدنا یوسف علیہ السلام کی خبر مل گئی ہے۔ اس پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس سے یہ نہیں پوچھا کہ میرا یوسف کیسا ہے؟ وہ جوان ہو کر کیسا لگتا ہے؟ اس کا لباس کیسا ہے یا اس کی شکل و صورت اور وجاہت کیسی ہے؟ آپ علیہ السلام نے ایسا کچھ بھی نہ پوچھا بلکہ صرف ایک سوال کیا:

"تم اچھی خوشی کی خبر لائے ہو، مگر یہ بتاؤ کہ میرے یوسف کو کس دین پر چھوڑ کر آئے ہو؟ یعنی تم نے اسے کس دین پر پایا ہے؟ اس قاصد نے جواب دیا کہ "میں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو اس خدائے واحد پر ایمان لانے والا پایا ہے۔ تب حضرت یعقوب علیہ السلام کی زبانِ اقدس سے یہ الفاظ نکلے: اللہ کا شکر ہے، اب نعمت مکمل ہو گئی ہے۔ یعنی انہوں نے صرف بیٹے کی زندگی کی خبر پا کر یہ نہیں کہا کہ نعمت مکمل ہو گئی، بلکہ جب یہ اطمینان کر لیا کہ بیٹا زندہ بھی ہے اور خدائے واحد پر ایمان بھی رکھتا ہے، تب فرمایا کہ اب نعمت مکمل ہوئی ہے۔

نعمت کی بے قدری نعمت کے چھن جانے کا باعث بنتی ہے

اللہ تعالیٰ نے اسلام کی صورت میں ہمیں جو عظیم نعمت عطا فرمائی ہے ہمیں اس کی قدر کرنی چاہیے مگر افسوس کہ ہمیں جتنا اس کا احساس ہونا چاہیے، وہ مفقود ہے۔ ہم اس حوالے سے کوتاہی اور بے نیازی برتتے ہیں۔ یاد رکھیں! جب انسان اللہ کی نعمتوں سے بے نیازی برتنے لگے، انہیں معمولی سمجھنے لگے اور دل میں ان کی قدر نہ رہے، تو اللہ تعالیٰ وہ نعمتیں واپس لے لیتا ہے۔

☆ سیدنا سفیان ثوری فرماتے ہیں:

مَنْ لَمْ یَخَفْ سَلْبَ الْإِیمَانِ، سُلِبَ مِنْهُ عِنْدَ الْمَوْتِ۔

"جو شخص بھی اپنے ایمان کے چھن جانے کا خوف نہ رکھے اور مطمئن ہو کر بیٹھ جائے تو اس کا ایمان اس سے چھن جاتا ہے اور اسے اس کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ (مرقاۃ المفاتیح)

اس سے مراد یہ ہے کہ جب انسان یہ فکر مندی چھوڑ دے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمت مجھے عطا کی ہے، میں نے اسے محفوظ رکھنا ہے۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ خیر کا جو معاملہ فرمایا ہے، میں نے اس میں اضافہ کرنا ہے۔۔۔ اپنے دینی عقائد افکار اور نظریات کی حفاظت کرنی ہے۔۔۔ اپنی عبادات اور ان نسبتوں کی حفاظت کرنی ہے جو ہمیں ہمارے دین نے عطا کی ہیں۔۔۔ اللہ کی خشیت اور تاجدارِ کائنات ﷺ کی محبت کو اپنے دل میں ہمیشہ قائم و دائم رکھنا ہے۔۔۔ اہل بیتِ اطہار علیہم السلام کی محبت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم اور اہل اللہ کی نسبت اور محبت کو اپنے دل میں بسانا ہے اور ان کے ساتھ جینا ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ کی امت کے ساتھ خیر کا معاملہ کرنا ہے، جب انسان ان چیزوں کی فکر مندی میں نہیں رہتا اور ان کی قدر نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ وہ نعمت اس سے واپس لے لیتا ہے۔

قابلِ غور امر یہ ہے کہ 'اسلام' سے بڑھ کر سب سے بڑی نعمت انسان پر اور کیا ہو سکتی ہے۔۔۔؟ انسان کو تاجدارِ کائنات ﷺ کی غلامی سے بڑی کیا نعمت میسر آ سکتی ہے۔۔۔؟ آقا علیہ السلام کی اطاعت، اتباع اور نسبت سے بڑی کیا نعمت ہو سکتی ہے جو کسی انسان پر اللہ نے فرمائی ہو۔۔۔؟ پس جب ہمیں یہ نعمت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے تو ہمیں اس پر ہمیشہ اس کا شکر گزار بن کر رہنا چاہیے۔

ایمان و اسلام کی حفاظت کیونکر ممکن ہے؟

اس دنیا میں رہتے ہوئے روز و شب انسان کو کسی نہ کسی تکلیف، مصیبت اور پریشانی کا سامنا رہتا ہے۔ معاش، کاروبار، مہنگائی، اولاد، بیماری، حادثات، عدل و انصاف کا نہ ملنا، غصبِ حقوق، لڑائی جھگڑے، فتنے، غلط فہمیاں الغرض طرح طرح کے مصائب کا سامنا اس دنیا میں ہر ایک کو ہے۔ ان تمام مسائل کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ اسی نے اپنی مخلوق کو ان حالات میں رکھا ہے تاکہ انہیں آزمائے۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ (سورۃ البلد، ۹۰: ۴)

"بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں (مبتلا رہنے والا) پیدا کیا ہے۔"

جب یہ تکالیف آتی ہیں تو انسان کی نگاہ حقیقی نعمتوں سے ہٹ کر صرف اپنی تکالیف اور آزمائشوں پر چلا جاتا ہے اور وہ روزمرہ کے مسائل میں الجھ کر رہ جاتا ہے۔ جب زندگی کے مصائب و آلام تیر بن کر روز انسان کے ایمان پر حملہ آور ہوں، جب زندگی کی پریشانیاں تیر بن کر انسان کے ایمان اور جذبۂ اسلام پر حملہ کریں، تو اب سوال یہ ہے کہ انسان ان سے کیسے محفوظ رہے۔۔۔؟ انسان اپنی ایمانی کیفیات کا تحفظ کیسے کرے۔۔۔؟ اپنے اسلام کا تحفظ کیسے کرے۔۔۔؟ وہ ان نعمتوں کا محافظ کیسے بنے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمائی ہیں۔۔۔؟

ان تمام سوالوں کا حل قرآنِ مجید ہمیں عطا کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔

"ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے اِنعام فرمایا۔" (الفاتحہ، ۱: ۵،۶)

قرآن ہمیں یہ حل دیتا ہے کہ جب تم پر صبح و شام زندگی میں مصائب و آلام کے حملے ہوں۔۔۔ ہر سمت سے تمہارے ایمان اور اسلام پر حملہ ہو رہا ہو۔۔۔ تمہاری استقامت پر حملہ ہو رہا ہو۔۔۔ کہیں تمہیں رشوت لینے پر مجبور کیا جائے۔۔۔ کہیں تمہیں اپنا ایمان بیچنے پر مجبور کیا جائے۔۔۔ کہیں تمہاری عزت کا سودا ہو رہا ہو۔۔۔ کہیں تمہارے سر کو جھکایا جائے اور تم پر ظلم کیا جائے۔۔۔ اور کہیں تم پر مصائب و آلام کی ایسی بارش کی جائے کہ تم ٹوٹنے لگو تو ایسے حالات میں میری چھاؤنیوں اور قلعوں میں آجایا کرو، میری 'حفاظت' میں آجایا کرو۔

انسان سوال کرتا ہے کہ مولیٰ! تیری چھاؤنی، قلعہ اور محافظت کی جگہ کیا ہے۔۔۔؟ اللہ فرماتا ہے: میری چھاؤنیاں؛ میرے وہ مکرم بندے، اولیاء، صوفیاء، مردِ قلندر، مجددین اور علمائے ربانیین ہیں جو اللہ اور مصطفی ﷺ کی فکر کی خیرات بانٹتے ہیں۔ ان کی سنگت اور نسبت میں آجایا کرو۔۔۔ ان کی محبت میں آجایا کرو۔۔۔ ان کی جماعت میں شامل ہو جایا کرو۔۔۔ اور ان کے راستے میں ان کے رفیق بن جایا کرو۔ جب تم ان کے پاس آجاؤ گے، تو میں خود تمہارے ایمان کی حفاظت کروں گا۔

شیخ الاسلام: عصرِ حاضر میں ایمان کی حفاظت کا قلعہ

اس پرآشوب دور میں تحریکِ منہاج القرآن اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی صحبت و سنگت میں ہونے والی علمی، فکری اور روحانی سرگرمیاں؛ جو اعتکاف، گوشہ درود، محافلِ میلاد اور خطابات و کتب کی صورت میں جاری و ساری ہیں، یہ سب وہ چھاؤنیاں اور قلعے ہیں جو ہماری اور ہمارے ایمان کی حفاظت کر رہے ہیں۔

اس حقیقت کو جاننے کا ایک بہت آسان Litmus Test ہے اور وہ یہ کہ جب ہم سب رفقاء و وابستگان مختلف محافل و پروگرامز میں ایک دوسرے کے قریب بیٹھتے ہیں، تو کیا ہم یہ محسوس نہیں کرتے کہ ہم اپنے قائد کے قلعہ میں محفوظ ہیں؟ یقیناً ہم اپنے آپ کو محفوظ تصور کرتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر کوئی اس قلعہ سے الگ ہو جائے، تنہا اور اکیلا رہ جائے، تو کیا اس کا ایمان، قلعہ میں رہنے والے کی نسبت زیادہ محفوظ رہے گا؟ نہیں بلکہ قلعہ میں ہی ایمان محفوظ رہتا ہے۔

پس صراط الذین انعمت علیھم کے مصداق شیخ الاسلام کی صحبت اور سنگت وہ قلعہ اور چھاؤنی ہے جو ہمارے ظاہر کی بھی حفاظت کرتی ہے اور ہمارے باطن کی بھی نگہبانی کرتی ہیں۔ یاد رکھیں! اصل نعمت 'اسلام' ہے جس کی ہمیں حفاظت کرنی ہے، کیونکہ اسی پر ہمارا انجام ہونا ہے اور اسی کے بارے میں ہم سے سوال و جواب ہوں گے لیکن اس نعمت کی حفاظت تب ہی ممکن ہے، جب انسان ان محفوظ قلعوں میں آجائے۔ پھر وہ شیطان کے حملوں سے بھی بچ جاتا ہے اور فکری و نظریاتی یلغار سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ اس قلعہ و چھاؤنی میں خیر ہی خیر ہے۔ یہاں اگر کوئی کسی طرح کی غفلت میں مبتلا ہونے لگے، کسی کی آنکھ لگنے لگے تو اس کا ہم سفر اسے جگا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا:

یَدُ اللهِ عَلَی الْجَمَاعَةِ (جامع ترمذی، ابواب الفتن)

اللہ کا ہاتھ (حمایت و نصرت) جماعت پر ہے۔

جماعت ہی وہ قلعہ ہوتی ہے جس پر خدا کی رحمت کا سایہ ہوتا ہے۔ منہاج القرآن کے رفقاء و وابستگان کو مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس صدی میں ہمیں سب سے مضبوط قلعہ عطا فرمایا ہے۔ اس قلعہ میں جب ہم جذبات، احساسات اور محبت کے ساتھ مل کر بیٹھتے ہیں، تو یہاں کوئی دنیاوی مفاد، کاروبار کرنے، لین دین طے کرنے یا ملازمت کی تلاش میں نہیں آتے بلکہ یہاں آنا تو صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی خاطر ہے۔ جب کوئی اس نیت سے جمع ہوتا ہے تو یہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اللہ کی خاطر مل بیٹھنا عبادت ہے اور یہ تب ہی ممکن ہے، جب لوگ ایک ہی بستی اور ایک ہی قلعہ کے مکین ہوں۔ اس قلعہ کی دیواریں ایمان و اسلام کی بھی حفاظت کرتی ہیں اور دنیا کے مصائب و آلام سے بھی بچاتی ہیں۔ اس لیے کہ جو تنہا رہ جائے، اسے نہ جانے دنیا، نفس، شیطان میں سے کون اچک لے اور اس کے ایمان و اسلام کی خرابی کا سبب بن جائے۔ پس جو جڑ کر رہتا ہے، اللہ اسے اپنے بندوں کی 'چھاؤنی' میں محفوظ کر لیتا ہے۔

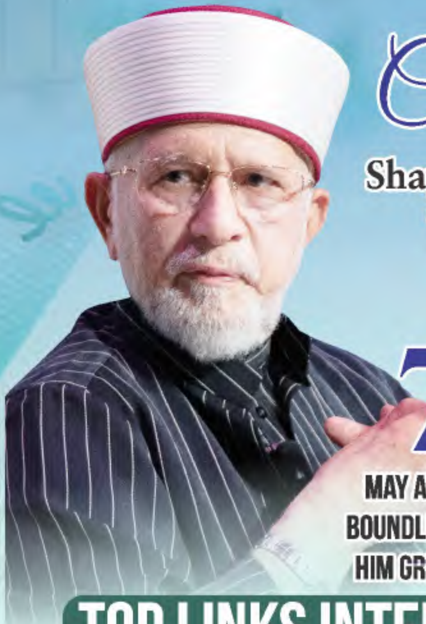

Heartfelt
Congratulations to
Shaykh-ul-Islam Dr. Muhammad
Tahir-ul-Qadri
on his
75th BIRTHDAY

MAY ALLAH ALMIGHTY BLESS SHAYKH-UL-ISLAM WITH BOUNDLESS HEALTH AND WELL-BEING, AND BESTOW UPON HIM GREATER TREASURES OF KNOWLEDGE AND WISDOM.

TOP LINKS INTERNATIONAL CO.,LTD.

we extend our heartfelt congratulations.
His intellectual, spiritual & scholarly
contributions serve as a beacon of guidance for us all.
He has imparted the message of knowledge
and peace to the Muslim Ummah,
presenting the true face of Islam to the world.

SHAHZAD ALI (PRESIDENT)
Gangseo-gu, Hwagok-dong, 1081-15, Seoul, Korea
Tel: +82-2-334-0786 Fax: +82-2-2065-0399
Mobile: +82-10-8731-0571
E-mail: toplinksltd@yahoo.com

جس شخص کے افکار میں قرآن کی ضیا ہے
صدیوں کی پیاسی ہے جو یہ امتِ مسلمہ
وہ وارثِ علمِ شہِ لولاک ہوا ہے
اس کے لیے وہ چشمۂ عرفان بنا ہے

ہم مغرب میں مقیم مسلمانوں کے ایمان و تشخص کی حفاظت کے لیے علمی بند باندھنے والی اس دانائے عصر شخصیت کو

75 ویں سالگرہ پر
مبارک باد
پیش کرتے ہیں

مجدد رواں صدی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ
کی استقامت نے ہمیں حق کی راہ پر چلنا سکھایا اور
آپ کے افکار نے شعور کی نئی منزلوں سے متعارف کروایا

منہاج القرآن انٹرنیشنل سپین

بے بدل قائدِ کاروانِ وفا
داعیِ جذبۂ الفتِ باہمی
بے شبہ بے گماں طاہر القادری
مشفق و مہرباں طاہر القادری

تجدیدِ دین کی شاہراہ پر گامزن اس عظیم قافلہ سالار کو
75 ویں سالگرہ مبارک
مجدد المئۃ الحاضرۃ
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ
نے اپنی محنتِ شاقہ سے علم کی سوکھی ہوئی شاخوں کو
دوبارہ ہرا بھرا کر دیا اور امت کو جینے کا سلیقہ سکھایا۔

★ محمد ارشد سیٹھی (صدر) ★ راجہ محمد ارشد (نائب صدر) ★ عمران مزمل (نائب صدر و میڈیا ناظم)
★ زاہد فاروق (سابقہ صدر) ★ آفتاب احمد (سینئر رفیق) ★ چودھری صفدر علی

منہاج القرآن انٹرنیشنل
سوئٹزرلینڈ

باطل کے اندھیروں میں اجالا ہے تیری فکر
ہر ڈوبتے انساں کا سہارا ہے تیری فکر
تہذیب کی یلغار سے ڈرنا نہیں اب تو
امت کے لیے حصنِ حصار ہے تیری فکر
جس نے عشقِ رسول ﷺ کے چراغ گلی گلی روشن کیے اور امت کو فکری انتشار کی دلدل سے نکال کر وحدت کی شاہراہ پر گامزن کیا، اس عظیم مصلحِ ملت کو سالگرہ پر لاکھوں سلامِ محبت۔
75 ویں سالگرہ مبارک
Happy Birthday
مجدد العصر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ نے
قرآن وسنت کے ابدی پیغام کو جدید سائنسی اور عقلی استدلال کے ساتھ پیش کر کے نوجوان ذہنوں کو مسخر کیا
آپ کی قیادت میں تحریک منہاج القرآن اجالوں کا وہ سفر ہے جس کی منزل مصطفوی انقلاب ہے
راشد اعوان (نائب صدر)
چودھری مشتاق احمد (چیئرمین رابطہ کمیٹی)
ڈاکٹر حمزہ انصاری (نائب صدر)
اویس اعجاز احمد (صدر)
زرتاش بشیر (نائب صدر)
حسن بشیر (جنرل سیکرٹری)
شفیق صدیق (صدر ڈریمن)
آصف جاوید (صدر کلوفتا)
عرفان گل انصاری (صدر اوسلو)
عاطف رؤوف (فنانس سیکرٹری)
عطاء المصطفیٰ محمود (جوائنٹ سیکرٹری)
منہاج القرآن انٹرنیشنل ناروے

امت کے ہر اک درد کا درماں ہے تری فکر
تجدیدِ دین کا مشن ہو کہ ہو اصلاح کی فکر
طوفاں میں ہدایت کی نگہباں ہے تری فکر
ہر عہد کا اک تازہ گلستاں ہے تری فکر
ہم علم و عرفان کے درخشندہ مہرِ منور مجدد رواں صدی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کو
75 ویں
Happy Birthday
سالگرہ پر دلی مبارک باد
آپ کی بصیرت افروز قیادت اور علمی فتوحات کو سلام پیش کرتے ہیں
الحاج محمد افضل انصاری
علامہ محمد اقبال فانی
چودھری مشتاق احمد
راشد اعوان
اعجاز احمد
میاں محمد اسلم
رؤوف حسین
فیض عالم
ساجد حسین
زبیر قیوم
افتخار محمود
حافظ عابد کاشمیری
حاجی محمد ریاض
ظفر سیال
اقبال اختر خان
محمد ادریس
عمران اسلم
نجم الثاقب
عقیل قادر
فاروق احمد
منہاج القرآن انٹرنیشنل ناروے (رابطہ کمیٹی)

وقتِ اختلاف معرفتِ حق رکھنے والا سب سے بڑا عالم ہے

اللہ تعالٰی نے اس دور میں ہمیں جس عظیم المرتبت شخصیت کے ساتھ وابستہ کیا ہے اور جس 'چھاؤنی' کے ہم مکین ہیں، ایسی شخصیات اللہ تعالٰی ہر دور میں عطا کرتا رہا ہے کیونکہ وہ اپنی مخلوق کو بے سہارا نہیں چھوڑتا۔ جب ظلم و ستم حد سے بڑھ جاتا ہے اور ایمان و اسلام کی قدریں پامال ہونے لگتی ہیں، تو اللہ تعالٰی کسی کو سہارا بنا کر بھیجتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا: "جانتے ہو سب سے بڑا عالم کون ہے؟" عرض کیا: "یارسول اللہ ﷺ! آپ ہی ارشاد فرمائیے۔" آپ ﷺ نے فرمایا:

أَعْلَمُ النَّاسِ بِالْحَقِّ إِذَا اخْتَلَفَ النَّاسُ۔ (حلیۃ الاولیاء)

لوگوں میں سب سے بڑا عالم وہ ہے جو حق کو اس وقت پہچان لے جب لوگ (اختلاف اور) شک میں مبتلا ہوں۔

اس حدیثِ مبارک کے مطابق اگر ہم شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے اقدامات اور افکار کو دیکھتے ہیں تو شیخ الاسلام اس حدیث مبارک کی عملی تصویر کی صورت میں ہمارے سامنے آتے ہیں۔ اس سرزمین پر جب بڑے بڑے مذہبی و سیاسی معاملات پیش آئے اور سارا جہاں، تمام علماء اور مفکرین ایک طرف تھے اور کنفیوژن کا شکار تھے، اس وقت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری وہ واحد شخصیت تھے جنہوں نے واشگاف الفاظ میں حق کا علم بلند کیا اور اس پر ڈٹ گئے۔ یہ آقا ﷺ کے اسی فرمان کی عملی تصویر ہے کہ جب سارا جہاں شک میں ہو تو عالمِ ربانی اور مجدد وہی ہوتا ہے جو حق کی بات پر قائم رہے۔

وہ زمانہ یاد کریں جب انتہا پسندی عروج پر تھی۔ ہر کوئی تذبذب کا شکار تھا، علماء، سیاستدان، دانشور الغرض ہر کوئی کہہ رہا تھا کہ "مارنے والا بھی کلمہ گو ہے اور مرنے والا بھی"۔ ان حالات میں سوال پیدا ہوا کہ پھر حق پر کون ہے؟ اس وقت شیخ الاسلام نے نہ صرف دہشت گردی کے خلاف ایک مبسوط اور ضخیم فتویٰ لکھا، بلکہ علی الاعلان فرمایا کہ جو دہشت گرد ہے اور کسی انسان کی ناحق جان لیتا ہے، وہ کسی صورت مسلمان اور حضور نبی اکرم ﷺ کا غلام نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح اگر ہم شیخ الاسلام کے دیگر متعدد اقدامات اور افکار پر نگاہ ڈالیں تو ہم دیکھتے ہیں جب بھی امت یا پاکستان کسی بڑے فکری اختلاف میں مبتلا ہوا، خواہ وہ سیاسی معاملہ ہو، یا مذہبی معاملہ ہو، اس کا تعلق عقائد کے ساتھ ہو یا معاشرت کے ساتھ، شیخ الاسلام نے حق کی وہ بات کہی جو اس وقت شاید کسی کو سمجھ نہ آئی ہو، مگر بعد میں ہر کسی نے اعتراف کیا کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری بالکل صحیح کہتے تھے۔

آقا علیہ السلام کا فرمان کہ عالمِ ربانی وہی ہے جسے شک کے دور میں بھی حق کی خبر ہو، اس فرمان کی جیتی جاگتی تصویر آج کے دور میں ہمیں شیخ الاسلام کی صورت میں نظر آتی ہے۔

شیخ الاسلام اپنے علم میں سورج کی مانند ہیں

بزرگوں اور اہل اللہ کے تذکروں میں علماء کی تین اقسام نہایت اہمیت کی حامل ہیں، جن کا تذکرہ عموماً علمِ نافع اور علمِ غیر نافع کی بحث میں کیا جاتا ہے۔ حضرت سیدنا جنید بغدادیؒ، امام غزالیؒ اور دیگر صوفیائے کرام نے علم کی تاثیر کے حوالے سے علماء کو ان تین درجات میں تقسیم کیا ہے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے 'احیاء علوم الدین' میں اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا ہے:

۱۔ اَلْعَالِمُ الَّذِی هُوَفِی عِلْمِهِ کَالشَّمْعَةِ تُضِیءُ لِلْغَیْرِ وَتَحْرِقُ نَفْسَهَا۔

وہ عالم جو اپنے علم میں ایک شمع کی مانند ہے کہ دوسروں کو تو روشنی دیتا ہے مگر خود کو جلا ڈالتا ہے۔

یعنی دوسرے تو اس سے نفع پاتے ہیں مگر وہ خود اس نور سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ ایسے علماء اور سکالرز ہمیں بآسانی نظر آجاتے ہیں کہ جنھیں سن کر لوگ تو خیر کی راہ پر آجاتے ہیں لیکن ان کا کلام خود ان پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ وہ اپنے گلی محلے کو تو زندہ کرتے ہیں مگر خود مردہ ہی رہتے ہیں۔ ان کا علم 'علمِ نافع' نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان کے اندر ایمان اور اللہ تعالی کی محبت کی لو نہیں جلی ہوتی اور تاجدارِ کائنات ﷺ کی غلامی کی شمع روشن نہیں ہوتی۔ وہ فلسفہ کی کتابیں تو لکھ دیتے ہیں، لیکن خود اپنی زندگی میں فلسفے کے گنجلکوں سے آزاد نہیں ہو پاتے۔

۲۔ علماء کی دوسری قسم یہ ہے:

اَلْعَالِمُ الَّذِی لَا نُورَ لَهُ فِی نَفْسِهِ وَلَا یُضِیءُ لِغَیْرِهِ۔

وہ عالم جس کی اپنی ذات میں کوئی نور ہے اور نہ وہ دوسروں کو روشنی دے سکتا ہے۔

۳۔ تیسری قسم کے علماء وہ ہیں جو:

اَلْعَالِمُ الَّذِی هُوَفِی عِلْمِهِ کَالشَّمْسِ، نُورُهَا فِی نَفْسِهَا وَضَوْؤُهَا لِلْعَالَمِ۔

وہ عالم جو اپنے علم میں سورج کی مانند ہے؛ اس کا نور اس کی اپنی ذات میں بھی ہوتا ہے اور اس کی روشنی پورے عالم کے لیے بھی ہوتی ہے۔

یعنی وہ خود بھی صاحبِ بصیرت ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی صاحبِ بصیرت بناتا ہے۔۔۔ جس کے علم سے لوگ بھی زندگی پالیتے ہیں اور وہ خود بھی زندگی حاصل کرلیتا ہے۔۔۔ وہ اپنے علم سے خود بھی زندہ ہوتے ہیں اور اپنے گردونواح کو بھی زندہ کرتے ہیں۔ پھر اس میں بھی کسی کا مقام اتنا ہے کہ کوئی

اپنے گلی محلے کو اپنے علم سے زندہ کرتا ہے۔۔۔ کسی کی حد اس سے زیادہ ہے اور وہ پورے شہر کو اپنے علم اور معرفت سے زندہ کرتا ہے۔۔۔ کوئی اپنے ملک کو علم سے زندہ کرتا ہے۔۔۔ اور پھر کسی کے علم کی شمع کی لو اتنی ہوتی ہے کہ وہ پورے عالم کے اندھیرے اپنے علم سے دور کر دیتا ہے اور اقوامِ عالم کو اپنے علم سے زندہ کر دیتا ہے۔

☆ مشہور صوفی بزرگ شیخ احمد زروقؒ فرماتے ہیں:

اَلْعُلَمَاءُ ثَلَاثَةٌ: عَالِمٌ بِمَا عَمِلَ فَذَاكَ السَّعِيدُ، وَعَالِمٌ بِمَا لَمْ يَعْمَلْ فَذَاكَ الشَّقِيُّ، وَعَالِمٌ عَامِلٌ مُعَلِّمٌ فَذَاكَ الَّذِی يُدْعَى عَظِيمًا فِی مَلَكُوتِ السَّمَاوَاتِ۔

علماء تین طرح کے ہیں: ایک وہ جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے (ذاتی زندگی حاصل کی)، سو وہ خوش بخت ہے۔ دوسرا وہ جو علم رکھتا ہے مگر عمل نہیں کرتا، سو وہ بدبخت ہے۔ تیسرا وہ جو علم رکھتا ہے، عمل بھی کرتا ہے اور دوسروں کو تعلیم بھی دیتا ہے (گرد و نواح کو زندہ کرتا ہے)، پس یہ وہ ہے جسے آسمانوں کی بادشاہت میں 'عظیم' پکارا جاتا ہے۔ (آداب السلوک وآداب المریدین)

ان روایات واقوال کو پڑھتے جائیں اور ان علامات اور نشانیوں کو شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری میں ڈھونڈتے جائیں اور سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس مردِ قلندر کے ساتھ جوڑا ہے کہ جس کی شخصیت ایسی عالمانہ ہے کہ جو خود بھی اپنے علم سے زندہ ہوئے ہیں۔۔۔ ان کے افکار بھی زندہ ہیں۔۔۔ اور ان کا ہر ہر لمحہ زندہ ہے۔۔۔ اور پھر وہ فقط اپنی ذات میں زندہ نہیں ہیں بلکہ انہوں نے اہلِ پاکستان کو شعورِ قرآن، شعورِ سنتِ مصطفی ﷺ، شعورِ آئین اور شعورِ حقوق دیا۔۔۔ انہوں نے عالمی سطح پر دردِ انسانیت کا شعور دیا۔۔۔ عالمِ مغرب میں اسلام کی حقیقی تعلیمات کو شعور دیا۔ انہوں نے اپنے علم اور اپنے کام سے لاکھوں لوگوں کو زندہ کر دیا۔ وہ نوجوان جو دہشت گردی کی راہ پر چلے گئے تھے اور جو انتہا پسندی کے شکار ہو گئے تھے، ان کو واپس آقا ﷺ کی محبت اور امن کے پیغام سے وابستہ کیا۔

حقیقی عالم وہی ہوتے ہیں جو خود بھی زندہ ہیں اور

جو ان سے جڑ جاتا ہے، اسے بھی زندہ کر دیتے ہیں

تحریکِ منہاج القرآن کے رفقاء و وابستگان کے قلوب اور ضمیر اس لیے زندہ ہیں کہ وہ ایک ایسی شخصیت کے ساتھ وابستہ ہیں جن کے علم نے نہ صرف انھیں عرب و عجم میں زندہ رکھا ہے بلکہ ان سے وابستہ ہر شخص زندہ ہے۔ اس لیے کہ وہ ملکِ پاکستان، امتِ مسلمہ اور اسلام کے احیاء و تجدید کے لیے ہر محاذ پر مصروفِ عمل ہے۔ وہ اکثریت کی طرح حالات سے سمجھوتہ کیے ہوئے نہیں ہے بلکہ ہر میدان

میں اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔

لوگ جب انھیں تجدید و احیاء دین اور مصطفوی معاشرے کے قیام کے لیے سر گرداں دیکھتے ہیں تو پوچھتے ہیں کہ تمہیں کیا ہوا ہے۔۔۔؟ تم بے چین و بے قرار کیوں ہو۔۔۔؟ انھیں معلوم نہیں کہ ہمارا ساتھ یہ ماجرا اس لیے ہوا ہے کہ ہم اس مردِ کامل کے ساتھ جڑے ہیں جو خود بھی زندہ ہے، جس کا اپنا ضمیر زندہ ہے اور جب سے ہم اس کے ساتھ جڑے ہیں، ہمارا ضمیر بھی زندہ ہو گیا ہے۔۔۔ جب سے ہم اس کے دامن سے لگے ہیں، ہم غیرت مند ہو گئے اور غیور ہو گئے ہو۔۔۔ اب ہم اپنی جانوں کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ اپنے سے پہلے تاجدارِ کائنات ﷺ کی امت کے بارے میں سوچتے ہیں۔۔۔ اپنے سے پہلے پاکستان کی عوام اور غریبوں کے حقوق کے بارے میں سوچتے ہیں۔ ہم میں اور باقیوں میں یہی فرق ہے کہ ہم زندہ ہیں اور باقیوں میں بھی زندگی کی رمق پھونکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اس بات کو یوں سمجھیں کہ جب پورا کا پورا شہر ہی مُردوں کا ہو تو ان کے درمیان موجود چند زندہ افراد کی موجودگی عجیب لگتی ہے۔ اگر کسی قبرستان میں چند زندہ لوگ چلے جائیں تو وہ اپنے آپ کو بڑا عجیب محسوس کریں گے، کیونکہ شہر مُردوں کا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی اپنے گھر میں ہی اپنے مُردوں کو دفنانے لگے تو عجیب لگے گا۔ پس جہاں زندگی ہوتی ہے وہاں مُردے دفن نہیں کیے جاتے، اور جہاں مُردے بستے ہوں وہاں زندگی عجیب لگتی ہے۔ اس 25 کروڑ کی آبادی میں ہم عجیب اس لیے ہیں کہ مُردوں کے شہر میں زندہ لوگ عجیب نظروں سے ہی دیکھے جاتے ہیں۔

ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مُردوں کی بستی میں ہمیں زندہ رکھا ہے۔۔۔ جہاں پر لوگوں کے ضمیر مر گئے ہیں، وہاں ہمارے ضمیر زندہ ہیں۔۔۔ جہاں پر ایمان فروخت ہوتا ہے، وہاں ہم اپنے ایمان کے محافظ ہیں۔۔۔ اور جہاں پر لوگ اب حرام کھانے پر بھی فخر محسوس کرتے ہیں، ہم آج بھی حرام کو حرام سمجھتے ہیں۔ یہ اس 'چھاؤنی' اور قلعہ کا اثر ہے جس کی حفاظت کے حصار کے اندر ہم رہتے ہیں۔ اچھی صحبت و سنگت کی چھاؤنی و قلعہ میں رہنے والے ہی مضبوط ایمان والے ہوتے ہیں۔

تجدید و احیائے دین کے لیے کوششیں کرنے والوں پر ہونے والے انعاماتِ الٰہیہ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری وہ شخصیت ہیں جنھوں نے اپنی زندگی کو اللہ کی مخلوق کی خاطر، اللہ کے دین کی خاطر اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر وقف کر دیا ہے۔ جب کوئی بندہ ایسا کرتا ہے تو پھر اس کی اپنی کوئی زندگی نہیں رہتی بلکہ پھر اس کا جینا مرنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہو جاتا ہے۔

امام غزالی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جو اپنی زندگی کو کاملاً اللہ کی مخلوق کے نام کر دیتے ہیں اور اللہ

اور اس کے رسول ﷺ کے لیے وقف ہو جاتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ انھیں دنیا اور آخرت میں عظمتیں عطا فرماتا ہے۔ آخرت کی عظمتیں آخرت میں دیکھنے والے دیکھیں گے لیکن جو عظمتیں اس دنیا میں ہمیں نظر آتی ہے، آیئے ان کا مطالعہ کرتے ہیں اور پھر دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کیا کچھ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو عطا فرما رکھا ہے۔ اور یہی ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے:

۱۔ پہلی خصوصیت اور عظمت یہ ہے کہ اللہ رب العزت اس بندے کا ذکر اپنی زبان سے خود فرمانے لگ جاتا ہے۔ قابلِ غور امر یہ ہے کہ جس کا ذکر اور جس کے چرچے آسمانوں میں ہونے لگ جائیں تو اسے ان دنیا والوں کے نعروں اور ان باتوں کی کوئی پرواہ نہیں رہتی۔

حدیثِ قدسی میں ہے:

فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي، وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ۔

پس اگر وہ (بندہ) مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اپنے نفس (شان کے مطابق) میں یاد کرتا ہوں، اور اگر وہ مجھے کسی جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس سے بہتر جماعت (فرشتوں) میں یاد کرتا ہوں۔ (صحیح بخاری، رقم: ۷۴۰۵)

اس دنیا میں اگر صدر، وزیر اعظم، وزیر اعلیٰ، ایم این اے یا دنیاوی اعلیٰ منصب پر فائز کوئی شخص کسی عام آدمی کا نام اپنی زبان سے لے تو اس شخص کے جوش اور خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔ تو ذرا سوچیے کہ جب وہ خالقِ کائنات کسی کا نام اپنی مجلس میں لینے لگ جائے تو اس شخص پر اللہ کے فضل و کرم کا عالم کیا ہو گا۔

۲۔ دوسری عظمت اُسے یہ دی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس خاص بندے کے تمام امور کی تدبیر خود فرمانے لگ جاتا ہے۔

سوال کیا جاتا ہے کہ 45 سال میں شیخ الاسلام اور تحریکِ منہاج القرآن کا نیٹ ورک 100 ممالک میں کیسے پھیل گیا۔۔۔؟ اتنے کم عرصہ میں اتنی کتابیں کیسے تحریر فرما دیں۔۔۔؟ اتنے خطابات کیسے فرما دیے۔۔۔؟ سیکڑوں ادارہ جات کیسے قائم فرما دیے۔۔۔؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو بندہ اللہ کا ہو جاتا ہے، اس کے امور کی تدبیر بھی خود اللہ ہی کرتا ہے اور جب اللہ تدبیر کرے تو اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں ہوتی۔

پس دنیا کے معاملات پر پریشان نہ ہوا کریں، یہاں کبھی کچھ ملتا ہے اور کبھی کچھ نہیں ملتا۔ صرف اس پر یقین رکھا کریں کہ تدبیر کرنے والا اللہ ہے۔ جب اس بات پر یقین ہے کہ ہمارا قائد ''اُس'' کا ہے تو اس بات پر بھی یقین رکھا کریں کہ پھر معاملات کی تدبیر بھی اللہ خود فرماتا ہے۔

۳۔ تیسرا انعام یہ عطا کیا جاتا ہے کہ ایسے بندے کے رزق کا کفیل بھی اللہ خود ہو جاتا ہے۔ اللہ اسے رزق کے حوالے سے بھی پریشان نہیں رہنے دیتا۔

۴۔ چوتھا انعام اس بندے پر یہ ہوتا ہے کہ اللہ اپنے اس بندے کا خود مددگار بن جاتا ہے۔ کوئی اس کی مدد کرے یا نہ کرے، اللہ اس کا مددگار بن جاتا ہے۔

۵۔ پانچواں انعام یہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس سے محبت ہو جاتی ہے۔

۶۔ چھٹا انعام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کی ہمتیں بلند کر دیتا ہے۔

اس انعام و عظمت کے تناظر میں شیخ الاسلام کی ہمتوں کا جائزہ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں کیسی ہمتیں عطا کی ہیں کہ سارا زمانہ ایک طرف ہو پھر بھی وہ حق بات پر ڈٹ جاتے ہیں اور کسی جابر و قاہر سے ٹکر لینے سے گریز نہیں کرتے۔ وہ خود تو باہمت ہیں لیکن انہوں نے اپنے چاہنے والوں کو بھی ہمت عطا کر دی ہے۔ رفقاء و کارکنانِ تحریک بڑے سے بڑے کی نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر بات کر سکتے ہیں اور اس کے سامنے حق کی بات پر ڈٹ سکتے ہیں۔ کارکنان میں یہ ہمتیں کہاں سے آئیں؟ یہ انھیں ان کے قائد نے دی ہیں اور اس قائد کو یہ ہمتیں اللہ رب العزت نے دی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خود فرما رہا ہے کہ جو میرا ہو جاتا ہے تو پھر میں اس کی ہمتیں بلند کر دیتا ہوں۔

۷۔ ساتواں انعام اللہ تعالیٰ اس بندے کو یہ عطا فرماتا ہے کہ اسے غنائے قلب دے دیتا ہے۔ پھر وہ بندہ بے نیاز ہو جاتا ہے اور اسے کسی کی پرواہ نہیں ہوتی۔ وہ صرف وہی کرتا ہے جو حق اور سچ ہے۔ وہ اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ مخالفتیں ہوں گی بلکہ وہ اپنی جان داؤ پر لگا کر بھی ہمیشہ حق بات کہتا ہے۔

۸۔ آٹھویں عظمت یہ ملتی ہے کہ اللہ اسے نورِ قلب عطا فرما دیتا ہے۔ اس نور سے اس کو بصیرت نصیب ہو جاتی ہے اور پھر اس بصیرت سے وہ Vision نصیب ہوتا ہے کہ سارا زمانہ جو نہیں دیکھ پاتا مگر وہ مردِ قلندر اسے دیکھ لیتا ہے۔

۹۔ نویں عظمت اس کے نصیب میں یہ آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں اپنے اس بندے کی ہیبت اور رعب قائم کر دیتا ہوں۔

شیخ الاسلام نے منہاج القرآن انٹرنیشنل کی بنیاد 1980ء میں رکھی۔ اس وقت آپ کی عمر 29 سال تھی۔ اس زمانے میں بھی آپ جہاں تشریف لے جاتے، بڑے سے بڑے علماء و مشائخ، حکمران، سیاستدان سب دل میں آپ کا احترام رکھتے تھے۔ کیوں؟ اللہ تعالیٰ اس راز سے خود پردہ اٹھا رہا ہے کہ جو میرا ہو جاتا ہے، اس کا رعب میں لوگوں کے دلوں میں قائم کر دیتا ہوں۔

۱۰۔ دسواں انعام اللہ تعالیٰ یہ عطا فرماتا ہے کہ اپنے ایسے محبوب بندوں کے لیے مخلوق کے دلوں میں بھی محبت پیدا کر دیتا ہے۔

۱۱۔ گیارہواں انعام اُسے یہ دیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ روئے زمین کی ہر چیز خواہ وہ دریا ہوں، صحرا ہوں، ہوا ہو، اپنے ایسے بندوں کے لیے مسخر فرما دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وحشی جانوروں کو بھی اپنے اس بندے کا مطیع کر دیتا ہے۔

۱۲۔ بارہواں انعام و عظمت اُسے یہ دی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے زمین کے خزانے عطا فرماتا ہے۔ دیکھنے میں کچھ بھی نہ ہو، مالی استطاعت نہ ہو، پھر بھی اللہ تعالیٰ غیب سے یوں خزانے عطا فرماتا ہے کہ محدود مدت کے اندر سارے زمانے میں منہاج القرآن کے نیٹ ورک بن جاتے ہیں۔ دیکھنے میں کوئی بڑا مالدار منہاج القرآن کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ سب محنت مزدوری کرنے والے مڈل اور لوئر طبقہ کے لوگ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ یوں کام کرواتا ہے کہ دنیا بھر میں تحریکِ منہاج القرآن کے ادارے بن جاتے ہیں۔

۱۳۔ تیرہواں انعام یہ ہے کہ اپنے اس بندے کو اللہ تعالیٰ ایسی وجاہت عطا فرماتا ہے کہ مخلوقِ خدا پھر اس کا وسیلہ ڈھونڈتی پھرتی ہے۔

۱۴۔ چودھواں انعام اور عظمت یہ ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کی دعا کو تاثیر عطا کر دیتا ہے۔ وہ جو بھی دعا اللہ کے حضور کرتا ہے اور جس بندے کے لیے اس کی بارگاہ میں سفارش کرتا ہے، اللہ اسے قبول کر لیتا ہے۔

آج ہم اپنے محبوب قائد مجدد المئة الحاضرۃ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی ولادت کی سالگرہ کی خوشیاں منا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کتنی عظیم شخصیت ہمیں عطا فرمائی۔ اس پر مسرت موقع پر ہمیں عہد کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عظیم شخصیت کے ذریعے ہمیں منہاج القرآن کی صورت میں جو قلعہ عطا فرمایا ہے ہم سب کو اس قلعہ میں استقامت اور ثابت قدمی کے ساتھ رہنا ہے۔ ہم جب ایک نیک بندے کے قلعہ میں آبیٹھے ہیں تو اب صرف بیٹھنا نہیں ہے بلکہ کچھ کام بھی کرنا ہے۔ اپنے ایمان کی حفاظت کرنی ہے۔۔۔ اسلام کی حفاظت کرنی ہے۔۔۔ اپنے اندر اسلام کی اقدار کو بیدار کرنا اور ان کی حفاظت کرنی ہے۔ مخلوق کا درد بانٹنا ہے اور ان کا ہم سفر ہونا ہے۔۔۔ ان کو راہِ ہدایت دکھانی اور ان میں شعور بیدار کرنا ہے۔۔۔ ان کے اندر احساس جگانا اور انہیں بھی زندہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں زندہ بنایا ہے تو ہم نے مخلوق کو زندہ کرنا ہے۔۔۔ ان کے شعور اور ضمیر کو زندہ کرنا ہے۔۔۔ ان کی زمین پر دستک دینی اور انھیں جھنجھوڑنا ہے اور انھیں حق و باطل کے درمیان فرق سمجھاتے رہنا ہے۔

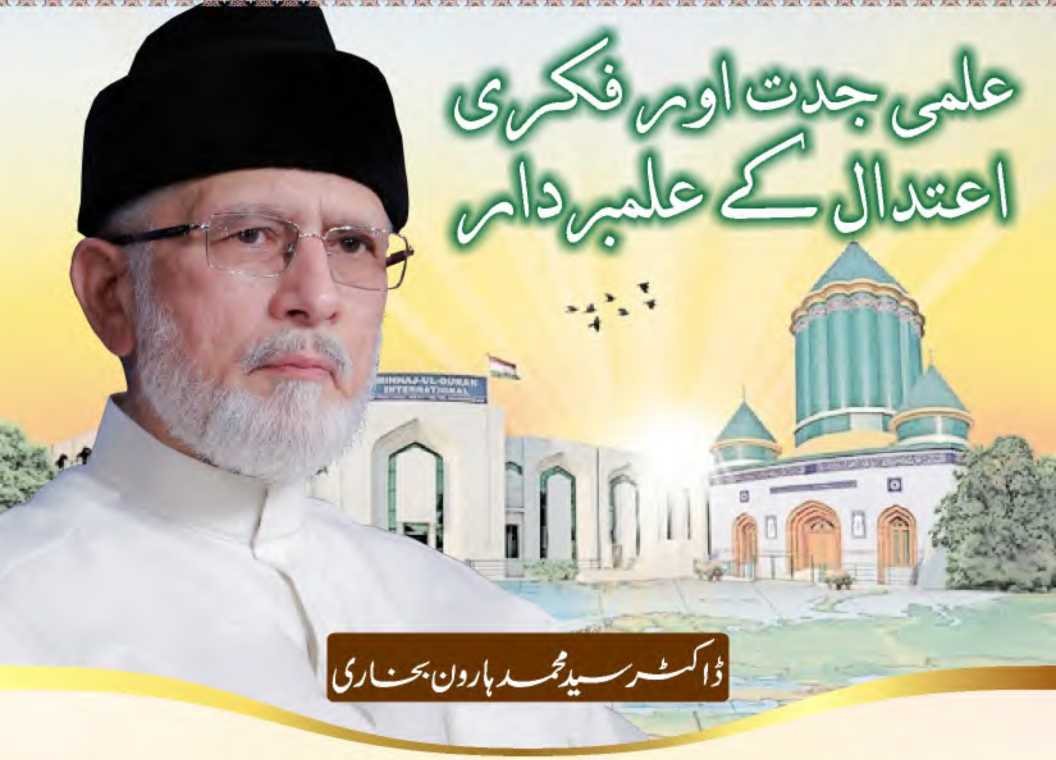

علمی جدت اور فکری اعتدال کے علمبردار

ڈاکٹر سید محمد ہارون بخاری

تاریخِ انسانی کی یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ جب بھی علم، فکر اور عمل کے درمیان توازن باقی رہا، تہذیبیں فروغ پاتی رہیں اور جب یہ توازن بگڑا تو انحطاط نے جنم لیا۔ بالخصوص اسلامی تاریخ میں علم محض معلومات کا نام نہیں رہا بلکہ یہ ایک زندہ، متحرک اور ہمہ جہت نظامِ فکر رہا ہے جس میں عقل و وحی، روایت و اجتہاد، نص و مقصد اور فرد و معاشرہ سب ایک مربوط کلیت میں سمٹے ہوئے تھے۔ یہی وہ توازن ہے جسے ہم علمی جدت اور فکری اعتدال کے امتزاج سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

آج کی مسلم دنیا ایک عجیب فکری دوراہے پر کھڑی ہے۔ ایک طرف وہ جمود ہے جو روایت کو زندگی سے کاٹ کر محض تقدیس کے خول میں بند کر دیتا ہے اور دوسری طرف وہ بے مہار جدت ہے جو روایت سے رشتہ توڑ کر فکری انتشار کو جنم دیتی ہے۔ ان دونوں انتہاؤں کے درمیان جو راستہ صدیوں تک امت کو وحدت، استحکام اور فکری بالیدگی عطا کرتا رہا، وہی راستہ آج سب سے زیادہ نظر انداز ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں علمی جدت اور فکری اعتدال بطور ایک منہاج (Methodology) ہماری توجہ کا مرکز بنتے ہیں۔

ایسے دور میں جب مذہبی بیانیہ یا تو شدت، جذبات اور تکفیر کی زبان میں ڈھل رہا ہے، یا پھر اپنی فکری شناخت کھو کر محض دفاعی معذرت نامہ بنتا جا رہا ہے، وہاں کسی ایسی علمی شخصیت کا مطالعہ ناگزیر

ہو جاتا ہے جس نے نہ صرف روایت کو سنبھالا بلکہ اسے عصرِ حاضر سے ہم کلام بھی کیا۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی علمی و فکری کاوشیں اسی تناظر میں ایک منظم، مربوط اور باوقار اسلامی بیانیے کی صورت سامنے آتی ہیں۔

یہ مضمون کسی فرد کی مدح سرائی نہیں بلکہ ایک فکری منہاج کے تعارف کی کوشش ہے؛ ایک ایسے منہاج کی جس میں علم جامد نہیں، فکر منقطع نہیں اور دین زندگی سے متصادم نہیں بلکہ اس کی رہنمائی کرنے والا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام کو محض ایک عالم، محقق یا خطیب کے طور پر نہیں بلکہ علمی جدت اور فکری اعتدال کے ایک ہمہ گیر نمونے کے طور پر سمجھنا ضروری ہے۔

ا۔ اسلامی علمی روایت میں جدت اور اعتدال: ایک تاریخی تناظر

اسلامی فکر کی اساس جس تصور پر قائم ہے، وہ وسطیت ہے۔ قرآن مجید نے امتِ مسلمہ کو ''اُمَّةً وَسَطًا'' قرار دے کر محض ایک اخلاقی وصف بیان نہیں کیا بلکہ ایک مکمل فکری، تمدنی اور علمی منہاج کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ وسطیت نہ جمود ہے اور نہ ہی بے سمتی، بلکہ توازن، حکمت اور مقصدیت کا نام ہے۔ اسلامی تاریخ میں علمی جدت اور فکری اعتدال اسی وسطیت کے عملی مظاہر رہے ہیں۔

اگر ہم عہدِ نبوی ﷺ اور دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا مطالعہ کریں تو ہمیں یہ حقیقت واضح طور پر نظر آتی ہے کہ نص کی پابندی کے ساتھ ساتھ حالات کے فہم، مقاصدِ شریعت کے ادراک اور انسانی ضروریات کے شعور کو بھی ملحوظ رکھا گیا۔ یہی وہ بنیاد تھی جس پر بعد کے ادوار میں فقہ، تفسیر، حدیث اور علمِ کلام کے عظیم الشان ذخائر وجود میں آئے۔ امام ابو حنیفہؒ کا قیاسی منہج، امام شافعیؒ کا اصولی نظم، امام مالکؒ کا عملِ اہلِ مدینہ پر اعتماد، اور امام احمد بن حنبلؒ کا نص پر استقامت ـــــ یہ سب دراصل ایک ہی حقیقت کے مختلف زاویے تھے: روایت کے اندر رہتے ہوئے جدت۔

اسی طرح محدثینِ کرام نے روایت کو محض نقل نہیں سمجھا بلکہ تحقیق، تنقید، جرح و تعدیل اور اصولِ روایت کے ذریعے اسے ایک سائنسی منہاج عطا کیا۔ اگر علمی جدت بدعت ہوتی تو اسماء الرجال، علل الحدیث اور مصطلحاتِ حدیث جیسے علوم کبھی وجود میں نہ آتے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی روایت خود جدت کی پرورش کرتی رہی ہے، مگر ایسی جدت جو وحی کے نور سے منقطع نہ ہو۔

بعد ازاں جب مسلم تہذیب نے مختلف ثقافتوں، فلسفوں اور تمدنوں سے واسطہ کیا تو اسلامی فکر نے یا تو انہیں کلیتاً رد نہیں کیا اور نہ ہی غیر تنقیدی طور پر قبول کیا، بلکہ ایک معتدل علمی تعامل (Critical Engagement) کو اختیار کیا۔ یونانی فلسفہ ہو یا ایرانی حکمت، ہر شے کو اسلامی

اصولوں کی کسوٹی پر پرکھا گیا۔ یہی وہ منہاج تھا جس نے فارابی، ابن سینا، غزالی اور ابن رشد جیسے نابغہ روزگار اذہان پیدا کیے۔

تاہم تاریخ کے بعض ادوار میں یہ توازن بگڑنے لگا۔ کہیں روایت کے نام پر فکر کو منجمد کر دیا گیا اور کہیں عقل کے نام پر وحی کو پس منظر میں دھکیل دیا گیا۔ اس فکری عدمِ توازن کے اثرات صرف علمی دنیا تک محدود نہ رہے بلکہ سماجی جمود، فکری انتشار اور بالآخر سیاسی زوال کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ اس تناظر میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ امت کا اصل بحران نہ جدیدیت ہے اور نہ قدامت، بلکہ اعتدال سے انحراف ہے۔

اسلامی علمی روایت ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ جدت اگر اصول سے جڑی ہو تو رحمت بنتی ہے اور روایت اگر مقصد سے کٹ جائے تو بوجھ۔ اسی تاریخی پس منظر میں جب ہم عصرِ حاضر کے فکری چیلنجز کا سامنا کرتے ہیں تو ہمیں ایک ایسے منہاج کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جو نہ ماضی پرستی کا شکار ہو اور نہ حال پرستی کا، بلکہ ماضی کی حکمت کو حال کی زبان میں منتقل کر سکے۔

یہی وہ فکری خلا ہے جسے پُر کرنے کے لیے جدید دور میں ایسے اہلِ علم کی ضرورت رہی ہے جو روایت کے امین بھی ہوں اور عصر کے شناسا بھی۔ اس مضمون کے آگے آنے والے حصوں میں ہم دیکھیں گے کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی علمی کاوشیں کس طرح اسی تاریخی تسلسل کا شعوری اور منظم اظہار ہیں اور کس طرح وہ اسلامی علمی روایت کو ایک نئے اعتماد، وسعت اور اعتدال کے ساتھ آگے بڑھاتے ہیں؟

۲۔ جدید مسلم دنیا کا فکری بحران: جمود، انتہا پسندی اور سطحیت

عصرِ حاضر کی مسلم دنیا کو اگر کسی ایک لفظ میں بیان کیا جائے تو وہ انتشار ہے — فکری انتشار، تہذیبی اضطراب اور علمی بے سمتی۔ یہ بحران محض سیاسی یا معاشی نہیں بلکہ اپنی اصل میں ایک گہرا فکری بحران ہے جس نے سوچنے کے زاویے، ترجیحات کے پیمانے اور علمی مکالمے کی زبان تک کو متاثر کیا ہے۔ اس بحران کی سب سے نمایاں علامت یہ ہے کہ مسلم معاشروں میں دین پر بات تو بہت ہو رہی ہے، مگر دین کو سمجھنے کا منہاج کمزور ہوتا جا رہا ہے۔

اس فکری بحران کی ایک بڑی وجہ وہ تاریخی صدمہ ہے جو نوآبادیاتی دور کے نتیجے میں مسلم دنیا کو لاحق ہوا۔ علمی مرکزیت کے زوال، سیاسی اقتدار کے خاتمے اور تہذیبی خود اعتمادی کے ٹوٹنے نے مسلمان ذہن کو دفاعی بنا دیا۔ چنانچہ علم کی تخلیق (knowledge production) کے بجائے

علم کی حفاظت (knowledge preservation) کو ترجیح دی گئی۔ یہ عمل اپنی جگہ قابل فہم تھا، مگر وقت گزرنے کے ساتھ یہی تحفظ پسندی جمود میں تبدیل ہو گئی۔

اس جمود کا نتیجہ یہ نکلا کہ روایت کو زندہ حقیقت کے بجائے ایک مقدس یادگار بنا دیا گیا۔ نصوص کی تلاوت تو جاری رہی، مگر ان کے مقاصد، علل اور اطلاقات پر غور کم ہوتا گیا۔ اجتہاد ایک زندہ علمی عمل کے بجائے ایک بند باب کے طور پر پیش کیا جانے لگا۔ یوں دین رفتہ رفتہ زندگی کے سوالات کا جواب دینے کے بجائے خود ایک سوال بننے لگا۔

اس کے بالمقابل ایک دوسری انتہا نے جنم لیا جسے جدیدیت کے نام پر پیش کیا گیا۔ مغربی فکری غلبہ کے زیرِ اثر بعض حلقوں نے اسلامی روایت کو ایک بوجھ سمجھ کر ترک کرنا شروع کر دیا۔ یہاں جدت روایت کی توسیع نہیں بلکہ اس کی نفی بن گئی۔ نتیجتاً دین کو یا تو محض روحانی تجربہ بنا دیا گیا یا پھر اخلاقی نصیحتوں تک محدود کر دیا گیا۔ اس طرزِ فکر میں نہ اصول کی مضبوطی تھی اور نہ ہی تہذیبی تسلسل کی کوئی صورت۔ یوں مسلم دنیا ایک عجیب فکری دوئی (Dichotomy) کا شکار ہو گئی:

ایک طرف وہ ذہن جو ہر نئے سوال کو بدعت کہہ کر رد کرتا ہے اور دوسری طرف وہ ذہن جو ہر روایت کو دقیانوس قرار دے کر مسترد کر دیتا ہے۔ ان دونوں کے درمیان جو متوازن راستہ تھا—جس پر صدیوں تک اسلامی فکر نے سفر کیا—وہ دھندلا گیا۔

اس فکری عدمِ توازن کا سب سے خطرناک اظہار انتہاپسندی کی صورت میں سامنے آیا۔ جب دین کو اس کے جامع اخلاقی، روحانی اور مقاصدی تناظر سے کاٹ کر محض چند جزوی نصوص تک محدود کر دیا جائے تو شدت جنم لیتی ہے۔ ایسی شدت جو اختلاف کو کفر، تنوع کو گمراہی اور اجتہاد کو بغاوت سمجھتی ہے۔ یہ انتہاپسندی محض ایک فکری خرابی نہیں بلکہ ایک سماجی اور انسانی المیہ ہے جس نے اسلام کے عالمی تشخص کو بھی نقصان پہنچایا۔

دوسری جانب ایک اور کم توجہ دی جانے والی مگر نہایت گہری بیماری سطحیت ہے۔ جدید ذرائع ابلاغ، سوشل میڈیا اور فوری مقبولیت کے کلچر نے مذہبی گفتگو کو سنجیدہ علمی محنت کے بجائے نعرے، اقتباسات اور جذباتی بیانات تک محدود کر دیا ہے۔ علم کو وقت، ریاضت اور تسلسل درکار ہوتا ہے، جبکہ آج کا مذہبی بیانیہ اکثر فوری تاثر اور وقتی داد کا اسیر بن چکا ہے۔ اس سطحیت نے نہ صرف عوام کو بلکہ بعض اہلِ علم کو بھی متاثر کیا ہے۔

اس پوری صورتِ حال میں ایک بنیادی سوال بار بار سامنے آتا ہے:

کیا اسلام واقعی عصرِ حاضر کے پیچیدہ فکری، سماجی اور تہذیبی مسائل کا جواب نہیں رکھتا، یا ہم نے اس کے فہم کا درست منہاج کھو دیا ہے۔۔۔؟

تاریخِ اسلام اس بات کی شاہد ہے کہ مسئلہ دین میں کمی کا نہیں بلکہ فہمِ دین میں عدمِ توازن کا ہے۔ جب عقل اور وحی میں تصادم پیدا کیا جائے، جب روایت اور زمانے کو ایک دوسرے کا دشمن سمجھا جائے اور جب مقصد کے بجائے صورت کو اصل بنالیا جائے تو فکری بحران ناگزیر ہو جاتا ہے۔

اسی لیے آج کی سب سے بڑی ضرورت کسی نئے دین یا نئے متن کی نہیں بلکہ ایک متوازن فکری منہاج کی بازیافت ہے—ایسا منہاج جو روایت کی جڑوں سے جڑا ہو مگر حال کی زمین میں سانس لیتا ہو۔۔۔ جو عقل کو وحی کے تابع رکھے مگر معطل نہ کرے۔۔۔ اور جو اختلاف کو رحمت اور تنوع کو وسعت سمجھے۔

یہ وہ فکری خلا ہے جس نے مسلم دنیا کو نظریاتی قیادت سے محروم کر رکھا ہے۔ ایسے میں جب ہم کسی معاصر علمی شخصیت کی طرف رجوع کرتے ہیں تو اصل سوال یہ نہیں ہوتا کہ انہوں نے کتنا کہا، بلکہ یہ ہوتا ہے کہ انہوں نے کس منہاج سے کہا۔ آگے آنے والے حصے میں ہم اسی زاویے سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی فکری تشکیل اور علمی پس منظر کا جائزہ لیں گے، تاکہ یہ سمجھا جاسکے کہ ان کی فکر اس بحران کا جواب کیسے بنتی ہے۔۔۔؟

۳۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری: فکری تشکیل اور علمی پس منظر

کسی بھی علمی شخصیت کو سمجھنے کے لیے محض اس کی تصانیف، خطابات یا تنظیمی کردار کا جائزہ کافی نہیں ہوتا، بلکہ اصل سوال یہ ہوتا ہے کہ اس فکر کی تشکیل کن علمی، روحانی اور تہذیبی عناصر کے امتزاج سے ہوئی۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی فکری تشکیل بھی اسی ہمہ جہت تناظر کی طالب ہے، کیونکہ ان کی فکر نہ کسی ایک مکتبِ فکر کی محدود تعبیر ہے اور نہ کسی وقتی ردِ عمل کا نتیجہ، بلکہ یہ ایک طویل علمی سفر، مسلسل فکری ریاضت اور عمیق روحانی شعور کا حاصل ہے۔

(ا) کلاسیکی اسلامی علوم

ان کی علمی تشکیل کا پہلا نمایاں پہلو کلاسیکی اسلامی علوم میں مضبوط جڑیں ہیں۔ قرآن فہمی، حدیث شناسی، فقہ اور اصولِ فقہ جیسے بنیادی علوم میں گہری دسترس نے ان کی فکر کو وہ استحکام عطا کیا جو کسی بھی سنجیدہ علمی کاوش کے لیے ناگزیر ہوتا ہے۔ یہ محض نصوص کی واقفیت نہیں بلکہ نصوص کے باہمی ربط، ان

کے تاریخی سیاق، اوران کے مقاصدی افق کو سمجھنے کی صلاحیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریر اور تقریر میں روایت کبھی جامد نہیں دکھائی دیتی بلکہ ایک زندہ اور متحرک حقیقت کے طور پر جلوہ گر ہوتی ہے۔

(۲) جدید علمی روایت اور شعوری مکالمہ

شیخ الاسلام کی فکری انفرادیت صرف کلاسیکی علوم تک محدود نہیں رہتی۔ ان کی علمی تربیت کا دوسرا اہم پہلو جدید علمی روایت سے شعوری مکالمہ ہے۔ فلسفہ، قانون، سیاسیات، سماجیات اور جدید ریاستی تصورات سے آگاہی نے ان کی فکر کو عصری سوالات کے لیے قابلِ مخاطب بنایا۔ وہ جدید دنیا کو محض ایک مخالف تہذیب کے طور پر نہیں دیکھتے بلکہ ایک فکری چیلنج کے طور پر سمجھتے ہیں، جس کا جواب جذبات سے نہیں بلکہ علم سے دیا جا سکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریروں میں جدید اصطلاحات، معاصر مسائل اور عالمی تناظر اس طرح شامل ہوتے ہیں کہ نہ روایت کی روح مجروح ہوتی ہے اور نہ جدید ذہن اجنبیت محسوس کرتا ہے۔ یہ توازن دراصل اس شعور کا مظہر ہے کہ دین کا پیغام آفاقی ہے، مگر اس کی تعبیر ہر دور میں علمی بصیرت کی متقاضی ہوتی ہے۔

(۳) روحانی تربیت اور باطنی شعور

شیخ الاسلام کی فکری تشکیل میں ایک نہایت اہم عنصر روحانی تربیت اور باطنی شعور ہے۔ اسلامی روایت میں علم اور روحانیت کو کبھی جدا نہیں سمجھا گیا اور ان کی شخصیت اسی متوازن روایت کی آئینہ دار ہے۔ ان کے ہاں علم محض ذہنی سرگرمی نہیں بلکہ اخلاقی تزکیہ اور قلبی بالیدگی کا ذریعہ ہے۔ یہی باطنی پہلو ان کی فکر کو محض تجزیہ نہیں رہنے دیتا بلکہ اس میں خیر خواہی، دردِ امت اور انسانی ہمدردی کی کیفیت پیدا کرتا ہے۔

(۴) انسانی شخصیت کا جامع فہم

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی فکر کا ایک نمایاں وصف انسانی شخصیت کے جامع فہم کی جھلک ہے۔ وہ انسان کو محض ایک قانونی یا سماجی اکائی کے طور پر نہیں دیکھتے بلکہ ایک اخلاقی، روحانی اور شعوری وجود کے طور پر سمجھتے ہیں، جس کے باطن اور ظاہر، عقل اور جذبہ، فرد اور معاشرہ—سب ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ یہی جامع تصور انہیں یک رُخی شدت یا سطحی اصلاح سے محفوظ رکھتا ہے۔

(۵) بین المسالک و بین المذاہب شعور

ان کی فکری تشکیل میں ایک اور نمایاں عنصر بین المسالک اور بین المذاہب شعور ہے۔ اختلاف کو وہ تصادم نہیں بلکہ تنوع سمجھتے ہیں، بشرطیکہ اس کی بنیاد علم، احترام اور اصول پر ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی

گفتگو میں نہ مسلکی تنگ نظری ہے اور نہ فکری ہیجان، بلکہ ایک پختہ اعتماد کے ساتھ اپنے موٴقف کی پیش کش ملتی ہے۔ یہ اعتماد اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب آدمی روایت کو جانتا بھی ہو اور اس پر مطمئن بھی ہو۔

یہاں یہ نکتہ بھی قابلِ توجہ ہے کہ شیخ الاسلام کی فکر کسی ایک دائرے میں مقید نہیں رہی۔ ان کی علمی تشکیل نے انہیں محض مدرسہ یا جامعہ تک محدود نہیں رکھا بلکہ عوامی منبر، عالمی فورمز اور علمی مجالس—ہر جگہ ان کی فکر ایک ہی اصولی تسلسل کے ساتھ سامنے آتی ہے۔ یہ تسلسل اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کی فکر وقتی حالات کے تابع نہیں بلکہ ایک منظم منہاج پر قائم ہے۔

یوں کہا جا سکتا ہے کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی فکری تشکیل تین مضبوط ستونوں پر استوار ہے:

روایت کی گہری معرفت، عصر کی شعوری آگاہی اور روحانی و اخلاقی توازن۔ انہی عناصر کے امتزاج نے ان کی شخصیت کو محض ایک عالم نہیں بلکہ ایک فکری رہنما بنایا ہے—ایسا رہنما جو ماضی سے منقطع نہیں، حال سے بے خبر نہیں اور مستقبل سے خوف زدہ نہیں۔

۴۔ علمی جدت کا منہاج: اصول، مقاصد اور عملی اظہار

آیئے! اب ہم اس فکری تشکیل کے عملی اظہار کا جائزہ لیتے ہیں کہ علمی جدت شیخ الاسلام کے ہاں کس منہاج، کن اصولوں اور کن نمایاں علمی کاوشوں کے ذریعے ظہور پذیر ہوتی ہے؟

اسلامی علمی روایت میں جدت ہمیشہ ایک نازک مگر ناگزیر تقاضا رہی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں بہت سے اذہان یا تو احتیاط کے نام پر رک جاتے ہیں یا جرأت کے نام پر حد سے آگے نکل جاتے ہیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی فکری عظمت کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ انہوں نے اس نازک مقام پر توازن کو برقرار رکھا۔ ان کے ہاں جدت نہ روایت سے بغاوت ہے اور نہ ماضی کی اندھی تقلید، بلکہ روایت کی شعوری توسیع اور عصر کے سوالات سے اس کی بامعنی تطبیق ہے۔

شیخ الاسلام کے تصورِ جدت کی بنیاد اس حقیقت پر قائم ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، مگر اس کی تطبیق ہر دور میں فہمِ عصر کی متقاضی ہوتی ہے۔ نصوص اپنی جگہ ثابت ہیں، مگر انسانی معاشرہ، ریاستی ڈھانچے، سماجی تعلقات اور فکری سوالات مسلسل تغیر پذیر رہتے ہیں۔ چنانچہ جدت دراصل نص میں تبدیلی نہیں بلکہ نص کے فہم اور نفاذ میں تجدید کا نام ہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جسے نظر انداز کر کے بعض حلقے ہر نئی بات کو بدعت کہہ دیتے ہیں اور بعض ہر قدیم اصول کو غیر متعلق قرار دے دیتے ہیں۔

(۱) اجتہاد کی بحالی

شیخ الاسلام کے ہاں علمی جدت کا پہلا اصول اجتہاد کی بحالی ہے، مگر ایسا اجتہاد جو علمی ضابطوں، اصولِ فقہ اور مقاصدِ شریعت کے دائرے میں ہو۔ وہ اجتہاد کو نہ تو چند افراد کی ذاتی رائے تک محدود کرتے ہیں اور نہ ہی اسے ایک بند باب مانتے ہیں، بلکہ اسے امت کی اجتماعی علمی ذمہ داری کے طور پر دیکھتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں اجتہاد ہمیشہ ایک منظم فکری عمل کے طور پر سامنے آتا ہے، جس میں نص، عقل، عرف اور مصلحت سب کو ان کے جائز مقام پر رکھا جاتا ہے۔

(۲) فقہ المقاصد کی شعوری تطبیق

ان کے منہاجِ جدت کا دوسرا اہم پہلو فقہ المقاصد کی شعوری تطبیق ہے۔ شریعت کے مقاصد—حفظِ دین، حفظِ جان، حفظِ عقل، حفظِ نسل اور حفظِ مال—ان کے فکری نظام میں محض نظری تصورات نہیں بلکہ عملی رہنما اصول ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دینی احکام کو انسانی فلاح، سماجی عدل اور اخلاقی توازن سے جوڑ کر پیش کرتے ہیں۔ اس زاویے سے دیکھیں تو ان کی علمی جدت دراصل شریعت کی روح کو اس کے زمانی مظاہر میں زندہ کرنے کی کوشش ہے۔

(۳) حدیث اور عصرِ حاضر کا تحقیقی معیار

حدیث کے میدان میں ان کی علمی کاوشیں اس منہاج کی عملی مثال ہیں۔ ذخیرۂ حدیث کی جامع تحقیق، اس کے تاریخی و اصولی پہلوؤں کا احاطہ اور روایت و درایت کے امتزاج نے حدیث فہمی کو ایک نئے اعتماد کے ساتھ پیش کیا۔ یہاں جدت کا مطلب کسی روایت کو کمزور کرنا نہیں بلکہ حدیثی علم کو عصرِ حاضر کے تحقیقی معیارات کے ساتھ ہم آہنگ کرنا ہے، تاکہ نہ صرف اہلِ علم بلکہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ بھی اس ذخیرہ کی علمی عظمت کو سمجھ سکے۔

(۴) عصری موضوعات پر دینی فکر کی تشکیل

شیخ الاسلام کے ہاں علمی جدت کا ایک نمایاں مظہر عصری موضوعات پر دینی فکر کی تشکیل ہے۔ دہشت گردی، انتہاپسندی، ریاست اور شہری حقوق، آئینی نظم، عالمی امن اور بین الاقوامی تعلقات جیسے موضوعات پر ان کی تحریریں اس بات کی گواہ ہیں کہ دین جدید دنیا کے مسائل سے لاتعلق نہیں۔ وہ ان موضوعات پر نہ جذباتی نعرے لگاتے ہیں اور نہ سطحی فتوے دیتے ہیں، بلکہ ایک منظم علمی بیانیہ تشکیل دیتے ہیں جو نص، تاریخ اور عصری حقائق—تینوں سے مکالمہ کرتا ہے۔ یہی منہاج انہیں اس رویے سے ممتاز کرتا ہے جس میں جدت محض مغرب سے درآمد شدہ تصورات کی دینی توجیہ بن کر رہ جاتی ہے۔ شیخ الاسلام کے ہاں مغربی فکر سے تعامل ضرور ہے، مگر وہ تعامل تنقیدی اور انتخابی ہے۔ وہ ہر

نئی چیز کو قبول نہیں کرتے اور ہر پرانی چیز کو رد نہیں کرتے، بلکہ ہر تصور کو اسلامی اصولوں کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں۔ یہی رویہ علمی خود اعتمادی کی علامت ہے۔

(۵) اسلوبِ بیان

علمی جدت کے باب میں ایک اور اہم نکتہ اسلوبِ بیان ہے۔ شیخ الاسلام کی تحریر اور تقریر دونوں میں یہ بات نمایاں ہے کہ وہ پیچیدہ علمی مباحث کو بھی ایک منظم، واضح اور قابلِ فہم انداز میں پیش کرتے ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے ہاں علم عوام سے کٹا ہوا نہیں بلکہ رہنمائی کے لیے ہے۔ جدت یہاں اسلوب میں بھی ہے اور مقصد میں بھی— مگر اصول کے دائرے میں۔

یوں کہا جاسکتا ہے کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا منہاجِ علمی جدت ایک ایسا راستہ ہے جو روایت کی بنیاد پر کھڑا ہے، مگر اس کی نگاہ مستقبل پر ہے۔ یہ جدت نہ تو فکری انتشار پیدا کرتی ہے اور نہ ہی دینی شناخت کو مجروح کرتی ہے، بلکہ ایک ایسا متوازن اسلامی بیانیہ تشکیل دیتی ہے جو عصرِ حاضر کے سوالات کا جواب بھی ہے اور امت کے علمی ورثے کا امین بھی۔

۵۔ فکری اعتدال: انتہاؤں کے درمیان مضبوط پل

اب ہم اس جدت کے لازمی رفیق، یعنی فکری اعتدال کا جائزہ لیں گے اور یہ دیکھیں گے کہ شیخ الاسلام کے ہاں اعتدال محض ایک اخلاقی نصیحت نہیں بلکہ ایک باقاعدہ فکری اصول کس طرح بنتا ہے؟

اسلامی فکر کی تاریخ میں اعتدال ہمیشہ بقا، وسعت اور دوام کی علامت رہا ہے۔ یہ اعتدال نہ کمزوری ہے اور نہ ابہام، بلکہ وہ داخلی قوت ہے جو فکر کو انتہاؤں سے بچا کر حقیقت کے قریب رکھتی ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی فکری شناخت میں اگر کسی ایک وصف کو مرکزی حیثیت دی جائے تو وہ بلا شبہ اعتدال ہے— مگر ایسا اعتدال جو دلیل سے جنم لیتا ہے، اصول پر قائم رہتا ہے اور عمل میں ظاہر ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام کے ہاں اعتدال کسی درمیانی راستے کا اتفاقی انتخاب نہیں بلکہ قرآن و سنت سے ماخوذ ایک اصولی منہاج ہے۔ وہ اعتدال کو نہ صرف اخلاقی قدر سمجھتے ہیں بلکہ ایک مکمل فکری نظام کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی فکر میں افراط و تفریط دونوں کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔ جہاں نص کی قطعیت ہو وہاں وہ کسی مصلحت کو دلیل نہیں بناتے اور جہاں اجتہاد کی وسعت ہو وہاں جمود کو تقویٰ نہیں سمجھتے۔

(۱) تکفیر اور تفسیق سے اجتناب

فکری اعتدال کا پہلا مظہر تکفیر اور تفسیق سے اجتناب ہے۔ شیخ الاسلام کی علمی کاوشوں میں یہ بات نمایاں ہے کہ وہ اختلاف کو دائرۂ اسلام سے خارج کرنے کا ذریعہ نہیں بناتے۔ ان کے نزدیک علمی اختلاف اسلامی روایت کا حسن ہے، بشرطیکہ وہ علم، ادب اور اصول کے دائرے میں ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریروں میں سخت ترین فکری اختلاف کے باوجود زبان شائستہ، لہجہ متوازن اور مقصد اصلاح ہوتا ہے، نہ کہ اخراج۔

(۲) شدت پسندی کے خلاف واضح موقف

اسی اعتدال کا دوسرا پہلو شدت پسندی اور تشدد کے خلاف غیر مبہم موقف ہے۔ شیخ الاسلام نے انتہا پسندی کو محض ایک سیاسی مسئلہ نہیں بلکہ ایک فکری اور اخلاقی انحراف کے طور پر سمجھا اور اس کا جواب بھی اسی سطح پر دیا۔ ان کا موقف واضح ہے کہ تشدد نہ شریعت کا تقاضا ہے اور نہ ہی سنتِ نبوی ﷺ کا مظہر۔ انہوں نے دلیل، حوالہ اور اصول کے ساتھ یہ بات واضح کی کہ مذہب کے نام پر قتل و غارت دراصل دین کی روح کے خلاف ہے۔

یہ فکری اعتدال محض ردّ عمل نہیں بلکہ ایک مثبت بیانیہ ہے۔ وہ اسلام کو خوف یا جبر کے ذریعے نہیں بلکہ عدل، رحمت اور انسانی وقار کے ذریعے پیش کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک دین کا اصل پیغام انسان کو جوڑنا ہے، توڑنا نہیں؛ سنوارنا ہے، مسخ کرنا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی فکر میں امن، رواداری اور سماجی ہم آہنگی محض سیاسی نعرے نہیں بلکہ دینی اصول بن کر سامنے آتے ہیں۔

(۳) تصوف اور شریعت کا متوازن رشتہ

فکری اعتدال کا ایک نہایت اہم مظہر تصوف اور شریعت کا متوازن رشتہ ہے۔ شیخ الاسلام نہ تو تصوف کو شریعت سے آزاد روحانیت بناتے ہیں اور نہ شریعت کو خشک قانونی نظام۔ ان کے ہاں تصوف شریعت کی روح ہے اور شریعت تصوف کا ضابطہ۔ یہی توازن انسان کے باطن کی اصلاح بھی کرتا ہے اور ظاہر کو بھی سنوارتا ہے۔ اس زاویے سے ان کی فکر ایک ایسے دینی شعور کو فروغ دیتی ہے جو نہ محض رسمی ہے اور نہ ہی بے قاعدہ وجدانی۔

(۴) وحدت کا پیغام

اہلِ بیتِ اطہار سے محبت، صحابۂ کرام سے احترام اور امت کے اجتماعی تشخص کا تحفظ ـــــ یہ تینوں عناصر شیخ الاسلام کی فکری ساخت میں اس طرح ہم آہنگ ہیں کہ کسی ایک کو بلند کرنے کے لیے

دوسرے کو مجروح نہیں کیا جاتا۔ یہی وہ اعتدال ہے جس کی بدولت ان کی فکر فرقہ واریت کے بجائے وحدت کا پیغام دیتی ہے اور اختلاف کے باوجود امت کے مشترکہ سرمایے کو محفوظ رکھتی ہے۔

(۵) عملی زندگی کی رہنمائی

فکری اعتدال کا ایک اور پہلو عوام اور خواص دونوں سے خطاب کی صلاحیت ہے۔ شیخ الاسلام کا خطاب نہ تو صرف اہلِ علم کے لیے خاص ہے اور نہ عوامی سطح پر علمی وزن کھو دیتا ہے۔ یہ توازن اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کی فکر محض علمی مباحث کے لیے نہیں بلکہ عملی زندگی کی رہنمائی کے لیے ہے۔ اعتدال یہاں اسلوب میں بھی ہے اور مقصد میں بھی۔ یوں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا فکری اعتدال ایک مضبوط پل کی مانند ہے جو روایت اور عصر، عقل اور وحی، فرد اور معاشرہ اور اختلاف اور وحدت ـــــ سب کے درمیان ربط قائم کرتا ہے۔ یہی پل امت کو فکری بحران سے نکالنے کی صلاحیت رکھتا ہے، بشرطیکہ اسے سمجھا جائے اور اختیار کیا جائے۔

۶۔ شیخ الاسلام کا منہاجِ تحقیق: دلیل، حوالہ اور علمی دیانت

کسی بھی علمی شخصیت کے فکری وزن کا اصل معیار اس کے استدلال کا منہج، اس کے دلائل کی صحت اور اس کی علمی دیانت ہوتی ہے۔ خطابت وقتی تاثر پیدا کر سکتی ہے، مگر تحقیق ہی وہ بنیاد ہے جو فکر کو دوام عطا کرتی ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی علمی شناخت اسی تحقیقی وقار سے متشکل ہے، جس میں دلیل جذبات پر غالب، حوالہ قیاس پر مقدم اور دیانت مصلحت پر حاوی نظر آتی ہے۔

(۱) ماٰخذ پر اعتماد

شیخ الاسلام کے منہاجِ تحقیق کا پہلا امتیاز ماٰخذ پر غیر معمولی اعتماد اور وسعت ہے۔ ان کی تحریروں میں قرآن، حدیث، آثارِ صحابہ، اقوالِ ائمہ اور کلاسیکی مصادر محض حوالہ جاتی تزئین نہیں بلکہ استدلال کی اساس بنتے ہیں۔ وہ کسی نتیجے تک پہنچنے سے پہلے نصوص کو ان کے سیاق، شانِ ورود اور تاریخی پس منظر میں رکھتے ہیں، جس سے تحقیق سطحی اقتباس سے بلند ہو کر ایک منظم فکری تشکیل اختیار کرتی ہے۔

حدیث کے باب میں ان کی تحقیقی روش خاص طور پر قابلِ توجہ ہے۔ وہ روایت کو نہ جذباتی عقیدت کے تحت قبول کرتے ہیں اور نہ جدید شکوک کے زیرِ اثر رد کرتے ہیں، بلکہ اصولِ محدثین کے مطابق سند، متن، تعددِ طرق اور تلقی بالقبول جیسے معیارات کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا اسلوب نہ صرف کلاسیکی محدثین کی روایت سے جڑا ہوا ہے بلکہ جدید تحقیق کے تقاضوں سے بھی ہم آہنگ دکھائی دیتا ہے۔

(۲) دلائل کی ترتیب و منطق

منہاجِ تحقیق کا دوسرا نمایاں پہلو دلائل کی ترتیب اور منطق ہے۔ شیخ الاسلام کے ہاں دلیل محض دلیل نہیں بلکہ ایک فکری سفر ہوتی ہے۔ وہ قاری یا سامع کو براہِ راست نتیجے پر نہیں پہنچاتے بلکہ قدم بہ قدم مقدمات قائم کرتے ہیں، متبادل آراء کا ذکر کرتے ہیں، ان پر علمی تبصرہ کرتے ہیں اور پھر کسی نتیجے تک پہنچتے ہیں۔ یہ انداز اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کی تحقیق قائل کرنے کے لیے ہے، مرعوب کرنے کے لیے نہیں۔

(۳) اختلافی آراء کا منصفانہ بیان

ان کی علمی دیانت کا ایک روشن پہلو اختلافی آراء کا منصفانہ ذکر ہے۔ وہ اختلافی مسائل میں صرف اپنے موقف کے حق میں شواہد جمع نہیں کرتے بلکہ مخالف موقف کے دلائل کو بھی پوری وضاحت کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ اس کے بعد علمی اصولوں کی روشنی میں ترجیح قائم کرتے ہیں۔ یہی وہ طرزِ عمل ہے جو تحقیق کو مناظرہ کے اسلوب سے ممتاز کرتا ہے اور قاری کو فکری اعتماد عطا کرتا ہے۔

(۴) بین العلوم ربط

شیخ الاسلام کے منہاجِ تحقیق میں ایک اہم عنصر بین العلومی ربط بھی ہے۔ وہ دینی علوم کو جدید سماجی، قانونی اور سیاسی علوم سے الگ تھلگ نہیں رکھتے بلکہ جہاں ضروری ہو وہاں ان سے استفادہ کرتے ہیں۔ یہ ربط نہ تو دینی اصولوں کی قربانی دیتا ہے اور نہ ہی جدید علوم کو غیر تنقیدی طور پر قبول کرتا ہے۔ اس سے تحقیق میں گہرائی بھی آتی ہے اور وسعت بھی۔

(۵) حوالہ جاتی ثقافت

ایک اور نمایاں پہلو حوالہ جاتی ثقافت (Citation Culture) کا فروغ ہے۔ شیخ الاسلام کی کتب اور مقالات میں مصادر کی کثرت، حوالہ جات کی ترتیب اور اقتباسات کی وضاحت اس بات کی دلیل ہے کہ وہ علم کو ذاتی ملکیت نہیں بلکہ ایک امانت سمجھتے ہیں۔ یہ رویہ خاص طور پر اس دور میں نہایت اہم ہے جہاں مذہبی گفتگو اکثر بغیر حوالہ، بغیر تحقیق اور بغیر ذمہ داری کے کی جاتی ہے۔

یہی تحقیقی منہاج ان کی خطابت میں بھی جھلکتا ہے۔ اگرچہ عوامی خطاب میں وہ پیچیدہ اصطلاحات سے گریز کرتے ہیں، مگر دلیل، ترتیب اور اصولی ربط وہاں بھی قائم رہتا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ان کی خطابت تحقیق سے جنم لیتی ہے، نہ کہ تحقیق خطابت کے دباؤ میں تشکیل پاتی ہے۔

یوں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا منہاجِ تحقیق ایک ایسے علمی شعور کی نمائندگی کرتا ہے جس میں جرأتِ فکر بھی ہے اور احتیاطِ علم بھی؛ جس میں روایت کی پاسداری بھی ہے اور عصر کی آگاہی

بھی؛ اور جس میں اختلاف کے باوجود علمی وقار برقرار رہتا ہے۔ یہی منہاج ان کی فکر کو وقتی تاثر کے بجائے مستقل فکری اثاثہ بناتا ہے۔

۷۔ تحریک منہاج القرآن: فکر سے تحریک تک — اور تجدیدِ دین کا عصری نمونہ

علم اگر کتابوں تک محدود رہے تو وہ روایت تو بن سکتا ہے، تحریک نہیں؛ اور فکر اگر ادارہ جاتی قالب میں نہ ڈھلے تو وہ اثر تو چھوڑ سکتی ہے، تاریخ نہیں بناتی۔ اسلامی تاریخ میں وہی افکار دیرپا ثابت ہوئے جو افراد سے نکل کر اداروں، نظاموں اور تربیتی ڈھانچوں کی صورت اختیار کر گئے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی فکر کا ایک نمایاں امتیاز یہی ہے کہ وہ محض علمی تصنیفات یا خطابات تک محدود نہیں رہی بلکہ تحریک منہاج القرآن کی صورت میں ایک ہمہ گیر، منظم اور مسلسل فکری و عملی نظام میں ڈھل گئی۔

تحریک منہاج القرآن کا قیام دراصل اس شعوری ادراک کا نتیجہ تھا کہ عصرِ حاضر میں محض وعظ، درس یا وقتی اصلاح کافی نہیں، بلکہ ایک ایسی تحریک درکار ہے جو علم، تربیت، دعوت، اصلاح اور سماجی خدمت — سب کو ایک وحدت میں سمو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ منہاج القرآن کو محض ایک تنظیم کہنا اس کے دائرۂ اثر کو محدود کرنا ہوگا؛ درحقیقت یہ ایک فکری و تربیتی تحریک ہے جس کی بنیاد علم پر، روح اصلاح پر، اور مقصد امت کی فکری بازیافت پر قائم ہے۔

تحریک کے تعلیمی و تربیتی ڈھانچے میں یہ بات نمایاں ہے کہ یہاں نہ صرف معلومات کی ترسیل ہوتی ہے بلکہ شخصیت سازی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ علم کو اخلاق سے، عبادت کو خدمت سے اور شعور کو ذمہ داری سے جوڑا گیا ہے۔ یہی وہ پہلو ہے جو تحریک منہاج القرآن کو محض ایک تعلیمی نیٹ ورک نہیں بلکہ ایک فکری تربیت گاہ بناتا ہے، جہاں فرد کے باطن اور معاشرے کے ظاہر — دونوں کی اصلاح کو بیک وقت پیشِ نظر رکھا جاتا ہے۔

بین الاقوامی سطح پر تحریک منہاج القرآن کی موجودگی بھی اسی وسعت کی غماز ہے۔ مختلف تہذیبی، ثقافتی اور قانونی ماحول میں رہتے ہوئے اسلام کے متوازن، پرامن اور علمی بیانیہ کو پیش کرنا کوئی آسان کام نہیں، مگر یہ وہ میدان ہے جہاں شیخ الاسلام کی فکر اپنی عملی معنویت ثابت کرتی ہے۔ یہ بیانیہ نہ تو احساسِ کمتری کا شکار ہے اور نہ تصادم کی نفسیات میں مبتلا، بلکہ اعتماد، استدلال اور اخلاقی قوت کے ساتھ اپنا مقام بناتا ہے۔

یہاں ایک نہایت اہم سوال خود بخود سامنے آتا ہے:

کیا یہ ہمہ گیر علمی، فکری اور عملی جدوجہد محض ایک تحریک کی قیادت ہے، یا اس سے آگے بڑھ کر تجدیدِ دین کے مفہوم میں بھی آتی ہے۔۔۔؟

اسلامی روایت میں مجدد کسی نئے دین کا بانی نہیں ہوتا، نہ ہی وہ شریعت میں کوئی اضافہ کرتا ہے، بلکہ وہ اپنے دور میں دین کو درپیش فکری، اخلاقی اور عملی انحرافات کی نشاندہی کر کے اسے اس کی اصل روح کے ساتھ از سرِ نو مربوط کرتا ہے۔ حدیثِ نبوی ﷺ کے مطابق ہر صدی کے آغاز پر امت میں ایک ایسی شخصیت کا ظہور ہوتا ہے جو دین کی تجدید کا فریضہ انجام دیتی ہے۔ اس معیار پر اگر پندرھویں صدی ہجری کے تناظر میں غور کیا جائے تو چند بنیادی علامات سامنے آتی ہیں:

۱۔ دین کا فکری سطح پر دفاع اور توضیح

۲۔ انتہا پسندی اور انحراف کا علمی ابطال

۳۔ روایت اور عصر کے درمیان ربط کی بحالی

۴۔ امت کے فکری اعتماد کی تجدید

۵۔ علم کو فرد اور معاشرے کی عملی اصلاح سے جوڑنا

ان معیارات پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی جدوجہد کو پرکھا جائے تو یہ کہنا علمی طور پر بے جا نہیں کہ ان کی شخصیت تجدیدی اوصاف کی حامل نظر آتی ہے۔ انہوں نے ایک ایسے دور میں جب دین یا تو شدت پسندی کی علامت بنا دیا گیا تھا یا نجی زندگی تک محدود کر دیا گیا تھا، اسلام کو ایک متوازن، جامع اور قابلِ عمل نظامِ حیات کے طور پر از سرِ نو متعارف کرایا۔ ان کی علمی تصانیف، تحقیقی منصوبے، انتہا پسندی کے خلاف مدلل بیانیہ، حدیث و فقہ کی عصری توضیح اور سب سے بڑھ کر ایک عالمی سطح کی منظم تحریک، یہ سب مل کر اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ یہ محض انفرادی خدمات نہیں بلکہ ایک صدی کے فکری بحران کا منظم جواب ہیں۔ یہی وہ نکتہ ہے جہاں شخصیت، فکر اور تحریک مل کر تجدید کے مفہوم کو مجسم صورت میں پیش کرتی ہیں۔

یہ تجدید کسی شور و غوغا یا دعوے کی محتاج نہیں، کیونکہ حقیقی مجدد تاریخ میں اپنے اثرات سے پہچانا جاتا ہے، القابات سے نہیں۔ شیخ الاسلام کی فکر نے جس طرح لاکھوں اذہان کو شدت سے اعتدال، جمود سے شعور، اور انتشار سے ربط کی طرف متوجہ کیا، وہ خود اس بات کا قرینہ ہے کہ یہ کام محض اصلاح نہیں بلکہ تجدید کے دائرے میں آتا ہے۔

یوں تحریک منہاج القرآن، شیخ الاسلام کی فکر کا عملی اظہار بھی ہے اور ان کے تجدیدی کردار کی گواہ بھی۔ یہ تحریک اس بات کا ثبوت ہے کہ اگر علم منہاج بن جائے اور فکر نظام میں ڈھل جائے تو وہ

افراد ہی نہیں، زمانوں کی سمت بدلنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

۸۔ عصرِ حاضر میں شیخ الاسلام کی فکر کی انفرادیت اور امتیاز

ہر دور میں اہلِ علم کی کمی نہیں ہوتی، مگر ہر دور کو ایسے اہلِ فکر کم ہی نصیب ہوتے ہیں جو اپنے زمانے کے سوالات کو بھی سمجھتے ہوں اور اپنے علمی ورثے کی گہرائی سے بھی آگاہ ہوں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی فکری انفرادیت اسی نادر امتزاج سے جنم لیتی ہے۔ وہ نہ ماضی کے اسیر ہیں اور نہ حال کے مرعوب، بلکہ ایک ایسے فکری تسلسل کے امین ہیں جو ماضی سے قوت لے کر حال کو معنی عطا کرتا اور مستقبل کی سمت متعین کرتا ہے۔

(ا) ردِ عمل نہیں بلکہ پیش قدمی

ان کی فکر کا سب سے نمایاں امتیاز یہ ہے کہ وہ ردِ عملی نہیں بلکہ پیش قدم (Proactive) ہے۔ عصرِ حاضر میں دینی بیانیہ کی ایک بڑی کمزوری یہ رہی ہے کہ وہ اکثر حالات کے دباؤ میں تشکیل پاتا ہے— کبھی کسی الزام کا جواب، کبھی کسی حملے کا دفاع، اور کبھی کسی مغربی اعتراض کا فوری رد۔ شیخ الاسلام کی فکر اس نفسیات سے بلند ہے۔ وہ مسائل کے پیدا ہونے کے بعد نہیں بلکہ ان کے فکری اسباب کو سمجھ کر بات کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا بیانیہ وقتی نہیں بلکہ دیرپا اثر رکھتا ہے۔

(۲) اصولیت اور ہمہ گیریت

انفرادیت کا دوسرا اہم پہلو اصولیت اور ہمہ گیریت ہے۔ شیخ الاسلام کے ہاں دین کے کسی ایک پہلو کو باقی پہلوؤں پر فوقیت دے کر پیش نہیں کیا جاتا۔ عقیدہ، عبادت، اخلاق، قانون، سیاست، ریاست، معاشرت اور روحانیت —— یہ سب ان کی فکر میں ایک مربوط نظام کی صورت جلوہ گر ہوتے ہیں۔ یہ جامعیت اس حقیقت کی یاددہانی ہے کہ اسلام جزوی اصلاحات کا نہیں بلکہ مکمل انسانی رہنمائی کا نام ہے۔

(۳) علمی جرأت کے ساتھ فکری ضبط

ان کی فکر کا ایک اور نمایاں امتیاز علمی جرات کے ساتھ فکری ضبط ہے۔ وہ نہ تو نئے سوالات سے خوفزدہ ہوتے ہیں اور نہ ہی ہر سوال کو بے مہار آزادی دے دیتے ہیں۔ ان کے ہاں سوال کرنے کا حق بھی ہے اور جواب دینے کی ذمہ داری بھی۔ یہی توازن انہیں ان دو انتہاؤں سے محفوظ رکھتا ہے جہاں یا تو سوال جرم بن جاتا ہے یا جواب بے وزن ہو جاتا ہے۔

(۴) عوامی مقبولیت اور علمی معیار کے درمیان توازن

شیخ الاسلام کی فکر کی انفرادیت اس بات میں بھی ہے کہ وہ عوامی مقبولیت اور علمی معیار کے درمیان نادر توازن قائم کرتی ہے۔ بہت سے خطباء عوام میں مقبول ہوتے ہیں مگر اہلِ علم میں وزن کھو دیتے ہیں اور بہت سے محققین علمی وقار تو رکھتے ہیں مگر عوام سے کٹ جاتے ہیں۔ شیخ الاسلام ان چند شخصیات میں سے ہیں جن کی تحریر بھی علمی معیار پر پوری اترتی ہے اور جن کی خطابت بھی عوامی سطح پر فہم واثر رکھتی ہے۔ یہ توازن محض فصاحت کا نہیں بلکہ فکری پختگی کا نتیجہ ہے۔

(۵) امن، اعتدال اور انسانی وقار

عصرِ حاضر میں ان کی فکر کا سب سے بڑا امتیاز امن، اعتدال اور انسانی وقار کا غیر مبہم بیانیہ ہے۔ ایسے وقت میں جب دنیا اسلام کو شدت، تشدد اور عدمِ برداشت کے ساتھ جوڑ رہی تھی، شیخ الاسلام نے دلیل، تحقیق اور منظم علمی کاوش کے ذریعے یہ ثابت کیا کہ انتہاپسندی اسلام کی نمائندہ نہیں بلکہ اس کی نفی ہے۔ یہ بیانیہ محض خارجی دنیا کے لیے نہیں بلکہ خود مسلم معاشروں کے لیے بھی ایک فکری تطہیر کا ذریعہ بنا۔

(۶) ہمہ مخاطبیت

یہاں یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ شیخ الاسلام کی فکر کسی مخصوص جغرافیے یا ثقافت تک محدود نہیں۔ ان کا خطاب مشرق کے لیے بھی ہے اور مغرب کے لیے بھی؛ مدرسہ کے طالب علم کے لیے بھی ہے اور یونیورسٹی کے پروفیسر کے لیے بھی؛ منبر پر بیٹھنے والے کے لیے بھی ہے اور عالمی فورمز پر مکالمہ کرنے والے کے لیے بھی۔ یہ ہمہ مخاطبیت (Universality of Address) ان کی فکر کو عصرِ حاضر میں غیر معمولی معنویت عطا کرتی ہے۔

اگر اس پورے فکری منظر نامے کو مجموعی طور پر دیکھا جائے تو یہ حقیقت مزید واضح ہو جاتی ہے کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی فکر محض چند علمی مباحث یا ادارہ جاتی کامیابیوں کا نام نہیں، بلکہ یہ امتِ مسلمہ کے فکری اعتماد کی بحالی کی ایک سنجیدہ کوشش ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ان کی جدوجہد ایک عالم، ایک مصلح اور ایک مجدد — تینوں حیثیتوں کو یکجا کر دیتی ہے، اور پندرھویں صدی ہجری کے فکری افق پر ان کی خدمات کو ایک غیر معمولی معنویت عطا کرتی ہے۔

یوں کہا جا سکتا ہے کہ شیخ الاسلام کی فکر عصرِ حاضر کے شور میں ایک منظم آواز، فکری انتشار میں ایک مربوط سمت، اور انتہاؤں کے درمیان ایک مضبوط پل کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہی انفرادیت ہے، یہی امتیاز — اور یہی وہ سرمایہ ہے جس سے آنے والی نسلیں بھی فکری رہنمائی حاصل کر سکتی ہیں۔

۹۔ فکر، عمل اور مستقبل کی سمت

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی شخصیت، علمی جدت اور فکری اعتدال کی روشنی میں ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ دینِ اسلام کی اصل روح کو سمجھنے اور اسے عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق پیش کرنے کے لیے صرف علم کافی نہیں، بلکہ علم، فہمِ عصر، اخلاقی ذمہ داری اور عملی عمل—سب کا امتزاج لازم ہے۔

شیخ الاسلام نے نہ صرف ایک علمی شخصیت کے طور پر امت کے لیے روشنی فراہم کی بلکہ اپنی تحریروں، تحقیق، خطابت اور تحریک منہاج القرآن کے ذریعے اس علم کو عملی قوت میں بھی ڈھالا۔ انہوں نے جدت کو روایت کی توسیع، اجتہاد کو اصول پر مبنی، اور اعتدال کو عمل میں ظاہر کیا۔ یہی وہ امتیاز ہے جو انہیں محض عالم نہیں بلکہ ایک عصر ساز رہنما اور پندرھویں صدی ہجری کے مجدد کے طور پر بھی ممتاز کرتا ہے۔

عصرِ حاضر میں مسلم دنیا فکری بحران، شدت پسندی اور اخلاقی انتشار کا شکار ہے۔ ایسے میں شیخ الاسلام کا بیانیہ نہ صرف امت کو فکری اعتدال کی طرف متوجہ کرتا ہے بلکہ علمی معیار، تحقیق اور عملی تربیت کے ذریعے نوجوان نسل کے لیے ایک روشن راستہ بھی فراہم کرتا ہے۔ ان کی فکر اس بات کی دلیل ہے کہ علم، عمل اور اخلاق کی ہم آہنگی کے بغیر کوئی امت یا معاشرہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔

تحریک منہاج القرآن کی ادارہ جاتی شکل اس بات کی گواہ ہے کہ علم اگر منظم طریقے سے پیش کیا جائے، تو یہ محض کتابی معلومات نہیں بلکہ عمل، تربیت اور فکری بیداری کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ اسی منہج کے ذریعے ہزاروں طلبہ و طالبات، علماء اور نوجوان عالمی سطح پر علم، اعتدال اور امن کا پیغام پھیلا رہے ہیں۔

آخر میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی فکر ایک ایسا راستہ جو امت کے لیے فکری رہنمائی، عملی بصیرت اور اخلاقی روشنی کا باعث ہے۔ ان کے علمی اور عملی کردار کا مطالعہ ہمیں یہ باور کراتا ہے کہ اسلامی تعلیم و تربیت اور فکری تجدید صرف نظری مباحث تک محدود نہیں، بلکہ امت کی بقاء، نوجوانوں کی تشکیل اور عالمی سطح پر اسلام کے پرامن چہرے کی تجدید کے لیے بھی لازم ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم نہ صرف شیخ الاسلام کی علمی عظمت سے مستفید ہوں بلکہ ان کے منہاجِ فکر، جدت اور اعتدال سے اپنے ذاتی اور معاشرتی زندگی میں رہنمائی بھی حاصل کریں۔

تبسیط العلوم

علم کی پیچیدہ وادیوں میں روشنی تقسیم کرنے کے فن میں شیخ الاسلام کا کردار

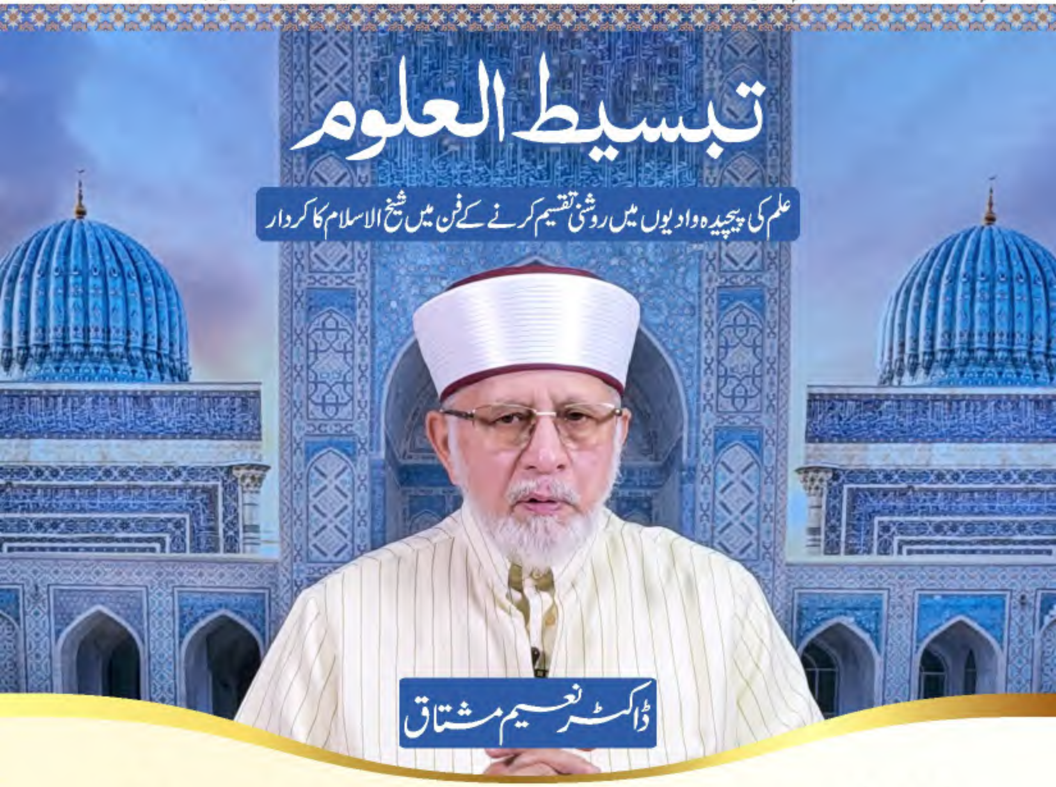

ڈاکٹر نعیم مشتاق

علم کی کہانی دراصل انسان کی کہانی ہے۔ وہ انسان جو ابتدا میں اندھیری راتوں میں آسمان کی طرف دیکھ کر حیران ہوتا تھا اور جسے کائنات کی وسعتوں میں کسی غیر مرئی قوت کی دھڑکن محسوس ہوتی تھی۔ جو زمین کی مٹی پر نقشِ پا دیکھ کر سوچتا تھا کہ یہ سب کیسے ہے، کیوں ہے اور اس کے پیچھے کیا حقیقت کار فرما ہے۔۔۔؟ انسان نے جب پہلی بار سوال کیا تھا، تب ہی علم کا سفر شروع ہو گیا تھا مگر یہ سفر کبھی آسان نہ تھا۔ حقیقت کے پردے دبیز تھے۔۔۔ مفاہیم کی دیواریں بلند تھیں۔۔۔ فطرت کے اسرار گہرے تھے۔۔۔ اور انسان کے ذہن کی رسائی محدود۔

وقت کے ساتھ انسان نے دنیا کو سمجھنے کے لیے نئے طریقے تراشے:

۱۔ مشاہدہ ۲۔ تجربہ ۳۔ غور و فکر ۴۔ مسلسل سوال

مگر اس سارے سفر میں ایک مشکل ہمیشہ باقی رہی: علم کا پیچیدہ ہو جانا۔ وہ علم جو دھیمی روشنی کی طرح انسان کی رہنمائی کرتا ہے، جب ایک خاص سطح سے آگے بڑھ جاتا ہے تو خود ہی اپنی روشنی کو ایک حد تک بند کر لیتا ہے۔ اس کی تہیں بڑھ جاتی ہیں، اس کی اصطلاحات گہری ہو جاتی ہیں، اس کے دلائل مشکل ہو جاتے ہیں، اس کا حجم وسیع ہو جاتا ہے اور ایک عام انسان اس کے قریب آتے ہوئے خوف محسوس کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تاریخِ انسانی میں علم کی ہر بڑی پیش رفت اُس وقت ممکن ہوئی جب کسی نے مشکل کو آسان کیا اور آسان کو بامعنی بنایا۔ جب کسی نے گنجلک مسائل کے پیچھے چھپی سچائی کو سادہ الفاظ میں بیان کیا۔۔۔ جب کسی نے فکری دھند کو ہٹا کر حقیقت کو واضح کیا۔۔۔ یہی وہ لمحہ ہے جہاں تبسیطِ علوم وجود میں آتی ہے: علم کو انسان کے قریب لے آنے کا فن۔ یہ فن اس بات کا اعتراف ہے کہ علم کی اصل طاقت اس میں نہیں کہ وہ کتنا پیچیدہ ہے، بلکہ اس میں ہے کہ وہ کتنے ذہنوں کو روشن کرتا ہے۔

تبسیطِ علوم؛ علم کو مختصر کرنا نہیں بلکہ اس کا مفہوم واضح کرنا ہے۔ یہ علم کو سطحی نہیں بناتا بلکہ اس کے اندر چھپے مادّے کو ترتیب دیتا ہے۔ یہ نہ تو علم کی بلندی گھٹاتا ہے اور نہ اس کی گہرائی، بلکہ اس کی روشنی کو اس طرح تقسیم کرتا ہے کہ ہر ذہن اپنے ظرف کے مطابق اس سے فیض اٹھا سکے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی پہاڑ پر چڑھنے کے لیے راستہ بناتا ہے۔ پہاڑ کی بلندی وہی رہتی ہے، مگر راستہ انسان کے لیے قابلِ طے بن جاتا ہے۔

زبان تبسیطِ علوم کا سب سے بڑا ہنر ہے۔ زبان میں وہ قوت ہے جو پیچیدگی کو سادگی میں بدل دیتی ہے، جو دھند کو ہٹا دیتی ہے، جو مشکل کو آسان کر دیتی ہے۔ لیکن یہ زبان سطحی نہیں ہوتی، نہ لفاظی کے شور سے بھری ہوتی ہے۔ یہ ایسی زبان ہوتی ہے جو دل میں اتر جائے، ذہن کو روشن کر دے اور مفہوم کو کھول دے۔ یہ زبان اُس ماہر کی زبان ہوتی ہے جو جانتا ہے کہ کب خاموشی زیادہ معنی خیز ہے اور کب لفظ ضروری۔ کب مثال ذہن کو روشنی دیتی ہے اور کب ایک جامع جملہ پوری بحث کا نچوڑ بن جاتا ہے۔

تبسیطِ علوم کا سب سے عجیب اور خوبصورت پہلو یہ ہے کہ اس فن کا ماہر ایک ہی وقت میں مختلف ذہنی سطحوں کو مخاطب کرتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں علم اپنی سب سے بلند صورت اختیار کرتا ہے۔ ایک ہی وضاحت ایک عام قاری کے لیے سادہ تفسیر بن جاتی ہے، ایک طالب علم کے لیے رہنمائی، ایک محقق کے لیے سوال اور ایک عالم کے لیے نئے افق۔ یہی وہ نقطہ ہے جہاں تبسیطِ علوم علم کو زندہ اور حرکی بنا دیتا ہے —— جہاں علم ایک جامد لکڑی نہیں بلکہ بہتا ہوا دریا بن جاتا ہے۔

علم کا یہی بہاؤ دراصل تہذیب کا بہاؤ ہے۔ جب علم رک جاتا ہے تو تہذیبیں ٹوٹنے لگتی ہیں۔ جب علم چند ہاتھوں میں قید ہو جاتا ہے تو معاشرے تقسیم ہونے لگتے ہیں۔ جب علم کی پیچیدگی اسے عوامی فہم سے دور کر دیتی ہے تو ذہنی فاصلے بڑھ جاتے ہیں۔ تبسیطِ علوم ان سب رکاوٹوں کو توڑتا ہے۔ یہ علم کے دروازے کھولتا ہے، فاصلوں کو کم کرتا ہے، ذہنوں کو روشن کرتا ہے اور معاشروں کو ترقی کی طرف لے جاتا ہے۔

اسی وجہ سے جدید دور میں تبسیطِ علوم کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ چکی ہے۔ آج دنیا اطلاعات کے بوجھ تلے دب چکی ہے۔ ہر طرف سے کبھی نہ ختم ہونے والی معلومات کا سیلاب ہے۔

مگر انسان کے ذہن کی رفتار وہی ہے، اس کی فہم کی ساخت وہی ہے، اس کے سوال وہی ہیں۔ معلومات بڑھ گئی ہیں مگر سمجھ کم ہو گئی ہے۔ الفاظ بڑھ گئے ہیں مگر معنی کم ہو گئے ہیں۔ ایسے میں تبسیطِ علوم وہ واحد فن ہے جو اس بے ترتیبی کے سیلاب کے درمیان فہم کی ناؤ کو بہا کر ساحل تک لے جا سکتا ہے۔

یہ مضمون اسی عظیم فن کی تفصیل ہے۔ یہ اُس سفر کی دعوت ہے جو علم کو دل کی نرم سطح پر اتارتا ہے، جو ذہن کی پرتیں کھولتا ہے، جو سمجھ کو لطیف بناتا ہے اور جو حقیقت کو قریب لاتا ہے۔ یہ مضمون اُن قاریوں کے لیے ہے جو صرف پڑھنا نہیں چاہتے بلکہ سمجھنا چاہتے ہیں، جو صرف جاننا نہیں چاہتے بلکہ ادراک تک پہنچنا چاہتے ہیں اور جو صرف نظریہ نہیں چاہتے بلکہ معنی چاہتے ہیں۔ تبسیطِ علوم کا سفر انسان کا سفر ہے، اور یہ مضمون اسی سفر کا ہمسفر ہے۔

۱۔ تبسیطِ علوم کی عمومی تعریف

علمی اعتبار سے تبسیطِ علوم کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ "پیچیدہ، کثیر الجہتی، تجریدی اور معقّد علمی مباحث کو ایسی ترتیب، ایسی ساخت اور ایسی لسانی وضاحت میں منتقل کیا جائے کہ مختلف ذہنی سطحوں کے حامل افراد بھی ان کے بنیادی مفاہیم تک رسائی حاصل کر سکیں۔ یہ عمل محض سادہ کاری نہیں، بلکہ معانی کی از سرِ نو تشکیل ہے۔ اس میں علم کی گہرائی کم نہیں ہوتی بلکہ اس کی ایسی قابلِ فہم صورت پیدا کی جاتی ہے جو ذہن کے لیے قابلِ قبول ہو۔ تبسیطِ علوم دراصل علم کی ترجمانی اور ذہن کی تشکیل کا عمل ہے، نہ کہ صرف آسان الفاظ کے استعمال کا نام۔"

تبسیطِ علوم کو مزید سادہ الفاظ میں یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ مشکل بات کو اس طرح سمجھایا جائے کہ بات اپنی جگہ قائم رہے، مگر سمجھنے والا الجھ نہ جائے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی گہرے سمندر سے موتی نکال کر اس طرح پیش کیا جائے کہ ہر شخص اسے دیکھ بھی سکے اور اس کی قدر بھی سمجھ سکے۔ مقصد یہ نہیں ہوتا کہ علم کو کمزور یا سطحی بنا دیا جائے، بلکہ مطمع نظر یہ ہوتا ہے کہ علم کو قابلِ فہم شکل میں پیش کیا جائے۔

یہ عمل صرف مشکل لفظوں کو آسان لفظوں سے بدلنے کا نام نہیں۔ اصل کام یہ ہے کہ بات کو ترتیب کے ساتھ، مثالوں کے ذریعے اور مخاطب کی ذہنی سطح کو سامنے رکھ کر بیان کیا جائے، تاکہ سننے والا یا پڑھنے والا یہ محسوس کرے کہ یہ بات اس کے لیے ہے۔ تبسیطِ علوم دراصل علم اور انسان کے درمیان ایک پُل بنانا ہے، ایسا پُل جو علم کی گہرائی کو برقرار رکھتے ہوئے ہر عام ذہن کو اس تک پہنچنے کا راستہ دے دیتا ہے۔

۲۔ تبسیطِ علوم: قرآنی اصطلاحات کی روشنی میں

تبسیطِ علوم کو عموماً ایک جدید علمی یا تعلیمی اصطلاح سمجھ لیا جاتا ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآنِ مجید خود تبسیطِ علوم کا سب سے اعلیٰ، جامع اور متوازن نمونہ ہے۔ قرآن نے نہ تو علم کی گہرائی کو کم کیا، نہ ہی حقیقت کی سطحیت اختیار کی، بلکہ اس نے گہرے حقائق کو انسانی فہم کے قریب لانے کے لیے ایک مکمل اسلوبِ ابلاغ اختیار کیا۔

قرآن مجید تبسیطِ علوم کو کسی ایک لفظ میں محدود نہیں کرتا، بلکہ مختلف قرآنی اصطلاحات، اسالیب اور فکری اصولوں کے ذریعے اسے ایک زندہ، متحرک اور حکیمانہ علم کی صورت میں پیش کرتا ہے۔ قرآن مجید عمل تبسیط کو کن اصطلاحات سے بیان کرتا ہے؟ آیئے ان کا مطالعہ کرتے ہیں:

(۱) تبیین: علم کو واضح اور قابل فہم بنانا

قرآن مجید علم کو محض پیش نہیں کرتا بلکہ اس کی وضاحت اور تشریح کو رسالت کا بنیادی فریضہ قرار دیتا ہے:

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ (النحل: ۴۴)

’’آپ لوگوں کے لیے وہ (پیغام اور احکام) خوب واضح کر دیں جو ان کی طرف اتارے گئے ہیں۔‘‘

تبیین کا مطلب یہ ہے کہ علم کو اس انداز سے بیان کیا جائے کہ اس میں ابہام باقی نہ رہے، لیکن اس کی معنوی گہرائی بھی متاثر نہ ہو۔ تبسیطِ علوم دراصل اسی تبیین کا عملی اظہار ہے، یعنی علم کو ایسے سانچے میں ڈھالنا کہ سننے والا یا پڑھنے والا اصل مفہوم تک رسائی حاصل کر سکے۔

(۲) تیسیر: فہم میں آسانی، حقیقت میں کمی نہیں

قرآن اپنے بارے میں خود اعلان کرتا ہے:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ (القمر: ۱۷)

’’اور بے شک ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے۔‘‘

یہ آیت اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ آسانی قرآن کا اساسی اصول ہے۔ یہ آسانی سطحیت نہیں، بلکہ فہم کے راستے ہموار کرنا ہے۔ تبسیطِ علوم اسی قرآنی روح کا تسلسل ہے، جس میں علم کو مشکل بنانے کے بجائے اس تک پہنچنے کا سفر آسان کیا جاتا ہے۔

ظلمات میں ڈوبے ہوئے مایوس جہاں کو   امید کی کرنوں کا اجالا میرا قائد

ہم قرآنی علوم کی تجدید اور علمِ حدیث کی ترویج کرنے والی اس عظیم علمی شخصیت کو

75th سالگرہ پر مبارک باد پیش کرتے ہیں

مجددِ رواں صدی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

کے علم و معرفت کی ضیاپاشیوں نے نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دنیا میں
اسلام کی حقانیت کا لوہا منوایا۔ الٰہی! علم و عرفان کے اس آفتاب کو تادیر سلامت رکھنا

احمد حسن سلہری (ناظم MQI چلی)

منہاج القرآن انٹرنیشنل چلی

اس عہد میں ہے دین کے ماتھے کا وہ جھومر   اسلام کی خاتم کا نگینہ میرا قائد

ہم اس عہد کی عظیم علمی و فکری شخصیت کو ان کی

75 ویں سالگرہ کے موقع پر

ہدیہ تہنیت پیش کرتے ہیں

مجددِ رواں صدی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

کی عالمی خدمات نے اسلام کے پرامن چہرے کو پوری دنیا پر درخشاں کر دیا۔

باری تعالیٰ! شیخ الاسلام کی فکر کے گلستان کو سدا آباد رکھنا۔

چودھری محمد نجیب
(صدر MQI ہانگ کانگ)

منہاج القرآن انٹرنیشنل ہانگ کانگ

جرأتوں کا نشاں طاہر القادری
کشتیِ ملک وملت کو منزل رساں
قوم کا پاسباں طاہر القادری
صورتِ بادباں طاہر القادری
ہم بکھری ہوئی امت کو ”وحدتِ انسانیت“ اور اتحادِ امت کے پرچم تلے جمع کرنے والی اس بصیرت افروز قیادت
مجدد المئۃ الحاضرۃ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کو
75 ویں
Happy Birthday
سالگرہ پر
مبارکباد پیش کرتے ہیں
آپ کی علمی وجاہت اور روحانی حلاوت نے تصوف کو ایک نئی زندگی بخشی۔
آپ نے مادی دور میں روحانیت کا خشک ہوتا ہوا چشمہ دوبارہ جاری کیا۔
سردار نعیم رحمان ڈوگر صدر
نعیم مختار ایگزیکٹو ممبر
وسیم اسلم گجر ناظم مالیات
محمد علی بھاگت سرپرست MQI (اٹلی) موڈنا سٹی
محمد عاصم جانی ایگزیکٹو ممبر
فیصل نذیر وڑائچ الازہری
محمد آصف فاروق ایگزیکٹو ممبر
شوکت علی گجر ایگزیکٹو ممبر
بابر شہزاد لاشاری ناظم ڈائیلاگ فورم
محمد مسعود گوری نائب ناظم مالیات
طارق محمود وڑائچ ناظم طعام کمیٹی
محمد ارشد ایگزیکٹو ممبر
لال خان ناظم رابطہ کمیٹی
سلطان سکندر ناظم لائبریری
محمد موہتسم ناظم
قمر عباس ناظم میڈیا
وقاص احمد گوری ایگزیکٹو ممبر
ملک محمد عمران ایگزیکٹو ممبر
وقاص احمد چیچی ایگزیکٹو ممبر
میاں محمد افضال ایگزیکٹو ممبر
حاجی شوکت علی ایگزیکٹو ممبر
منہاج القرآن انٹرنیشنل (اٹلی) موڈنا سٹی

فرقہ واریت کی آگ کو ٹھنڈا کیا آپ نے
امت کو ایک جسم وجاں بنا دیا آپ نے

نفرت کے بت گرا کے محبت کی راہ میں
وحدت کا اک حسیں سماں سجا دیا آپ نے

تجدید واحیاء کے روشن مینار اور فکرِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معتبر ترجمان کو

75 ویں
سالگرہ مبارک

مجدد المئۃ الحاضرۃ **شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری** مدظلہ

نے قرآن وسنت کے ابدی حقائق کو عصری اسلوب میں ڈھال کر نئی نسل کے ایمان کی حفاظت کی۔
آپ کی جدوجہد امت کی نشاۃِ ثانیہ کا ایک روشن دیباچہ ہے۔

اس پرمسرت موقع پر ہم دعاگو ہیں کہ باری تعالیٰ آپ کا سایہ عاطفت ہم پر تادیر سلامت رکھے تاکہ یہ آفتابِ علم یونہی ضیاپاشیاں کرتا رہے۔ ہم عہد کرتے ہیں کہ اس مصطفوی مشن کے ساتھ ہماری وابستگی اخلاص، دیانت اور ثابت قدمی کے ساتھ قائم رہے گی۔

منہاج القرآن انٹرنیشنل اٹلی

نظامِ کہنہ کو بدلا ہے تیرے عزم نے
ہر شخص کو جگایا ہے تیرے عزم نے
امید کی اک لہر اٹھی ہے ترے رخ سے
طوفان کا رخ بھی موڑا ہے تیرے عزم نے

مجددِ رواں صدی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو 75 ویں سالگرہ پر

ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں

آپ کی تحریریں محض الفاظ کا مجموعہ نہیں بلکہ امتِ مسلمہ کے ہر فکری مرض کا شافی علاج ہیں
آپ نے جس استقامت سے حق کا پرچم تھاما، وہ رہتی دنیا تک مصلحین کے لیے مشعلِ راہ ہے

عبدالرسول بھٹی
امیر MQI ملائیشیا

علی رضا
صدر MQI ملائیشیا

محمد اقبال جنجوعہ
نائب صدر MQI ملائیشیا

محمد عمر القادری
نائب صدر MQI ملائیشیا

منہاج القرآن
انٹرنیشنل
ملائیشیا

Nurturing the future Generation

ملت کے مقدر کا ستارا میرا قائد   مثلِ مہِ تاباں ہے چمکتا میرا قائد

ہم جدید سائنسی علوم کو دینی افکار کے ساتھ ہم آہنگ کر کے پیش کرنے والی عظیم شخصیت

مجدد المئة الحاضرة

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کو 75 ویں مبارک باد پیش کرتے ہیں

آپ کی علمی بصیرت نے مغرب اور مشرق کے فکری تضادات کو ختم کر کے اسلام کا متوازن چہرہ پیش کیا ہے۔
آپ کی زندگی علم کی ترویج اور انسانیت کی خدمت کا بے مثال نمونہ ہے۔

دعا ہے کہ آپ کا فیض جاری و ساری رہے۔ ہم آپ کے افکار کی روشنی میں مصطفوی معاشرے کی تشکیل کا عہد کرتے ہیں۔

منجانب: محمد افضل سعیدی اینڈ ٹیم
مدینۃ الزہراء ۔ بریڈ فورڈ ۔ یو کے

Madinat al-Zahra UK Bartle Lane, Bradford, West Yorkshire, BD7 4QF
T: +44 (0) 333 023 2236 E: info@madinatalzahra.org www.madinatalzahra.org

(۳) بلاغِ مبین: مؤثر اور واضح ابلاغ

قرآن مجید میں رسالت کا خلاصہ یوں بیان کیا گیا:

مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (النور: ۵۴)

بلاغِ مبین کا مطلب ہے ایسا ابلاغ جو سننے والے تک صحیح، واضح اور مکمل صورت میں پہنچ جائے۔ اگر علم منتقل تو ہو جائے مگر سمجھ میں نہ آئے، تو وہ بلاغ نہیں بنتا۔ تبسیطِ علوم دراصل اسی بلاغِ مبین کو یقینی بنانے کی سعی ہے۔

(۴) تفصیل: پیچیدگی کو ترتیب میں ڈھالنا

قرآن خود کو یوں متعارف کراتا ہے:

كِتَابٌ فُصِّلَتْ آيَاتُهُ (فصلت: ۳)

"(اِس) کتاب کا جس کی آیات واضح طور پر بیان کر دی گئی ہیں۔"

تفصیل کا مفہوم یہ ہے کہ بڑے اور گہرے مضامین کو چھوٹے، مربوط اور قابلِ فہم حصوں میں تقسیم کیا جائے۔ تبسیطِ علوم میں یہ اصول نہایت اہم ہے، کیونکہ غیر منظم علم ذہن کو بوجھل کر دیتا ہے، جبکہ منظم علم فہم کو آسان بنا دیتا ہے۔

(۵) امثال: مثالوں کے ذریعے ذہنی پل بنانا

قرآن مجید کی ایک منفرد تعلیمی حکمت یہ ہے کہ وہ مجرد حقائق کو مثالوں کے ذریعے واضح کرتا ہے:

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ (العنکبوت: ۴۳)

"اور یہ مثالیں ہیں ہم انہیں لوگوں (کے سمجھانے) کے لیے بیان کرتے ہیں۔"

مثال انسانی ذہن کے لیے ایک ذہنی سیڑھی ہوتی ہے، جس کے ذریعے وہ پیچیدہ حقیقت تک پہنچتا ہے۔ تبسیطِ علوم میں مثال، کہانی اور تشبیہ محض ادبی حسن نہیں بلکہ علمی ضرورت بن جاتی ہے۔

(۶) حکمت: علم کی مقدار، موقع اور مخاطب کا شعور

قرآن اعلان کرتا ہے: يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ

"جسے چاہتا ہے دانائی عطا فرما دیتا ہے۔" (البقرۃ: ۲۶۹)

حکمت تبسیطِ علوم کی روح ہے۔ حکمت یہ سکھاتی ہے کہ کتنا کہنا ہے، کس سے کہنا ہے، کس وقت کہنا ہے۔ بغیر حکمت کے علم یا تو فتنہ بن جاتا ہے یا بوجھ۔ اسی لیے قرآن نے حکمت کو علم کے ساتھ لازم کر دیا۔

(۷) لہجہ اور اسلوب: ابلاغ کی نفسیاتی جہت

قرآن نہ صرف کیا کہنا سکھاتا ہے بلکہ کیسے کہنا بھی سکھاتا ہے:

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا (طٰہٰ: ۴۴)

"سو تم دونوں اس سے نرم (انداز میں) گفتگو کرنا۔"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ لہجہ انسانی قبولیت میں فیصلہ کن کردار ادا کرتا ہے۔ تبسیطِ علوم صرف فکری عمل نہیں، بلکہ نفسیاتی اور جذباتی شعور بھی ہے۔ نرم لہجہ علم کو دل تک پہنچا دیتا ہے۔

۳۔ جامع قرآنی تصورِ تبسیطِ علوم

ان تمام قرآنی اصطلاحات کو سامنے رکھا جائے تو تبسیطِ علوم کی ایک جامع قرآنی تعریف یوں سامنے آتی ہے:

"تبسیطِ علوم قرآن کے اس حکیمانہ منہج کا نام ہے جس میں علم کی گہرائی کو برقرار رکھتے ہوئے، تبیین کے ذریعے وضاحت۔۔۔ تیسیر کے ذریعے آسانی۔۔۔ تفصیل کے ذریعے ترتیب۔۔۔ مثال کے ذریعے قربِ فہم۔۔۔ حکمت کے ذریعے توازن۔۔۔ اور نرم اسلوب کے ذریعے قبولیت پیدا کی جاتی ہے"۔

اس تعریف کو مزید ان لفظوں میں بھی بیان کیا جا سکتا ہے:

- تبسیطِ علوم قرآنِ مجید کے اس منہجِ علم و ابلاغ کا نام ہے جس کے تحت علمی، فکری اور معنوی حقائق کو ان کی اصل گہرائی اور فکری وقار برقرار رکھتے ہوئے انسانی فہم کے قریب لایا جاتا ہے۔
- یہ منہج علم کو سطحی بنانے یا اس کی قدر و قیمت کم کرنے کے بجائے، اسے تبیین کے ذریعے واضح۔۔۔ تیسیر کے ذریعے قابلِ رسائی۔۔۔ تفصیل کے ذریعے منظم۔۔۔ اور امثال کے ذریعے قابلِ ادراک بناتا ہے۔
- اس قرآنی اسلوب میں حکمت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، جو علم کی مقدار، ترتیب، موقع اور مخاطب کے شعور کو متوازن رکھتی ہے۔
- یہ حسنِ خطاب اور نرم اسلوب ابلاغِ علم کو محض فکری سطح تک محدود نہیں رہنے دیتی بلکہ اسے نفسیاتی قبولیت اور عملی اطلاق کے قابل بناتی ہے۔
- تبسیطِ علوم ایک جامع قرآنی علمی حکمتِ عملی کے طور پر سامنے آتی ہے، جس کا مقصد علم کی ترسیل نہیں بلکہ علم کی تفہیم، داخلی تشکیل اور قابلِ عمل شعور کی تشکیل ہے۔

تبسیطِ علوم کوئی جدید تعلیمی تجربہ نہیں، بلکہ قرآن کا اصل تدریسی اسلوب ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلام علم کو خواص تک محدود نہیں کرتا بلکہ انسانیت کے ہر درجے تک پہنچانا چاہتا ہے۔ آج کے مصنف، معلم، خطیب اور محقق کے لیے قرآن کا یہ منہج ایک زندہ رہنمائی ہے — کہ علم کو مشکل بنا کر نہیں، بلکہ قابلِ فہم بنا کر زندہ رکھا جاتا ہے۔

۴۔ تبسیطِ علوم کے لیے اسلامی علمی روایت میں رائج اصطلاحات

اسی تناظر میں اسلامی علمی روایت میں تبسیطِ علوم کے لیے متعدد اصطلاحات استعمال ہوتی رہی ہیں، جو سب اس بنیادی قرآنی ہدف سے جڑی ہوئی ہیں کہ علم اپنی اصل گہرائی، وقار اور معنوی وزن کے ساتھ برقرار رہے، مگر اس تک رسائی انسانی فہم کے لیے ممکن ہو جائے۔

۱۔ تبیین کا مفہوم حقیقت کو روشن کرنا اور ابہام کے پردے ہٹانا ہے، تاکہ علم مبہم معلومات کے بجائے واضح شعور کی صورت اختیار کرے۔

۲۔ تفہیم سے مراد ذہن کو معنی کی سمت رہنمائی فراہم کرنا ہے، تاکہ علم محض سن لیا گیا مواد نہ رہے بلکہ سمجھا ہوا اور داخلی سطح پر قبول کیا گیا شعور بن جائے۔

۳۔ تسہیل یا تیسیر کا مقصد مشکل کو ختم کرنا نہیں بلکہ اس کی فکری ساخت اور گہرائی کو برقرار رکھتے ہوئے اسے قابلِ فہم بنانا ہے، جسے اسلامی علمی زبان میں تیسیرُ المشکلات کہا جاتا ہے، یعنی مشکلات کو اس انداز سے آسان بنانا کہ ان کی ماہیت مسخ نہ ہو۔

۴۔ اسی سلسلے کی ایک اہم اصطلاح تقریب ہے، جس سے مراد علم اور قاری یا سامع کے درمیان فاصلہ کم کرنا ہے، تاکہ علم اجنبی اور دور نہ رہے بلکہ ذہن کے قریب آ جائے۔

۵۔ ایصالِ معانی اس مرحلے کی نمائندگی کرتا ہے جہاں علم محض عقل تک محدود نہیں رہتا بلکہ دل اور احساس تک منتقل ہو جاتا ہے اور یوں علم قبولیت اور اثر پذیری کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

۶۔ اسی طرح تشریح علمی گتھیوں کو آہستہ آہستہ کھولنے کا منظم عمل ہے، جو دراصل تفکیکُ المشکلات سے قریب ہے، یعنی پیچیدہ مسئلہ کو اس کے اجزاء میں تقسیم کر کے سمجھنا۔

۷۔ توضیح اس وضاحت کو کہا جاتا ہے جس کے بعد مفہوم ذہن میں ایک واضح اور مستحکم صورت اختیار کر لیتا ہے، جسے جدید فکری زبان میں تحویلُ التعقید إلی وضوح کہا جا سکتا ہے۔

ان تمام اصطلاحات کا مشترکہ جوہر یہی ہے کہ علم کو سطحی بنانے کے بجائے اسے فہم کے قابل بنایا جائے۔ اسی فکری تسلسل میں اسلامی روایت میں تبسیطُ المشکلات، حلُّ المشکلات اور

معالجۃُ المشکلات جیسے تصورات بھی سامنے آتے ہیں، جن کا مقصد مسائل کو محض فوری طور پر ختم کرنا نہیں بلکہ انہیں سمجھنے، سنبھالنے اور بامعنی حل تک پہنچانے کی راہ ہموار کرنا ہے۔ اسلامی علمی روایت نے کبھی علم کو سادہ بنانے کے نام پر اس کی معنوی گہرائی کو قربان نہیں کیا، بلکہ ہمیشہ یہ اہتمام کیا کہ گہرے مفاہیم کو ایسے سانچوں میں ڈھالا جائے جنہیں مختلف ذہنی سطحوں کے افراد سمجھ سکیں۔ یہی وہ قرآنی منہج ہے جس نے اسلامی علوم کو صدیوں تک مختلف تہذیبوں اور معاشروں میں قابلِ قبول اور مؤثر بنائے رکھا۔

۵۔ تبسیطِ علوم کے علمی اصول

اس فن کے چار بنیادی ستون ہیں:

(۱) تجریدِ مفہوم (Conceptual Abstraction)

ایک پیچیدہ علمی نظریے میں بے شمار ضمنی پہلو، مثالیں، تاریخی پس منظر اور تکنیکی تفصیلات ہوتی ہیں۔ تبسیط کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ غیر ضروری تفصیلات کو الگ کر کے ''اصل مفہوم'' کو شناخت کیا جائے۔ یہ عمل علمی بصیرت کے بغیر ممکن نہیں۔

(۲) تحلیل و تنظیم (Deconstruction & Reconstruction)

پیچیدگی کو اس کے بنیادی اجزا میں تقسیم کرنا اور پھر ان اجزا کو اس طرح منظم اور مربوط کرنا کہ مفہوم پہلے سے زیادہ واضح، مربوط اور قابلِ فہم ہو جائے، یہی تبسیطِ علوم کا بنیادی عمل ہے۔ اس طریقے میں پہلے مسئلے کی گتھیاں کھولی جاتی ہیں، پھر معانی کو ایک نئی، منظم اور بامقصد ترتیب میں جوڑا جاتا ہے، تاکہ ذہن انہیں آسانی سے قبول کر سکے۔ یہی وہ فکری عمل ہے جو قدیم علمِ منطق میں استدلال کی بنیاد بنا۔ یہی امام غزالی کے ہاں برہانی فکر کی صورت اختیار کرتا ہے، اور عصرِ حاضر میں انسانی ذہن کے فہم اور ادراک کے اصولوں کے مطابق علم کی تنظیم کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔

(۳) لسانی وضاحت (Linguistic Clarity)

لسانی وضاحت سے مراد یہ ہے کہ الفاظ اور اصطلاحات کی پیچیدگی کو اس طرح کھولا جائے کہ مفہوم واضح، مربوط اور قابلِ فہم ہو جائے۔ اس عمل میں نہ تو ابہام باقی رہتا ہے اور نہ ہی علمی معیار مجروح ہوتا ہے۔ اس کے لیے زبان کے قواعد پر دسترس، معنی کے دقیق فرق کا شعور اور بیان کی ایسی مہارت ضروری ہوتی ہے جو قاری یا سامع کی ذہنی سطح کے مطابق ہو۔ ساتھ ہی تدریسی نفسیات کی آگاہی بھی اہم ہے، تاکہ بات اس ترتیب اور لہجے میں پیش کی جائے جو ذہن میں الجھن پیدا کرنے کے

بجائے فہم کو سہولت فراہم کرے۔ یوں لسانی وضاحت علم کو نہ صرف واضح بناتی ہے بلکہ اسے قابلِ قبول اور مؤثر بھی بناتی ہے۔

(۴) تدریجی تفہیم (Gradual Progression)

تدریجی تفہیم سے مراد یہ ہے کہ علم کو یکبارگی ذہن پر انڈیلنے کے بجائے مرحلہ وار اور منظم انداز میں منتقل کیا جائے۔ تبسیطِ علوم کا یہ اصول اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھتا ہے کہ انسانی ذہن ایک وقت میں محدود مقدار میں ہی نئے مفاہیم کو قبول کر سکتا ہے۔ اسی لیے فہم کی تعمیر آہستہ آہستہ کی جاتی ہے، جہاں ہر نیا تصور پچھلے تصور پر استوار ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک معمار اینٹ پر اینٹ رکھ کر عمارت کھڑی کرتا ہے، استاد بھی تدریج کے ساتھ ذہن میں علمی نقشہ بناتا ہے، تاکہ علم محض یاد نہ رہے بلکہ سمجھ کا حصہ بن جائے۔

۶۔ تبسیطِ علوم کے فوائد

تبسیطِ علوم معاشرتی ترقی، علمی بیداری، تعلیمی اصلاحات اور فکری ارتقاء میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے، کیونکہ یہ علم کو محدود حلقوں سے نکال کر وسیع سماجی دائرے میں داخل کرتی ہے۔ جب علم قابلِ فہم انداز میں پیش کیا جاتا ہے تو وہ طبقاتی رکاوٹیں توڑ دیتا ہے اور عوامی شعور کا حصہ بن جاتا ہے۔ اس عمل کے نتیجے میں نوجوان ذہنوں میں علمی اعتماد پیدا ہوتا ہے؛ وہ علم سے خوف زدہ ہونے کے بجائے اس بارے سوال کرنے، اسے سمجھنے اور آگے بڑھانے کی جرأت حاصل کرتے ہیں۔ آسان فہم علم تحقیق کے لیے پہلی سیڑھی بنتا ہے، کیونکہ جو بات سمجھ میں آجائے وہی مزید جستجو، سوال اور تحقیق کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔

اسی طرح تبسیطِ علوم مختلف علمی میدانوں کے درمیان ربط پیدا کرتی ہے، جس سے علم بکھرنے کے بجائے ایک مربوط اور ہم آہنگ صورت اختیار کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ کی ہر بڑی علمی تحریک کے پس منظر میں ایسے افراد ضرور نظر آتے ہیں جنھوں نے پیچیدہ حقائق کو سادہ اور واضح بنا کر نئی نسل کے لیے علم کے دروازے کھولے، اور یوں فکری جمود کو حرکت اور ارتقاء میں بدل دیا۔

۷۔ تبسیطِ علوم کے لیے اخلاقی و علمی ضوابط

تبسیطِ علوم محض ایک فنی مہارت نہیں بلکہ ایک علمی امانت ہے، اس لیے اس کے لیے واضح اخلاقی اور علمی ضوابط کا ہونا ناگزیر ہے۔ اگر یہ ضوابط نظر انداز کر دیے جائیں تو تبسیط علم کی خدمت کے بجائے اس کی تحریف کا سبب بن سکتی ہے۔ اسلامی علمی روایت میں ہمیشہ اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ علم کو

آسان بناتے ہوئے اس کی صداقت، وقار اور معنوی گہرائی کو محفوظ رکھا جائے۔ ذیل میں تبسیطِ علوم کے چند اخلاقی و علمی ضوابط درج کیے جا رہے ہیں:

(۱) علمی امانت داری کا ضابطہ

تبسیطِ علوم کا پہلا اور بنیادی ضابطہ علمی امانت داری ہے۔ کسی بھی نظریہ، متن یا مؤقف کو آسان بناتے وقت اس کے اصل مفہوم، مقصد اور فکری حدود کو برقرار رکھنا لازم ہے۔ تبسیط کا مطلب یہ نہیں کہ بات کو اپنی سہولت یا ذاتی رائے کے مطابق ڈھال دیا جائے، بلکہ یہ ہے کہ اصل علم کو دیانت داری کے ساتھ قابلِ فہم بنایا جائے۔ جہاں امانت داری ختم ہوتی ہے، وہیں تبسیط، تحریف میں بدل جاتی ہے۔

(۲) گہرائی اور سادگی کے توازن کا ضابطہ

تبسیطِ علوم میں سادگی مطلوب ہے، مگر گہرائی کی قیمت پر نہیں۔ اس فن کا تقاضا یہ ہے کہ علم کی بنیادیں، استدلال اور فکری وزن محفوظ رہیں، جبکہ بیان ایسا ہو جو قاری یا سامع کے لیے قابلِ قبول ہو۔ اگر سادگی حد سے بڑھ جائے تو علم سطحی بن جاتا ہے اور اگر گہرائی ہی گہرائی ہو تو فہم ممکن نہیں رہتا۔ تبسیطِ علوم کا اخلاقی تقاضا یہی توازن ہے۔

(۳) مخاطب کی فہم کا لحاظ رکھنے کا ضابطہ

تبسیطِ علوم کا مقصد علم کو ہر ذہن تک پہنچانا ہے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر مخاطب کے لیے ایک ہی سطح کی گفتگو کی جائے۔ علمی دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ مخاطب کی عمر، علمی پس منظر اور ذہنی استعداد کو مدِ نظر رکھا جائے۔ جو بات ایک طالبِ علم کے لیے مناسب ہو، وہ ضروری نہیں کہ عام قاری کے لیے بھی ہو۔ تبسیطِ علوم میں یہ شعور نہایت اہم ہے۔

(۴) تدریج اور ترتیب کی پابندی

علم کو مرحلہ وار اور منظم انداز میں پیش کرنا تبسیطِ علوم کا ایک بنیادی اخلاقی اصول ہے۔ پیچیدہ مباحث کو یکبارگی پیش کرنا ذہنی بوجھ پیدا کرتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ مفاہیم کو آسان سے مشکل کی طرف اور اجمال سے تفصیل کی طرف لے جایا جائے۔ یہ تدریج علم کو قابلِ فہم بنانے کے ساتھ ساتھ ذہنی احترام بھی پیدا کرتی ہے۔

(۵) حدودِ علم کی وضاحت کا ضابطہ

تبسیطِ علوم میں یہ دیانت بھی شامل ہے کہ جہاں علم محدود ہو، وہاں اس کی حدود کو واضح کر دیا جائے۔ ہر سوال کا فوری اور سادہ جواب دینا علمی دیانت نہیں۔ بعض امور ایسے ہوتے ہیں جن میں

اختلاف، اجتہاد یا مزید تحقیق کی گنجائش ہوتی ہے۔ تبسیط کا مطلب یہ نہیں کہ غیر یقینی امور کو یقینی بنا کر پیش کیا جائے، بلکہ یہ ہے کہ علم کی وسعت اور حدود دونوں کو واضح رکھا جائے۔

(۶) مقصدیت اور خیر خواہی کا ضابطہ

تبسیطِ علوم کا مقصد محض متاثر کرنا یا مقبولیت حاصل کرنا نہیں ہونا چاہیے، بلکہ فہم پیدا کرنا اور علمی خیر خواہی کا مظاہرہ کرنا ہونا چاہیے۔ جب تبسیط شہرت، سنسنی یا ذاتی مفاد کے لیے کی جائے تو وہ علم کی خدمت کے بجائے نقصان کا باعث بنتی ہے۔ نیت کی درستگی، تبسیطِ علوم کا ایک اہم اخلاقی ستون ہے۔

الغرض تبسیطِ علوم اسی وقت ایک بامقصد اور مفید علمی عمل بنتی ہے جب وہ اخلاقی ذمہ داری اور علمی دیانت کے ساتھ انجام دی جائے۔ یہ فن علم کو کم نہیں کرتا بلکہ اسے محفوظ رکھتے ہوئے عام فہم بناتا ہے۔ جب تبسیط علم احترام، سچائی اور فہم کے جذبے کے ساتھ کی جائے تو وہ نہ صرف فرد کی تربیت کرتی ہے بلکہ معاشرے کی فکری بنیادوں کو بھی مضبوط بناتی ہے۔ یہی تبسیطِ علوم کا اصل مقام اور اصل وقار ہے۔

۸۔ تبسیطِ علوم کے اسلامی مآخذ: قرآن، سنت، فقہ، کلام، فلسفہ، تصوف

تبسیطِ علوم کا علمی ورثہ اسلامی تہذیب میں کسی ایک مضمون یا ایک دور تک محدود نہیں بلکہ یہ ایک ایسا جامع فکری سلسلہ ہے جو قرآنِ مجید سے شروع ہو کر حدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ، علمِ کلام، فلسفہ، تصوف اور اسلامی فکر کی پوری تاریخ پر پھیلا ہوا ہے۔ ان بنیادی مآخذ کو اُن کے تاریخی، فکری اور علمی سیاق میں جاننا ضروری ہے تاکہ قاری جان سکے کہ اسلامی ذہن نے علم کو قابلِ فہم بنانے کی کیا حکمتِ عملی اختیار کی اور یہ عمل کس حد تک منہجی اور اصولی تھا:

۱۔ تبسیطِ علوم کا سب سے پہلا اور بنیادی ماخذ قرآنِ مجید ہے۔ قرآن کا اندازِ بیان تیسیر، وضاحت، تدریج اور تفہیم پر قائم ہے۔ قرآن نے انسان کی ذہنی سطح، اس کے تجربے، اس کی زبان اور اس کے سوالات کا خیال رکھتے ہوئے گفتگو کی۔ اسی وجہ سے قرآن نے مثالیں دیں، قصے بیان کیے، سوال و جواب کا انداز اختیار کیا، اور مختلف طبقاتِ فکر کو ان کی ذہنی استعداد کے مطابق خطاب کیا۔ یہ تمام اسالیب خود اس بات کی دلیل ہیں کہ قرآن نے علم کو فہم کے دروازے سے داخل کیا، نہ کہ پیچیدگی اور فلسفیانہ گہرائی کے ذریعے۔ اگرچہ قرآن میں گہرائی اپنی جگہ موجود ہے اور صدیوں سے مفسرین اس سے معانی کشید کرتے آئے ہیں۔

۲۔ دوسرا بنیادی ماخذ سنتِ نبوی ﷺ ہے۔ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات میں تبسیط، تنویع، تدریج، وضاحت اور سادگی سب نمایاں ہیں۔ آپ نے اہم حقائق کو مثالوں کے ذریعے بیان کیا، اخلاقیات

کو عملی ماڈل بنا کر دکھایا، پیچیدہ عقائد کو مختصر جملوں میں سمو دیا اور لوگوں کی ذہنی سطح کے مطابق گفتگو کی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی دعوت، تربیت اور ابلاغ کا پورا نظام نبوی منہج سے وابستہ ہے۔ سنتِ نبوی نے علم کو زندگی کے تجربے میں ضم کر کے بیان کیا اور یہ تبسیطِ علوم کی سب سے عملی شکل ہے۔

۳۔　تبسیطِ علوم کا تیسرا ماخذ فقہ اور اصولِ فقہ ہے۔ ائمہ مجتہدین نے زندگی کے پیچیدہ مسائل کو فقہی اصولوں، قواعد اور ضوابط میں ڈھالا۔ اختلافی مسائل کو منظم اصولوں کے تحت تحلیل کیا اور فقہی ذخیرے کو موضوعاتی ابواب میں ترتیب دیا۔ فقہ کے اس نظم نے عام مسلمان اور طالب علم دونوں کے لیے دین کو قابلِ فہم بنایا۔ اصول فقہ نے تبسیطِ علوم کی منطقی بنیاد فراہم کی —— جزویات کو کلیات سے جوڑا، علت و معلول کو واضح کیا اور دلائل کی ترتیب کو قائم رکھا۔

۴۔　چوتھا ماخذ علمِ کلام ہے۔ علمِ کلام نے عقائد کے مشکل اور تجریدی مباحث کو استدلالی ترتیب کے ساتھ اس طرح بیان کیا کہ وہ ذہنی قبولیت حاصل کر سکیں۔ اشاعرہ اور ماتریدیہ نے فلسفیانہ اعتراضات کو منطقی اور عام فہم انداز میں حل کیا۔ امام غزالی کی تحریریں تبسیطِ علوم کی بہترین مثال ملتی ہے، جہاں فلسفہ، کلام اور اخلاق کو ایسے اسالیب میں بیان کیا کہ پیچیدگی کم ہوئی اور بات زیادہ روشن ہو گئی۔

۵۔　پانچواں ماخذ علمِ فلسفہ ہے۔ مسلمان فلاسفہ نے یونانی فلسفہ کو نہ صرف اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالا بلکہ مشکل فلسفیانہ نظامات کو ترتیب دے کر زیادہ قابلِ فہم بنایا۔ فارابی، ابن سینا اور ابن رشد جیسے فلاسفہ نے انتہائی پیچیدہ مسائل کو واضح مسالک اور نظریاتی سانچوں میں پیش کیا، جس سے فلسفہ عام ذہن کے لیے بھی قابلِ مطالعہ ہو گیا۔

۶۔　چھٹا اور انتہائی لطیف ماخذ تصوف ہے۔ صوفیا نے معرفت، اخلاق، روحانیت اور باطنی احوال کو حکایت، شعر، مثال اور روزمرّہ تجربے کی زبان میں بیان کیا۔ ان کی زبان میں سادگی تھی، مگر معانی وسیع۔ ان کے بیانات میں روشنی تھی، مگر گہرائی کم نہیں ہوتی تھی۔ داتا گنج بخش، امام قشیری، مولانا روم، سعدی اور عطار رحمھم اللہ سب تبسیطِ علوم کے جمالیاتی پہلو کی نمائندگی کرتے ہیں۔ تصوف نے علم کی مشکل روحانی جہات کو دل کی زبان میں منتقل کیا اور یہ تبسیطِ علوم کا وہ پہلو ہے جو عقل کے ساتھ ساتھ دل کو بھی روشن کرتا ہے۔

یوں تبسیطِ علوم کے مآخذ قرآن سے شروع ہو کر پورے اسلامی فکری ورثے پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ہر علم، ہر دور، ہر مکتب فکر نے اس عمل کو اپنے انداز میں اپنایا، مگر مقصد ایک ہی رہا: علم کو اس کے وقار اور گہرائی سمیت قابلِ فہم بنانا۔ لہٰذا تبسیطِ علوم اسلامی روایت کا محض ایک طریقِ تعلیم نہیں بلکہ ایک فکری تسلسل، ایک اصولی تحریک اور ایک تہذیبی ذمہ داری ہے۔

۹۔ تبسیطِ علوم میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا منہج

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے پورے علمی منہج کی بنیاد درج ذیل حقائق پر قائم ہے:

(۱) بنیادی نظریہ: آسانی کو علم میں تبدیل کرنے کا فلسفہ

شیخ الاسلام کے منہج کا بنیادی نظریہ علم کو آسان بنانا ہے۔ علم کو آسان بنانے کا مطلب اس کی گہرائی کو کم کرنا نہیں ہے، بلکہ آسانی کو خود علم کا حصہ بنا دینا ہے۔ ان کا منہج ہمیں قرآن کے اس اصول کی یاد دلاتا ہے: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ یعنی اللہ نے وضاحت اور سہولت کو علم کی فطری شکل بنا دیا۔ اسی طرح حدیثِ نبوی خاطِبُوا النَّاسَ عَلَى قَدَرِ عُقُولِهِمْ انسانوں کے ذہنی درجے کے مطابق گفتگو کی تربیت دیتی ہے۔ شیخ الاسلام کا پورا اسلوب اسی نبوی منہج کا عملی تسلسل معلوم ہوتا ہے، جہاں مشکل مقاصد کو قابلِ فہم اور پیچیدہ علوم کو قابلِ رسائی بنانے کے لیے سادگی کو ایک علمی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

(۲) علمی گہرائی کا تحفظ: مسئلہ کو کم کیے بغیر واضح کرنا

شیخ الاسلام کے فریم ورک کا پہلا ستون یہ ہے کہ مشکل موضوعات کی گہرائی کو کسی موقع پر کم نہیں ہونے دیا جاتا۔ وہ فقہ، حدیث، اصول یا تفسیر کی باریکیوں کو چھوڑے بغیر انہیں سہل زبان میں بیان کرتے ہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں عام مقرر یا مصنف کمزور پڑ جاتا ہے کیونکہ پیچیدگی کو سادہ کرتے ہوئے اکثر مفہوم اپنی اصالت کھو دیتا ہے۔ لیکن شیخ الاسلام مشکل مسئلہ کو مختصر نہیں کرتے، بلکہ اس کی فکری ہڈی برقرار رکھتے ہوئے اسے قابلِ فہم بنا دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ "اسلام اور دہشت گردی" جیسی عالمی سطح کی کتابیں، جن کا مواد فقہی طور پر نہایت دقیق ہے، عام قاری کے لیے بھی سمجھ میں آتی ہیں اور عالمی محقق کے لیے بھی علمی مراجع بن جاتی ہیں۔

(۳) لسانی سادگی: زبان نرم، مفہوم گہرا

شیخ الاسلام کے اندازِ بیان کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ الفاظ نرم، صاف، عام فہم اور سادہ ہوتے ہیں مگر مفہوم انتہائی گہرا۔ یہ قرآن کے اس منہج سے ہم آہنگ ہے: "وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ" یعنی وضاحت اُس زبان میں ہوتی ہے جو قوم سمجھ سکے۔ شیخ الاسلام اسی فطری نفسیات کے مطابق پیچیدہ فقہی اصطلاحات، تفسیر اور فلسفہ کی گتھیوں کو روزمرہ زبان میں کھول دیتے ہیں۔ ان کے درسِ قرآن میں جب وہ "علّتِ فاعلی" جیسے مشکل فلسفیانہ تصور کو قلم اور ہاتھ کی مثال سے سمجھاتے ہیں تو سامع محسوس کرتا ہے کہ علم اب ہاتھ سے چھونے والی حقیقت بن گیا ہے۔

(۴) مثال، تشبیہ اور تمثیل: تصور کو بصری شکل دینا

شیخ الاسلام کی تیسری بڑی تکنیک یہ ہے کہ وہ ہر مشکل تصور کے لیے ایک ایسی مثال دیتے ہیں جو سامع کے ذہن میں فوری نقش بن جائے۔ یہ عمل قرآن کے اس اسلوب سے ماخوذ ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ یعنی مثالیں ذہنی وضاحت کا آلہ ہیں۔ شیخ الاسلام فلسفۂ رُوح کو بجلی کی روشنی کی مثال سے سمجھاتے ہیں، تقدیر کو عادت اور ارادہ کی روز مرّہ مثالوں سے واضح کرتے ہیں اور اصولِ فقہ کو عملی واقعات سے جوڑ دیتے ہیں۔ ان کی مثال نہ تو بہت طویل ہوتی ہے اور نہ ہی غیر ضروری، بلکہ بلکل اُتنی ہی جتنی ذہن میں "تصویر" پیدا کرنے کے لیے ضروری ہو۔

(۵) ترتیب وتدرّج: ذہن کو تیار کرنا، پھر مفہوم دینا

شیخ الاسلام کی گفتگو میں سب سے نمایاں چیز ترتیب ہے۔ وہ کبھی اچانک کسی مشکل موضوع پر نہیں جاتے بلکہ پہلے ذہن کو حرارت دیتے ہیں، ماحول اور پس منظر بناتے ہیں، پھر موضوع کی بنیاد رکھتے ہیں اور آخر میں اصل مسئلہ کی طرف بڑھتے ہیں۔ یہ وہی ترتیب ہے جو قرآن نے سورۃ العصر میں قائم کی: زمانہ، انسان، خسارہ، ایمان، عمل، نصیحت، صبر۔ شیخ الاسلام اس ترتیب کو تدریسی منہج میں تبدیل کرتے ہیں۔ اس لیے سننے والا کبھی محسوس نہیں کرتا کہ علم اُس پر بوجھ بن رہا ہے بلکہ وہ اسے ایک قدرتی سفر کی طرح قبول کرتا ہے۔

(۶) مخاطب کی نفسیاتی سطح کا خیال

تبسیطِ علوم کا ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ ہر سامع کی ذہنی سطح یکساں نہیں ہوتی۔ شیخ الاسلام اس حقیقت کو بہت باریکی سے سمجھتے ہیں۔ ایک محفل میں اگر پروفیسر بیٹھے ہوں تو ان کا اندازِ بیان علمی ہوتا ہے؛ اگر عام لوگ ہوں تو مثالیں زیادہ ہوتی ہیں؛ اگر نوجوان ہوں تو زبان تازہ اور جذباتی ہوتی ہے اور اگر مغربی اسکالر ہوں تو گفتگو عقلی، تحقیقی اور سائنسی بنیادوں پر ہوتی ہے۔ یہی وہ وصف ہے جو حدیثِ نبوی کے اس اصول کا عملی نمونہ بن جاتا ہے کہ "لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق بات کرو۔"

(۷) روحانی تاثیر: علم کو نور میں بدل دینا

شیخ الاسلام کی گفتگو میں ایک ایسی روحانی تاثیر ہوتی ہے جو صرف ذہن کو نہیں بلکہ دل کو بھی کھول دیتی ہے۔ یہ تاثیر ان کے بیان میں روحانیت کے سبب آتی ہے: ذکر، خشوع، محبتِ رسول ﷺ اور قرآن کے ساتھ مسلسل تعلق سے۔ قرآن کہتا ہے:

أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ

یہ نور وہی ہے جو ان کے بیان میں محسوس ہوتا ہے۔ اس لیے ان کی گفتگو صرف واضح نہیں ہوتی، وہ موثر بھی ہوتی ہے، دل میں اُترتی ہے، شعور کو جگاتی ہے اور سامع کے وجود میں تبدیلی پیدا کرتی ہے۔

۱۰۔ شیخ الاسلام کا چار مرحلہ تدریسی ماڈل

شیخ الاسلام کا تدریسی منہج چار مرحلوں میں بہتا ہوا محسوس ہوتا ہے:

(۱) سامع کے ذہن کو سننے پر آمادہ کرنا

شیخ الاسلام کے تدریسی منہج کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ کبھی بھی کسی پیچیدہ علمی موضوع میں بلا تمہید داخل نہیں ہوتے۔ وہ جانتے ہیں کہ انسان کا ذہن یکدم گہرائی قبول نہیں کرتا، بلکہ اسے پہلے راستہ، ماحول، پس منظر اور ایک ذہنی نقشہ درکار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی گفتگو کا آغاز سوالات، تمہیدات اور مختصر ذہنی خاکوں سے کرتے ہیں، جو سننے والے کو اس بات کے لیے تیار کر دیتے ہیں کہ اب ایک فکری سفر شروع ہونے والا ہے۔

یہ طریقہ قرآن کے منہج سے ہم آہنگ ہے، جہاں اکثر مشکل مسائل سے پہلے تمثیل، قصہ، ابتدائی اصول یا ذہنی تنبیہ آتی ہے۔ شیخ الاسلام بھی اسی قرآنی حکمت کو اختیار کرتے ہیں۔ وہ پہلے سامع کے ذہن میں اس موضوع کی ضرورت، اس کا پس منظر اور اس کی معنوی اہمیت کو جگاتے ہیں یعنی ذہن ''قبولیت'' کی حالت میں آ جاتا ہے، جس کے بعد علم بوجھ بننے کے بجائے نور کی طرح اترتا ہے۔

(۲) تصور کی تشکیل: مفہوم کو بنیادوں کے ساتھ کھڑا کرنا

جب ذہن تیار ہو جاتا ہے تو شیخ الاسلام دوسرا مرحلہ شروع کرتے ہیں: تصور کی تعمیر۔ یہاں وہ موضوع کا ڈھانچہ کھڑا کرتے ہیں، یعنی تعریفات، بنیادی اصطلاحات، فریم ورک اور وہ ضروری مقدمات جن کے بغیر آگے کی تفصیلات سمجھ میں نہیں آ سکتیں۔ ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ پہلے پورا نقشہ دکھاتے ہیں، پھر اس نقشے کے حصوں کی وضاحت کرتے ہیں۔ اس سے قاری کو کوئی بھی بحث ''الگ تھلگ'' محسوس نہیں ہوتی؛ ہر چیز ایک مرکزی خیال سے جڑی ہوتی ہے۔ یہ بھی قرآن کے اس اسلوب کی عملی شکل ہے جہاں اللہ تعالیٰ پہلے اصول بتاتا ہے، پھر ان کی تفصیلات کھولتا ہے۔ شیخ الاسلام کے دروسِ فلسفہ، جیسے ''روح کیا ہے؟'' یا ''تقدیر کیا ہے؟'' اس منہج کی شاندار مثالیں ہیں۔ وہ پورے مفہوم کا ایک عالمی خاکہ سامنے رکھ دیتے ہیں، جس کے بعد ہر تفصیل اپنی جگہ خود بخود سمجھ میں آنے لگتی ہے۔

(۳) دلیل کی توضیح: قرآن، حدیث، عقل اور تاریخ کا مربوط امتزاج

تیسرا مرحلہ وہ ہے جہاں شیخ الاسلام علم کو صرف وضاحت یا مثال تک محدود نہیں رہنے دیتے، بلکہ اسے سند، دلیل اور حجت دیتے ہیں۔ وہ قرآن کی آیات، احادیثِ مبارکہ، اقوالِ ائمہ، تاریخی واقعات، عقلی استدلال، اور نفسیاتی شواہد، سب کو ایک مربوط سلسلے کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ اس انضمام کی خوبی یہ ہے کہ سامع کو محسوس ہوتا ہے کہ موضوع نہ صرف واضح ہوا ہے بلکہ اب مضبوط بھی ہو گیا ہے۔ ان کے بیان میں دلیل کبھی خشک نہیں ہوتی وہ دلیل کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ سننے والا اس کی ضرورت بھی سمجھتا ہے اور اثر بھی محسوس کرتا ہے۔

مثال کے طور پر، ''جہاد اور دہشت گردی'' جیسے حساس موضوع میں انہوں نے قرآنِ مجید، احادیث، ائمہ کی آراء، فقہی قواعد اور تاریخی شواہد کو ایک ایسے توازن سے پیش کیا کہ پیچیدہ فقہی اصول بھی عام ذہن کے لیے روشن ہو گئے۔ دلیل کی یہ ہم آہنگی ان کے منہج کا علمی حسن ہے۔

(۴) اثر کی ترسیل: بات دل میں اترنا اور قاری کی تبدیلی

جب ذہن تیار ہو جائے، تصور واضح ہو جائے، اور دلیل مضبوط ہو جائے، تو شیخ الاسلام گفتگو کو صرف علمی سطح پر نہیں چھوڑتے، بلکہ اسے اثر میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ یہی ان کے منہج کا سب سے منفرد پہلو ہے۔ ان کے بیان میں ایک روحانی نرمی، اخلاقی حرارت اور تربیتی گہرائی ہوتی ہے جس کی وجہ سے موضوع قاری کے ذہن میں اترنے کے ساتھ اس کے دل کو بھی چھوتا ہے۔ یہ وہ مرحلہ ہے جس میں علم ''معلومات'' سے بڑھ کر ''تبدیلی'' بن جاتا ہے۔ قرآن اسی کیفیت کو بیان کرتا ہے:

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ　یعنی علم کا اصل مقصد ہدایت ہے، صرف فہم نہیں۔ شیخ الاسلام اسی قرآنی مقصد کو برتتے ہیں۔ ان کی گفتگو ذہن کو روشن کرتی ہے، مگر ساتھ ہی انسان کے اندر عملی تحریک بھی پیدا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی ایک تقریر سن کر بہت سے لوگ کہتے ہیں، ''آج نہ صرف سمجھ آیا، بلکہ دل بھی بدل گیا۔'' یہی ''اثر کی ترسیل'' ہے: تبسیطِ علوم کا آخری اور سب سے مقدس مرحلہ۔ یہ چار مراحل ''تبسیطِ علوم'' کو ایک منظم فن بنا دیتے ہیں۔

۱۱۔ شیخ الاسلام کے اسلوب کا جامع اثر: علم کا زندہ بہاؤ

شیخ الاسلام کی گفتگو میں علم جامد نہیں رہتا، وہ بہتا ہے، کھلتا ہے اور قاری و سامع کے ذہن میں ایک روشنی بن کر پھیلتا ہے۔ ان کا بیان صرف سمجھاتا نہیں—تربیت بھی کرتا ہے۔ صرف وضاحت نہیں

کرتا، وجدان کو بھی جگاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے خطبات سننے اور کتابیں پڑھنے کے بعد انسان محسوس کرتا ہے کہ پیچیدہ علوم اُس کے لیے پہلی بار کھل کر سامنے آئے ہیں۔

شیخ الاسلام کا فریم ورک اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ علم کی گہرائی اور سادگی ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں۔ انہوں نے قرآن کے منہج اور سنتِ نبوی کے اسلوب کو عصرِ حاضر کی علمی زبان میں منتقل کر کے دنیائے علم کے لیے ایک نیا معیار قائم کر دیا ہے۔ ان کا تبسیطی ماڈل صرف "بیان کا طریقہ" نہیں، بلکہ علم کو زندہ کرنے کا طریقہ ہے۔ ایک ایسا طریقہ جس سے مشکل علوم روشنی بن کر دل و دماغ میں اترتے ہیں۔

حرف آخر

تبسیطِ علوم محض ایک علمی اسلوب نہیں بلکہ زندگی کو سمجھنے، سنوارنے اور آگے بڑھانے کا ایک شعوری منہج ہے۔ جب علم قابلِ فہم بن جاتا ہے تو وہ دل میں اترتا ہے، اور جب دل میں اتر جائے تو عمل میں ڈھل جاتا ہے۔ اس مضمون میں بیان کیے گئے اصول ہمیں یہ سکھاتے ہیں کہ علم کو بوجھ بنانے کے بجائے روشنی بنایا جائے، اختلاف کو الجھن کے بجائے وسعت سمجھا جائے، اور پیچیدگی کو رکاوٹ نہیں بلکہ ترتیب کے ذریعے فہم میں بدلا جائے۔

تبسیطِ علوم ذاتی اور پیشہ ورانہ ترقی کے لیے بھی ایک نہایت مؤثر طریقہ ہے۔ جو شخص پیچیدہ بات کو سمجھنے اور سمجھانے کی صلاحیت رکھتا ہے، وہ اپنی سوچ، گفتگو اور فیصلوں میں زیادہ واضح، متوازن اور بااعتماد ہو جاتا ہے۔ پیشہ ورانہ زندگی میں یہی صلاحیت بہتر قیادت، مؤثر ابلاغ، مسئلہ حل کرنے کی اہلیت اور ٹیم کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کرتی ہے، جبکہ ذاتی زندگی میں یہ ذہنی سکون، فکری وضاحت اور درست ترجیحات کے تعین میں مدد دیتی ہے۔

ذاتی طور پر میں اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے اپنی پوری زندگی میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے کسی خطاب اور کسی کتاب سے کبھی غفلت نہیں برتی۔ ان کے خطابات اور تصانیف کے ساتھ مسلسل وابستگی ہی اس مضمون کی بنیاد اور اس کی روح ہے۔ یہی مستقل سماعت، مطالعہ اور غور و فکر اس فن کی پہچان کا ذریعہ بنا۔ تاہم میں اسے اپنی محنت کا کمال نہیں سمجھتا، بلکہ اس شعور اور اس آگاہی کو اللہ تعالیٰ کی عطا اور اس کا خاص فضل مانتا ہوں، ایک ایسا تحفہ جو سیکھتے رہنے، سوال کرتے رہنے اور علم کے سامنے عاجز رہنے کی توفیق عطا کرتا ہے۔

قارئین کے لیے اصل دعوت یہی ہے کہ وہ ان اصولوں کو صرف مطالعہ تک محدود نہ رکھیں بلکہ اپنی روزمرّہ زندگی میں برتیں۔ گفتگو میں وضاحت، سوچ میں ترتیب، فیصلوں میں حکمت اور عمل میں تدریج کو اختیار کریں۔ علم حاصل کرتے وقت بھی اور علم بانٹتے وقت بھی یہ دیکھیں کہ بات سمجھ میں آرہی ہے یا نہیں، دل کو چھو رہی ہے یا نہیں اور فرد و معاشرے میں بہتری پیدا کر رہی ہے یا نہیں۔

اگر ہر فرد اپنے دائرۂ کار میں علم کو آسان، قابلِ فہم اور بامقصد بنا دے تو یہی طرزِ فکر انسانیت کی خدمت کا ذریعہ بن سکتی ہے، اسلام کی حقیقی روح کو اجاگر کر سکتی ہے اور پاکستان کو فکری استحکام، سماجی ہم آہنگی اور علمی ترقی کی راہ پر آگے لے جا سکتی ہے۔

علم جب اخلاص، حکمت اور خدمت کے جذبے کے ساتھ آگے بڑھتا ہے تو وہ صرف فرد کو نہیں بدلتا بلکہ اقوام کی تقدیر بھی سنوار دیتا ہے۔ یہی اس سفر کا اصل مقصد ہے اور یہی اس مضمون کا بنیادی پیغام۔

بصیرتِ شیخ الاسلام
علم، حکمت اور رواداری
دو یادگار نشستوں کے احوال

تنویر احمد خان

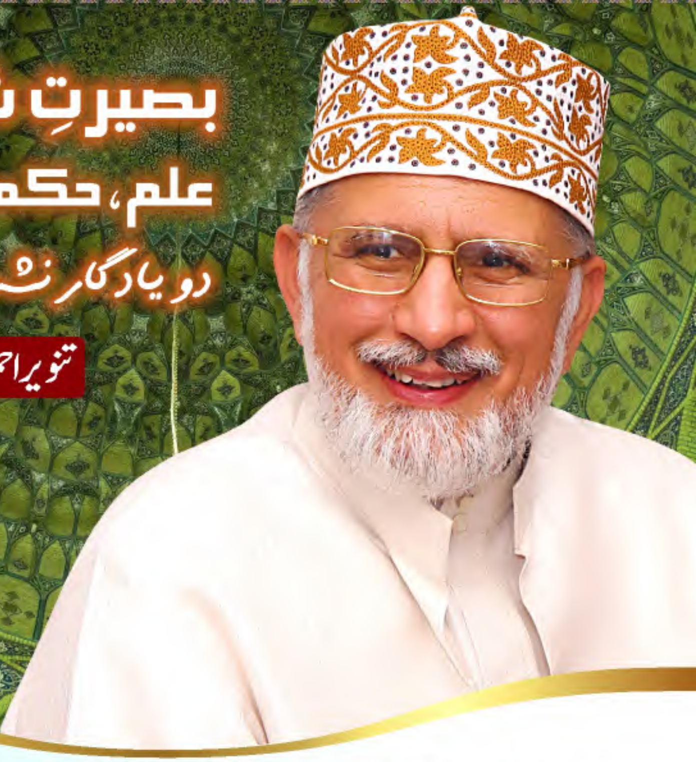

تاریخِ انسانی کے افق پر کچھ ایسی عبقری شخصیات طلوع ہوتی ہیں جو نہ صرف اپنے عہد کی نبض پر ہاتھ رکھتی ہیں بلکہ آنے والی صدیوں کے فکری و نظریاتی رخ کا تعین بھی کرتی ہیں۔ جن کی گفتگو محض الفاظ کا مجموعہ نہیں بلکہ آنے والے زمانوں کی پیشین گوئی اور الجھے ہوئے فکری مسائل کا حل ہوتی ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی زندگی تجدیدِ دین اور احیائے اسلام کی ایک ایسی روشن داستان ہے جس نے علم کو عمل اور فلسفہ کو بصیرت کے نور سے منور کیا۔

زیرِ نظر مضمون شیخ الاسلام کی 75 ویں سالگرہ کے پر مسرت موقع پر ان کی بے مثال علمی و فکری بصیرت کو خراجِ تحسین پیش کرنے کی ایک ادنیٰ سی کوشش ہے۔ یہ تحریر میری زندگی کی اُن دو یادداشتوں پر مشتمل ہے جنہوں نے نہ صرف میرے نظریات کو جلا بخشی بلکہ تحریکِ منہاج القرآن کے منہج اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی عالمی بصیرت کو بھی پوری طرح آشکار کیا۔ یہ یادداشتیں محض گزرے ہوئے واقعات نہیں بلکہ اس حقیقت کا ثبوت ہیں کہ جب امت فکری انتشار اور گروہی عصبیت کی آگ میں جل رہی تھی، تب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے امت کی کشتی کو انتہا پسندی کے بھنور سے نکال کر رواداری اور بقائے باہمی کے ساحل سے ہمکنار کر دیا تھا۔

ا۔ انتہا پسندی کے اندھیروں میں اعتدال کی روشنی

میری پہلی یادداشت کا تعلق ایک ایسی یادگار فکری نشست کی روداد ہے جس نے فکر و نظر کے زاویے بدل دیے۔ 1991ء کے پُرآشوب دور میں جب فرقہ واریت کا زہر رگِ ملت میں اتر رہا تھا، گورنمنٹ کالج لاہور کے چند نوجوانوں نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری سے رہنمائی کے لئے چند سوالات کیے۔ یہ محض ایک ملاقات نہیں تھی بلکہ ایمان، کفر اور اتحادِ امت کے حساس موضوعات پر ایک ایسا حکیمانہ مکالمہ تھا جس نے انتہا پسندی کے سامنے منطق اور دلیل کا چراغ روشن کیا۔ اس تحریر کو پڑھ کر قارئین کو معلوم ہوگا کہ کس طرح شیخ الاسلام نے قرآن و سنت کی روشنی میں "ایمان کے حقیقی پیمانے" کی وضاحت فرمائی اور یہ ثابت کیا کہ امت میں 90 فیصد سے زائد معاملات مشترک ہیں۔ یہ تحریر آج کے دور میں بھی مذہبی رواداری اور بھائی چارے کے قیام کے لیے ایک مشعلِ راہ ہے۔ اس فکری نشست کی روداد ملاحظہ ہو:

میں 1991ء میں گورنمنٹ کالج لاہور میں زیر تعلیم تھا۔ میں نے چاہا کہ کسی طرح اپنی کلاس اور ہاسٹل کے کچھ قریبی دوستوں کی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے ساتھ ایک علمی نشست کا اہتمام کیا جائے۔ میں نے شیخ الاسلام سے وقت لیا اور اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ پہنچا۔ شیخ الاسلام سے ان کے آفس میں تفصیلی نشست ہوئی جس میں بہت سے سوالات ہوئے اور شیخ الاسلام نے کمال اور مدلل گفتگو فرمائی۔ یہ وہی نشست تھی جس میں مجھے شیخ الاسلام کو تحریک منہاج القرآن کی طلبہ تنظیم کے قیام کی تجویز دینے کا موقع بھی ملا۔ طلبہ تنظیم کی تجویز پر شیخ الاسلام بہت دیر تک تعلیمی اداروں کے ماحول اور طلبہ تنظیم کے قیام کے مضمرات پر استفسار کرتے رہے۔

ہمارے مختصر وفد میں تقریباً سب ہی مذہبی و سیاسی جماعتوں اور مسالک سے تعلق رکھنے والے نوجوان موجود تھے، جنہوں نے علمی، عصری، سائنسی، تحقیقی، تنظیمی اور سیاسی حوالے سے متعدد سوالات کیے۔ اس موقع پر ایک بظاہر بڑا خطرناک سوال شیخ الاسلام سے کیا گیا۔ یہ ایک ایسا سوال تھا کہ اگر شیخ الاسلام کی جگہ کوئی اور علمی و فکری شخصیت ہوتی تو اس سوال کا قطعاً ایسا جواب نہ دے پاتی۔ ان دنوں شیخ الاسلام نے اہل تشیع کی نمائندہ جماعت تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے ساتھ ملک گیر سطح پر "اعلامیہ وحدت" جاری کیا تھا۔ وہ "شیعہ شیعہ کافر شیعہ" کے فرقہ پرستانہ نعرے کے مقابلے میں "شیعہ سنی بھائی بھائی" کے تصور کو ترویج دے رہے تھے۔ ملک گزشتہ دہائی سے فرقہ وارانہ سرگرمیوں کی زد میں تھا۔ ہمارے وفد میں اہل تشیع بھی تھے اور سپاہ صحابہ سے وابستہ نوجوان بھی۔

(۱) ایک نوجوان کا سوال: کافر کون؟

کسی نوجوان نے شیخ الاسلام سے سوال کر دیا:

"آپ نے اہل تشیع کے ساتھ "اعلامیہ وحدت" کیوں کیا ہے جبکہ وہ پہلے تینوں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت کو نہیں مانتے، ان پر تنقید کرتے ہیں اور صرف حضرت علی المرتضی علیہ السلام کی خلافت وولایت کے قائل ہیں۔ ان کی اذان اور نماز مختلف ہے۔ گھوڑا نکالنا، ماتم کرنا اور اس طرح کی بہت سی چیزوں کو انہوں نے دینی رسوم میں داخل کر دیا ہے۔ ان کے کئی علما کی کتابوں میں متنازعہ اور کفریہ کلمات روایت ہوئے ہیں۔ سپاہ صحابہ انہیں کافر کہتی ہے۔ آپ بتائیں کہ آپ کے نزدیک شیعہ؛ مسلمان ہیں یا کافر؟"

شیخ الاسلام کو اس وفد میں موجود نوجوانوں کے عقائد کا بالکل پتہ نہیں تھا کہ ان میں دو انتہائیں رکھنے والے عقائد کے حامل نوجوان موجود ہیں۔ اس سوال پر میں اس فکر میں مبتلا ہو گیا کہ اب اگر شیخ الاسلام نے شیعہ کو کافر یا غلط کہہ دیا تو شیعہ دوست ناراض ہوں گے اور اگر نہ کہا تو سپاہ صحابہ والے نوجوان نہ جانے کیا ردعمل دے دیں اور کہیں کوئی ناپسندیدہ صورتحال پیدا نہ ہو جائے۔ بہر حال شیخ الاسلام نے اس کا جو مفصل اور منطقی جواب دیا، اس نے صرف مجھے ہی نہیں بلکہ سب کو مسحور کر دیا۔ ہمیں اس مختصر سے وقت میں انتہائی سادہ طور سے اسلام، ایمان اور کفر کے تصور کی وہ علمی توجیح حاصل ہوئی جو ہمارے ہاں عمومی اور عملی طور پر مفقود ہے۔

☆ شیخ الاسلام نے فرمایا: "بیٹا! یہ تو بہت آسان اور سادہ سا معاملہ ہے۔ آپ ذہین نوجوان ہیں، اگر آپ گہرا مطالعہ اور غیر جانبدارانہ تجزیہ کریں گے تو خود بھی حقیقت تک پہنچ جائیں گے۔

قرآن اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں ایمان یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لایا جائے کہ صرف وہی خالق اور معبود حقیقی ہے۔ تمام انبیاء کی نبوت پر ایمان لایا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شارع اور خاتم النبیین مانا جائے۔ تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لایا جائے اور آخری کتاب قرآن کے ایک ایک حرف اور بیان کو شک سے پاک، قیامت تک محفوظ، ایمان عقیدے اور عمل کی اساس مانا جائے۔ یوم آخرت، فرشتوں اور تقدیر پر ایمان رکھا جائے۔"

☆ شیخ الاسلام نے ارکانِ ایمان کے بارے میں واضح کرتے ہوئے فرمایا:

"یہ ارکان؛ ایمان کی بنیاد اور پیمانہ ہیں۔ اگر کوئی شخص عملی طور پر مذکورہ امور کی کلی یا جزوی نفی کر دے تو وہ عمل کفر ہو گا اور اگر وہ فرد یا گروہ مذکورہ امور کی کلی یا جزوی نفی کو عقیدہ بنا لے تو اسے کافر کہا جائے گا۔ اب آپ کسی بھی فرد یا گروہ کے عقیدے یا عمل کو اس پیمانے پر پرکھ کر دیکھ لیں، آپ خود نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں۔"

(۲) کیا ہر گناہ، مکروہ اور حرام فعل پر کفر کا طلاق کیا جاسکتا ہے؟

شیخ الاسلام نے سوال کرنے والے ہمارے دوست کو متوجہ کرتے ہوئے کہا: ”یہ جتنے امور آپ نے اپنے سوال میں بیان کیے ہیں یا ان جیسے اور بھی امور، اگر ان کا غیر جانبدارانہ علمی تجزیہ کیا جائے تو کوئی انہیں غیر ضروری، ناپسندیدہ، غلط، مکروہ، بدعت، گناہ حتی کہ حرام تو کہہ سکتا ہے لیکن ان پر کفر کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارے علما بھی انتہا پسندی اور تنگ نظری کا شکار ہیں۔ بات بات پر اور ہر طرح کے اختلاف پر بغیر کسی شرعی دلیل کے کفر کے فتویٰ صادر کر کے امت کی وحدت کو پارہ پارہ کیا جارہا ہے۔“

☆ نماز، اذان اور دیگر معاملات کے باب میں وضاحت کرتے ہوئے شیخ الاسلام نے کہا:

”اہل سنت اور اہل تشیع میں فقہی اختلاف ضرور ہیں مگر ایسا نہیں کہ ان کی نماز کو نماز ہی نہ مانا جائے جبکہ نیت اور قبلہ رو ہونے سے لے کر تکبیرِ تحریمہ قیام، رکوع، سجود، تشہد سمیت سبھی لوازماتِ نماز ان کی فقہ کے اعتبار سے ادا کئے جاتے ہیں۔ فقہی اختلاف تو اہل سنت کے چاروں ائمہ اور اہل سنت اور اہل حدیث میں بھی موجود ہیں۔ مسالک میں فقہی اختلاف کی بنیاد پر کسی کو کافر قرار دینا انتہا پسندی، جہالت اور ظلم ہے۔ اسی طرح گھوڑا نکالنا، محرم کے جلوس منعقد کرنا، ماتم کرنا، یہ کسی کے نزدیک بدعت تو ہو سکتا ہے مگر اسے اور اس جیسے اور معاملات کی بنیاد پر کسی کو کافر ہرگز قرار نہیں دیا جاسکتا۔

(۳) فقہی اختلاف اور موافقت کی وضاحت

شیخ الاسلام نے فقہی اختلاف اور موافقت کے حوالے سے نہایت خوبصورت بات کرتے ہوئے فرمایا:

”میرے نزدیک اہل سنت اور اہل تشیع کے درمیان دیگر مسالک کی نسبت سب سے زیادہ فقہی اختلاف ہے، لیکن یہ اختلاف بھی 10 فیصد سے کم ہے جبکہ 90 فیصد سے زائد معاملات میں ہمارے درمیان موافقت پائی جاتی ہے۔ یہ کیسی بدقسمتی اور ظلم ہے کہ ہم بہت قلیل سے اختلافی معاملات کی لکیر پیٹتے رہیں اور 90 فیصد سے زائد کثیر مشترکات کو فراموش کردیں۔ دین اور امت کے احوال تقاضا کرتے ہیں کہ اپنے اپنے عقائد پر رہتے ہوئے اختلافات کو زیر بحث لانے کی بجائے اتفاقات اور مشترکات کو فروغ دیا جائے۔“

☆ شیخ الاسلام نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ” رہی بات خلافت کی تو وہ ایک انتظامی مسئلہ تھا جس پر ابتدا میں بعض صحابہ کی رائے میں بھی اختلاف رہا۔ یہ اجتماعیت کا فطری تقاضا ہے کہ انتظامی معاملات میں اختلاف رائے ہو سکتا ہے۔ ایسے کسی بھی انتظامی معاملہ کو کیسے کفر کی بنیاد قرار دیا جا سکتا ہے؟ یہ معاملہ اسی دور میں حل ہو گیا تھا، لہٰذا اس پر اپنے مذہبی مباحث اور دینی نظریات استوار کرنا

درست نہیں ہے۔ اگر کوئی اس دور کے تناظر میں علمی، انتظامی اور سیاسی بنیاد پر یہ نقطۂ نظر رکھے کہ پہلے خلیفہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ہونا چاہئے تھا تو یہ ایک Academic Debate ہے جس میں نظری اختلاف کی بنیاد پر کفر کی بات کرنا جہالت ہے۔ اگر کوئی اس نظریہ کے ساتھ ساتھ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو پہلے خلیفہ ہونا چاہئے تھا، وہ صرف اہلِ بیت کی ہی مدح کرے اور دیگر خلفا کے بارے میں سکوت اختیار کرے تو امت کی وحدت کا عظیم مقصد تقاضا کرتا ہے کہ اپنے نظریات پر قائم رہتے ہوئے ردعمل میں رواداری اور سکوت اختیار کیا جائے۔ کیونکہ اس اختلاف کو متشدد انداز سے 1400 سال سے نہ کوئی ختم کر سکا ہے اور نہ اس طور ختم کر سکے گا۔ ایسے معاملات کو ایمانیات سے جوڑنا غلط ہوگا۔ ایسے اور اسی طرح کے دیگر سب معاملات کی بنیاد پر کسی کو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا۔"

دلائل کی بنیاد پر اپنے منفرد اسلوب کے مطابق شیخ الاسلام نے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

" ان سب فقہی یا انتظامی معاملات میں آراء کے اختلافات کسی بھی صورت اللہ، انبیا، الہامی کتابوں یا باقی ارکان ایمان کی نفی پر دلالت نہیں کرتے۔ اس لئے انہیں کچھ بھی کہا جاسکتا ہے لیکن کفر نہیں کہا جاسکتا۔ ہاں! البتہ اگر کوئی انتہا پسند ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عصمت پر تہمت لگائے تو اس کا یہ عمل کفر ہوگا۔ اس لئے کہ اصول اور پیمانے پر پرکھا جائے تو یہ عمل "ایمان بالکتب" کی نفی ہوگا۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے خود ام المومنین رضی اللہ عنہا کی عصمت و پاکیزگی کی گواہی دی ہے۔ پس ایسا تجاوز قرآن مجید پر ایمان کی نفی ہوگا۔ قرآن مجید کے کسی ایک حکم کی تکذیب "ایمان بالکتب" کی نفی ہے اور یہ عمل کفر تصور کیا جائے گا۔"

☆ شیخ الاسلام نے یہ سوال؛ "شیعہ مسلمان ہیں یا نہیں؟" اس کے جواب میں فرمایا:

"میرے نزدیک شیعہ مسلمان ہیں۔ اگر میں انہیں مسلمان نہ سمجھتا تو "اعلامیہ وحدت" کیوں کرتا۔ البتہ ایک نہایت قلیل انتہا پسند عدد بعض ایمانی معاملات میں تجاوز کرتا رہا ہے۔ بعض رافضی شدت پسندوں نے اپنی کتابوں میں متنازع تحریریں بھی رقم کی ہیں جو ناقابلِ قبول ہیں۔ اسی طرح کچھ ذاکرین جن کی دوکانداری ہی متنازع معاملات پر استوار رہی ہے، وہ زیادتی کے مرتکب ہوتے رہے ہیں۔

اس باب میں یہ بات پیش نظر رہے کہ ایسے انتہا پسند افراد صرف شیعیت میں نہیں بلکہ ہر مسلک میں موجود رہے ہیں۔ ہر مسلک کے علماء کی کتب سے انتہا پسندانہ، گستاخانہ اور متنازع تحریریں مل جائیں گی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ متعلقہ مسالک کے زیادہ تر ماننے والے خود بھی ایسی متنازع تحریروں کو نہیں مانتے۔ مخالف مسالک کے مناظرین کسی ایک یا چند متشدد مصنفین کے متنازعہ بیانات کو پورے مسلک پر چسپاں کر کے ایک دوسرے کو گستاخِ رسول، کافر اور مشرک بنانے پر کمربستہ ہیں۔ اگر اس

طرزِ عمل کو درست مان لیا جائے تو روئے زمین پر شاید ہی کوئی مسلمان باقی بچے۔ اس لئے میں چند یا بعض لوگوں کے تجاوز کی بنیاد پر مسلمانوں کے کسی مکمل مسلک کی تکفیر کے خلاف ہوں۔ یہ بھی مسلکی تعصب ہے کہ ہم دوسرے مکاتبِ فکر کے علما کی متنازع عبارتوں اور بیانات پر تو کفر کا فتویٰ صادر کر دیتے ہیں لیکن اپنے مسالک کے معاملات پر چشم پوشی سے کام لیتے ہیں۔''

☆ شیخ الاسلام کی آواز میں امت کا درد اور وحدت کی فکر صاف جھلک رہی تھی۔ اسی درد اور فکر کے ساتھ انھوں نے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

''ایک اور بڑا ظلم یہ ہوا کہ علماء کے درمیان ہونے والی مباحث اور اختلافات کو جب عام افراد تک لے جایا گیا تو انتہا پسندانہ اور متعصبانہ روش نے علما کے اختلافات کو عام مسلمانوں میں تفرقہ کی بنیاد بنا دیا۔ متشددین نے اپنی فرقہ وارانہ دوکانداریاں چلانے کیلئے جذبات کی آگ کو بھڑکایا، اپنے متعلقین میں ہیجان پیدا کرنے کیلئے متنازعہ موضوعات، تحریروں اور بیانات کا سہارا لیا حتی کہ ان پر بہت سی کتابیں لکھ ماریں۔ اس طرزِ عمل سے تقسیم؛ گروہوں میں اور اختلافات؛ فرقہ واریت میں تو بدل سکتے ہیں مگر اس کا اصلاح اور خدمتِ دین سے کوئی تعلق نہیں۔''

☆ شیخ الاسلام نے اعلامیہ وحدت پر ہونے والے اعتراض کے حوالے سے فرمایا:

'' اعلامیہ وحدت پر بھی اسی طرح کے چند انتہا پسند عناصر تنقید کر رہے ہیں۔ وہ فقط یہ دیکھ رہے ہیں کہ ہم نے اپنے شیعہ بھائیوں سے ''اعلامیہ وحدت'' کیا ہے۔ وہ اس اندھا دھند مخالفت میں شیعہ کو دیکھ رہے ہیں، یہ دیکھ ہی نہیں رہے کہ اعلامیہ وحدت ہے کیا؟ اعلامیہ وحدت میں شیعہ اور سنی مکاتب فکر نے باہم انہی امور پر تو اتفاق کیا ہے جن کو منوانے کیلئے تشدد اور تکفیر کی آگ بھڑکائی گئی ہے۔ اعلامیہ وحدت میں شیعہ اور سنی مکاتب فکر نے باہم اتفاق کیا ہے کہ 'اہل بیت اطہار، امہات المومنین، خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سمیت تمام برگزیدہ ہستیوں کا احترام کیا جائے گا۔۔۔ ہر طرح کی فرقہ واریت کو مسترد کیا جائے گا۔۔۔ اختلافی معاملات کی بجائے مشترکات کو اجاگر کیا جائے گا۔۔۔ اور امت میں افتراق و انتشار کے رجحانات کے مقابلے میں وحدت اور بھائی چارے کو فروغ دیا جائے گا۔ آپ وہ کام جو زمانوں سے شدت، گالی اور بندوق کے ذریعے سے نہیں کر سکے، اگر وہ سب کام مواخات اور محبت سے ہو رہا ہے تو یہ مقامِ اطمینان و مسرت ہونا چاہیئے نہ کہ اسے ایک نئی منفی مہم جوئی کی بنیاد بنا دیا جائے۔''

شیخ الاسلام نے نوجوانوں سے پوچھا کہ کیا اس مسئلہ پر آپ کی تشفی ہو گئی ہے یا اس معاملے پر مزید گفتگو کی جائے؟ سب نے اپنے کامل اطمینان کا اظہار کیا اور بات اگلے سوال کی طرف بڑھ گئی۔ اس

نشست کے بعد ہمارے ہاسٹل کی سطح پر کم از کم تمام مکاتب فکر سے متعلق نوجوانوں کے ہوتے ہوئے بھی اور سب مسلکی اور جماعتی تنوع کے باوجود مذہبی رواداری اور بھائی چارے کا قابلِ رشک ماحول رہا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اعتدال، حکمت اور رواداری عطا فرمائے اور امت میں خیر اور وحدت کا وسیلہ بنائے رکھے۔

۲۔لاشوں کی سیاست یا اسلام کے تشخص کی حفاظت؟

میری دوسری یادداشت کا تعلق تعلیمی اداروں میں پھیلی بارود کی بو اور اس کے مقابل امن کی خوشبو کے سفر سے ہے۔ 90ء کی دہائی کا وہ پُر آشوب عہد، جب تعلیمی درسگاہیں 'لاشوں کی سیاست' اور 'قبضہ گروپوں' کے نرغے میں تھیں، مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ (MSM) کا قیام کسی آگ کے دریا کو پار کرنے جیسا کٹھن فیصلہ تھا۔ میرے ذہن کے دریچوں میں محفوظ یہ یادداشت ایک طرف طلبہ سیاست میں تشدد کے کلچر اور 'جماعتی عصبیت' کے مہلک زہر کو بے نقاب کرتی ہے تو دوسری طرف شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی اُس عالمی بصیرت کو بھی ظاہر کرتی ہے جس نے نائن الیون کے وقوع پذیر ہونے سے برسوں پہلے ہی اسلام کے خلاف ہونے والی عالمی سازشوں کو بھانپ لیا تھا۔

یہ محض ایک یادداشت نہیں، بلکہ ایک ایسی فکری جہت ہے جس نے نوجوانوں کو "انتقام کے جنون" سے نکال کر "کردار کی شجاعت" اور " دین اسلام کی تعلیماتِ امن و محبت کے داعی" کے مقام پر لا کھڑا کیا۔ اس یادداشت کو احاطہ تحریر میں لانے کا میرا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ جب قیادت کا وژن بلند ہو تو خون کی ندیاں بہانے کے بجائے دلوں کو فتح کرنے کے راستے کیسے روشن ہوتے ہیں۔ یہ یادداشت بھی شیخ الاسلام سے ایک نشست کے احوال پر مشتمل ہے مگر اس سے پہلے اس کا پسِ منظر جاننا ضروری ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

80ء کی دہائی کے اواخر میں جنرل ضیاء الحق کے مارشل لاء کے خاتمے کے بعد جب سیاسی جماعتیں اقتدار میں آئیں تو ان سے وابستہ لیبر اور سٹوڈنٹس آرگنائیزیشنز پوری طاقت سے اداروں پر مسلط ہو گئیں۔ ان تنظیمات نے حقیقی طور پر مزدوروں اور طلبہ کے حقوق کیلئے جدوجہد کی بجائے تعلیمی اور سرکاری اداروں کو متعلقہ جماعتوں کے سیاسی مفادات کی بھینٹ چڑھا دیا۔ طلبہ تنظیمات میں نظریاتی ابلاغ کی بجائے تعصب، انتہا پسندی، تشدد اور تعلیمی اداروں پر قبضے کا کلچر عام تھا۔ ملک بھر کے تقریباً ہر تعلیمی ادارے پر کسی نہ کسی سیاسی، مذہبی یا لسانی جماعت کی ذیلی طلبہ تنظیم کا قبضہ تھا۔ کسی طلبہ تنظیم کے قبضہ کا مطلب یہ تھا کہ اس مخصوص طلبہ تنظیم نے طاقت اور اسلحہ کے زور پر اپنا تسلط قائم کر رکھا ہے اور کسی بھی دوسرے نظریہ کے حامل طلبہ کو اپنے اجتماعی تشخص کے اظہار اور اپنے نظریات کے

ابلاغ کی اجازت نہیں۔ قابض طلبہ تنظیمات متعلقہ تعلیمی اداروں پر اپنے پرچم لہرانے اور دیواروں پر وال چاکنگ کے ذریعے اپنے قبضہ کا اظہار کرتیں۔ تعلیمی اداروں میں لاشوں کی سیاست غالب تھی۔ ہر سال کئی ہونہار نوجوان ان طلبہ تنظیمات کے مابین خونی تصادم میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے۔

ان حالات میں اکتوبر 1994ء میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی سرپرستی اور ہدایات کی روشنی میں مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ (MSM) کا قیام عمل میں آیا تو ہمارے لئے تعلیمی اداروں میں دعوتی کام "آگ کے دریا میں ڈوب کے جانے" سے کم نہیں تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ ہمیں پیشگی ان مشکلات کا اندازہ نہ ہو لیکن حالات ہماری توقعات سے کہیں زیادہ دشوار اور کٹھن ثابت ہوئے۔ ملک بھر کے طول و عرض میں قدم قدم پر ہمیں خوف، تشدد، اغوا، دہشت گردی اور خونی حالات کا سامنا رہا۔ امن کا علم تھامے ہوئے ہم نے جہاں جہاں تعلیمی اداروں میں قدم رکھا، ہمارے طلبہ پر ان تعلیمی اداروں میں زندگی تنگ کر دی گئی۔ ہم نے جس بھی تعلیمی ادارے میں اپنی فکر کے فروغ کی کوشش کی، بلا تفریق تقریبا ہر جگہ سے متشدد مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔

اس غیر موافق صورتحال میں تعلیمی اداروں میں رواداری کے قیام کیلئے ہم نے دیگر طلبہ تنظیمات کی مرکزی قیادتوں سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کیا۔ تعلیمی اداروں میں عدمِ تشدد اور رواداری کے قیام کی ان کوششوں کے نتیجے میں 1995ء میں تمام طلبہ تنظیمات کے مابین نہ صرف بات چیت کا ایک مشترکہ پلیٹ فارم "متحدہ طلبہ محاذ" کے نام سے قائم ہو گیا بلکہ مجھے اس کے پہلے سیکرٹری جنرل کے طور پر منتخب کر لیا گیا۔ یہ ہماری اتنی بڑی کامیابی تھی کہ ہم ایک ہی جست میں قومی سطح پر اپنے وجود اور عدمِ تشدد کے موقف کو منوانے میں کامیاب رہے۔ متحدہ طلبہ محاذ کی قیادت اور تحرک میں بنیادی کردار MSM کا ہی تھا۔ سو ہم نے اسے ایک موثر پلیٹ فارم میں ڈھالنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ متحدہ طلبہ محاذ کے قیام کے بعد ہمارے اعتماد میں مزید اضافہ ہوا اور ہم حکمت کے ساتھ اپنے کام کو آگے بڑھاتے چلے گئے۔

مختلف تعلیمی اداروں کے ساتھ ساتھ مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ نے پنجاب یونیورسٹی میں بھی اپنی تنظیم بنائی۔ آغاز ہی میں ہمیں اس سلسلے میں خاطر خواہ کامیابیاں ملیں اور طلبہ کی کثیر تعداد ہماری طرف متوجہ ہوئی لیکن ہماری یہ کامیابیاں اور طلبہ میں نمایاں مقام حاصل کرنا معاصر طلبہ تنظیم کو ایک آنکھ نہ بھایا، نتیجتاً یہاں موومنٹ کے کارکنان کو اس طلبہ تنظیم کی طرف سے بہت زیادہ مزاحمت حتی کہ تشدد کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ میرے پاس اس وقت MSM کے مرکزی سیکرٹری جنرل کی ذمہ

داری تھی مگر اس کے باوجود اس طلبہ تنظیم کے بدترین تشدد کا مجھے بھی سامنا کرنا پڑا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اگر مرکزی قیادت محفوظ نہ تھی تو عام کارکن کو کن حالات کا سامنا ہوگا۔

اس طلبہ تنظیم کی ان پر تشدد کارروائیوں پر میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ آخر وہ کون سے دلائل ہیں جس بناء پر میرے ہم مکتب اور کلمہ گو بھائیوں کو مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر اس طرح کا ظلم و تشدد کرنا پڑتا ہے؟ اس وقت مجھے فکری اور نظریاتی جدوجہد کے باب میں جماعتی عصبیت کے زہر کے اس حد تک ہلاکت خیز ہونے کا ادراک نہیں تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ حق اور خیر کیلئے کام کرنیوالے انتہا پسندی، عدمِ برداشت اور تشدد کے رستے پر کیسے چل نکلتے ہیں؟ اپنے آپ کو حق پر سمجھنا درست ہے لیکن صرف اپنے آپ کو ہی حق پر سمجھنا تعصب اور خارجیت ہے۔ یہ تقسیم اور فرقہ واریت کی بنیاد ہے۔ میں حیران تھا کہ وہ جماعتیں، تحریکیں یا تنظیمیں جن کی پہچان ہی دین ہے، وہ کس طرح عدمِ رواداری پر مشتمل انتہا پسندانہ اور متشدد رویے اپنا لیتی ہیں؟

بعد ازاں یہ حقیقت پوری گہرائی کے ساتھ آشکار ہوئی کہ ہمارے اجتماعی زوال میں جو کردار نسلی، لسانی، مسلکی، مذہبی اور گروہی عصبیت نے ادا کیا ہے، وہ کردار کبھی کوئی بیرونی دشمن بھی ادا نہیں کر سکا۔ اس لئے بیرونی دشمن نے ہمیشہ گروہی عصبیت کو ہوا دے کر امت میں تقسیم اور تفریق کے مہلک ہتھیار کا سب سے زیادہ اور مؤثر استعمال کیا ہے۔

جماعتی اور گروہی عصبیت کیا ہے؟ یاد رکھیں! جب بھی کوئی جماعت، تنظیم یا تحریک، اپنی جیسی کسی دوسری جماعت کو خیر اور بھلائی کا کام کرتے دیکھتی ہے، یعنی جس خیر کا عامل کوئی دوسرا گروہ ہو تو ان سے وہ دوسرا برداشت نہیں ہوتا اور نہ وہ خیر قابلِ قبول ہوتی ہے۔ یہی جماعتی عصبیت ہے جس میں آج اسلام اور خیر کی نام لیوا الاماشاءاللہ تقریباً سب ہی جماعتیں مبتلا ہیں۔

تعصب حق سے انحراف کا رستہ ہے۔ اسی تعصب نے ہماری یکجہتی پارہ پارہ کر دی ہے۔ ہم ایک قوم بننے کی بجائے بہت سے غیر مؤثر اور متصادم چھوٹے چھوٹے گروہوں میں بٹ چکے ہیں۔ کاش ہم باہم متصادم ہونے کی بجائے خیر کے کاموں میں ایک دوسرے کے معاون ہوں۔۔۔ کیا یہ اچھا نہ ہوتا ہم ایک دوسرے کو دشمن سمجھنے کی بجائے اسلام اور پاکستان مخالف قوتوں اور ان کی ریشہ دوانیوں کے مقابلے میں ایک دوسرے کے معاون ہوتے۔۔۔ اپنے اجتماعی تشخصات قائم رکھتے ہوئے کچھ معاملات پر تو ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے نظر آتے۔۔۔ کیا دہریت اور لادینیت ہمارا مشترکہ چیلنج نہیں تھے۔۔۔؟ کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ ہم مل کر خدا کے وجود اور دین کا انکار کرنیوالے طلبہ و طالبات کو خدا اور اسلام کی طرف واپس لاتے۔۔۔؟ کیا ہم سب اسلامی تشخص رکھنے والے جملہ معاملات پر اخلاص

کے ساتھ اشتراک عمل نہیں کر سکتے تھے۔۔۔؟ اگر ہم خیر کے کاموں میں قرآنی حکم کے تحت ایک دوسرے سے تعاون کر رہے ہوتے اور تعلیمی اداروں میں مواخات کا رنگ نظر آتا تو کیا ہم دین سے فکری یا عملی طور پر دور ہو جانے والے طلبہ و طالبات کی دین سے قربت کا سبب نہ بنتے۔۔۔؟ کیا اس طرح ہم زیادہ تعداد میں نوجوانوں کو اپنی طرف راغب کرنے میں کامیاب نہ ہو جاتے۔۔۔؟ افسوس کہ ہم خود اپنے رستے کی دیوار تھے اور دیوار ہیں۔

یہ تعصب ہی تھا، جس کا شکار مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ کی قیادت اور کارکنان بن رہے تھے۔ مجھ پر اور MSM کے دیگر طلبہ پر بہیمانہ ظلم و ستم کی اطلاع جب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو دی گئی تو یہ تفصیلات سنتے ہوئے شیخ الاسلام کے چہرے سے حیرت، پریشانی، غصہ اور تکلیف کے تاثرات نمایاں تھے۔

شیخ الاسلام نے ہم سے پوچھا: ''بیٹا! آپ لوگ اس صورتحال میں کیا سوچتے ہیں۔۔۔؟'' مرکزی صدر MSM برادرم محمد حنیف مصطفوی نے کہا: ''ہم آپ سے صرف بدلے کی اجازت لینے آئے ہیں۔ ہمیں بزدلی اور بے توقیری برداشت نہیں۔ ہمیں آپ سے نہ اسلحہ چاہئے اور نہ مالی مدد۔ ہم اسباب خود پیدا کر لیں گے۔ آپ فقط ہمیں اجازت دیں، پھر آپ دیکھیں کہ آپ کے بیٹے کس شجاعت اور غیرت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ دنیا دیکھے گی کہ ہماری نہتی پرامن اور صلح جو قیادت اور کارکنان پر ظلم کا انجام کیا ہوتا ہے۔ ہمیں پتہ ہے کہ اس میں ہماری جانیں بھی جا سکتی ہیں۔ اگر اس ٹکراؤ میں ہم مارے بھی گئے تو ہمیں اپنی جانوں کی کوئی پروا نہیں۔''

شیخ الاسلام نے مجھ سے پوچھا: ''بیٹا آپ کیا کہتے ہیں۔۔۔؟'' میں نے عرض کیا: میں نہیں چاہتا کہ میری ذات دو کلمہ گو گروہوں کے درمیان تصادم اور جنگ و جدال کا حوالہ بنے۔ مزید آپ جو رہنمائی فرمائیں۔

(1) ردِ عمل میں اسلام کا اجتماعی تشخص پیشِ نظر رہے

شیخ الاسلام نے محبت اور شفقت سے میرا ماتھا چوما اور پھر آپ نے جو فرمایا، وہ امن و محبت اور پیغامِ اعتدال و رواداری پر مبنی آپ کی تعلیمات کا اظہار ہے۔

☆ آپ نے فرمایا: ''میری دو حیثیتیں ہیں: ایک میں آپ کا باپ ہوں۔ بطور باپ یہ سب دیکھ کر میرا سینہ جل رہا ہے۔ میرا دل چاہ رہا ہے کہ اپنے بیٹے کے ساتھ ہونیوالے اس ظلم کا ایسا بھرپور بدلہ لیا جائے کہ آئندہ کوئی ایسا ظلم کرتے ہوئے ہزار بار سوچے۔

میں دوسری حیثیت میں دنیا بھر میں اسلامی دعوت کے فروغ کی ایک بڑی اجتماعیت کا بانی اور سربراہ ہوں۔ اسلام کا داعی اور تحریک کا قائد ہونے کے ناطے مجھے یہ بھی دیکھنا ہے کہ ہمارے کس عمل سے اسلام اور ہماری جدوجہد کو فائدہ ہوگا اور کیا عمل ہمارے کام اور تاثر کے لئے نقصان کا سبب ہو سکتا ہے۔

اس وقت مغربی دنیا اسلام پر بنیاد پرستی کا لیبل لگا کر اسلام کو outdated اور مستقبل کی دنیا کیلئے خطرے کے طور پر پیش کر رہی ہے۔ میری نظر دیکھ رہی ہے کہ آئندہ آنے والے وقت میں دنیا بھر میں مسلمانوں کو شدت پسندی اور تشدد سے جوڑا جائے گا۔ آنے والا وقت اسلامی دعوت اور شناخت کیلئے بہت کٹھن ہونے والا ہے۔ مسلمانوں کو جاہل اور جارح کہہ کر دراصل قرآن اور حضور نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات اور تشخص کے خلاف سازش تیار کی جا رہی ہے۔ ہماری کسی بھی قسم کی جارحیت؛ چاہے ہمارے پاس اس کا جیسا بھی جواز ہو، دراصل اسلام کو متشدد ثابت کرنے والوں کیلئے ایک حوالہ اور دلیل شمار ہوگی۔ چودہ سو سال سے اسلام کے خلاف ہونے والی سب سازشوں سے بڑی سازش کی بنیاد رکھی جا رہی ہے۔ اسلام کو امنِ عالم کیلئے خطرہ دکھا کر پوری دنیا کو اسلام سے متصادم کیا جائے گا۔ ہمارا طرزِ عمل اسلام کے امن اور رواداری پر مشتمل تاثر کے فروغ پر استوار ہونا چاہیئے۔“

☆ شیخ الاسلام نے MSM کے کارکنان پر ہونے والے مظالم پر ردعمل دینے کے حوالے سے رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا:

اگر کوئی چھوٹا موٹا معاملہ ہوتا تو میں اس کی اجازت دے بھی دیتا لیکن میں دیکھ سکتا ہوں کہ ردعمل میں اٹھائے گئے یہ قدم دونوں اطراف سے بیسیوں زندگیوں کے خاتمہ کی بنیاد بن سکتے ہیں۔ اس وقت ملک میں سیاسی اور مذہبی جماعتیں لاشوں کی سیاست کر رہی ہیں۔ اگر میں پاکستان کے روایتی رہنماؤں کی طرح ہوتا تو مجھے آپ کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے تھی اور آپ کو اسلحہ دینا چاہیئے تھا۔ آپ لڑتے مرتے اور ہم دیگر جماعتوں کی طرح اپنے نوجوانوں کی لاشوں پر سیاست کی دکان چمکاتے لیکن میرا ایمان، ضمیر اور فہم مجھے اس کی اجازت نہیں دیتے۔

بیٹا! اگر اس ردعمل کا نتیجہ باہمی لڑائی اور تشدد ہے تو یہ آج اسلام کے خلاف ہونے والی ریشہ دوانیوں کا حصہ بننے جیسا ہے۔ ہمیں اسلام کا داعی بننا ہے تو اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف ہونے والی سازشوں اور مصطفوی انقلاب کے عظیم مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے حکمتِ عملی اختیار کرنی ہوگی۔ ہمارا عمل دوسروں کے عمل کے ردعمل میں نہیں بلکہ اپنے کردار، اصولوں اور مقاصد کے تناظر میں متعین ہونا چاہیئے۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ کی سیرت سے ہمیں یہی درس ملتا ہے۔ میرے

بیٹو! میں آپ کا حوصلہ، جرأت اور غیرت دیکھ کر آپ پر فخر کرتا ہوں، آپ سے بے حد خوش ہوں لیکن میں آپ کو کسی بھی قیمت پر اسلحہ اٹھانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

(۲) پر تشدد ردِ عمل کی وجوہات اور نقصانات

شیخ الاسلام نے بات کو جاری رکھتے ہوئے پر تشدد رد عمل کی وجوہات اور تشدد کی پالیسی اختیار کرنے کے نقصانات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"رد عمل بہت حساس محرک ہے۔ اکثر اوقات رد عمل میں تجاوز ہو جاتا ہے۔ عدمِ برداشت، عدمِ رواداری، انتہا پسندی، قبضہ، اسلحہ اور تشدد میں مبتلا کئی افراد اور جماعتیں ہمیشہ سے ایسے نہیں ہوتیں بلکہ اکثر اوقات ہر گروہ کے پاس اپنے رد عمل کا جواز ہوتا ہے۔ وہ اپنے اوپر ہونے والے مظالم کے رد عمل میں اپنے تحفظ کے نام پر اسلحہ اٹھا لیتے ہیں اور انھیں سمجھ ہی نہیں آتی کہ وہ کب "تحفظ" سے "تسلط" کی طرف تجاوز کر گئے۔ اس لئے رد عمل دینے میں ہمیشہ احتیاط اور دور اندیشی ملحوظِ خاطر رہنی چاہیئے اور یہ احتیاط اس وقت مزید ضروری ہو جاتی ہے جب رد عمل دینے والے مذہبی تشخص کے حامل ہوں۔ اس لیے کہ جب میں عالمی سطح پر اسلام کے خلاف تیاریوں کو دیکھتا ہوں تو اسلام کے سفیر اور داعی کے طور پر مجھے لگتا ہے کہ ہمیں ہر طرح کے تشدد اور تصادم سے احتراز برتنا ہو گا۔ ورنہ ہمارا پر تشددردِ عمل اور طرزِ عمل ہمارے اور اسلام کے اجتماعی تشخص کو داغدار کر دے گا۔"

ماحصل

ہم شیخ الاسلام سے اس قدر جامع رہنمائی اور دعائیں لے کر رخصت ہوئے۔ اس ملاقات میں شیخ الاسلام نے میری طرف متوجہ ہو کر جو کچھ فرمایا، وہ ایک نوعمر کارکن کیلئے دنیا کا سب سے بڑا تمغہ ہے۔ مجھے کوئی شک نہیں کہ اس رات دو منظم مذہبی جماعتوں کے درمیان طویل خونی تصادم کے راستے میں شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری آ گئے۔ اگر آج ہمارے ہاتھ اپنے کلمہ گو بھائیوں کے خون سے سرخ نہیں تو یہ ہم پر اور قوم پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا احسان ہے۔ وہ چاہتے تو اس صورتحال کو کوئی بھی رخ دے سکتے تھے۔

آج جب میں اپنی ڈائری میں درج ان یادداشتوں پر ایک نگاہ ڈالتا ہوں تو حیرت و تعجب میں گم ہو جاتا ہوں کہ شیخ الاسلام نے یہ باتیں نائن الیون (9/11) سے پانچ چھ سال پہلے فرمائی تھیں حالانکہ اس وقت مسلم دنیا ایسے کسی بھی چیلنج سے ناآشنا تھی۔ نائن الیون کے واقعہ کے بعد اسلام اور مسلمانوں کے خلاف انتہاپسندی اور دہشتگردی کے الزام کو ایک عالمی پالیسی کا درجہ دے دیا گیا۔ شیخ الاسلام کی ہمارے

ساتھ ہونے والی یہ تفصیلی گفتگو بعد میں ظاہر ہونے والی تمام سازشوں کے قبل از وقت ادراک اور تدارک پر مشتمل تھی۔ اس وقت چونکہ دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کے نام پر اسلام کے خلاف ہونے والی عالمی جنگ کا دور دور تک نام و نشان تک نہیں تھا، اس لئے شیخ الاسلام کی بہت سی باتوں کی حقیقت بہت سال بعد آشکار ہوئی۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے علم، حکمت اور وژن کا انکار حسد اور تعصب ہوگا۔

محترم قارئین! یہ دونوں یادداشتیں محض گزرے ہوئے واقعات کی بازگشت نہیں بلکہ اس فکری انقلاب کا تسلسل ہیں جس کا آغاز شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے 45 سال قبل کیا تھا۔ یہ دونوں یادداشتیں اس حقیقت کا زندہ جاوید ثبوت ہیں کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری محض ایک فرد کا نام نہیں بلکہ ایک عہد ساز فکر اور عالمگیر تحریک کا نام ہے۔ ان کی زندگی کا ہر ورق گواہ ہے کہ جب بھی امت پر کڑا وقت آیا یا کسی فتنہ نے سر اٹھایا یا فرقہ وارانہ جنونیت نے امت کے وجود کو لہولہان کیا، آپ نے امن، محبت اور اعتدال کی وہ شمع روشن کی جس کی لو آج پوری دنیا کو منور کر رہی ہے۔ شیخ الاسلام نے ہر موڑ پر امت کی رہنمائی ایک ایسے حکیمِ وقت کے طور پر کی جس کی نظر حال کے ہنگاموں سے کہیں آگے مستقبل کے چیلنجز پر جمی ہوتی ہے۔ ان کی جدوجہد گواہ ہے کہ انہوں نے نہ تو فکری سطح پر تکفیر و انتہا پسندی کو پنپنے دیا اور نہ ہی عملی میدان میں نوجوانوں کے جذبوں کو 'ردِ عمل کی سیاست' کی نذر ہونے دیا بلکہ نوجوانوں کے ہاتھوں سے 'بارود اور تعصب' چھین کر انہیں 'علم اور رواداری' کے زیور سے آراستہ کیا۔

آج ان کی 75 ویں سالگرہ کے موقع پر امتِ مسلمہ کو یہ پیغام دینے کی ضرورت ہے کہ فکری پختگی اور عملی حکمت کا جو حسین امتزاج ہمیں ان کی شخصیت میں ملتا ہے، وہی ہمارے ہر بحران کا حل ہے۔ ان کی فکر کا سب سے بڑا پیغام یہی ہے کہ اسلام کا حقیقی چہرہ 'امن، رواداری اور علمی برتری' ہے۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں منہاج القرآن اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی اعتدال، رواداری، مواخات اور خیر پر مبنی حقیقی تعلیمات و فکر کے سچے داعی بن کر اس مصطفوی مشن میں ان کا دست و بازو بننے کی توفیق عطا فرمائے، شیخ الاسلام کے سایہٴ عاطفت کو صحت و سلامتی کے ساتھ تادیر ہم پر قائم و دائم رکھے اور انھیں عمرِ خضر عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

وہ جن کے حرف میں تقدیر جھلکتی ہے
حیاتِ نو کا پیغام ہے وہ رہبر

ہر اک صدا میں تاثیر جھلکتی ہے
جن کی نظر میں تدبیر جھلکتی ہے

ہم انتہاپسندی اور دہشت گردی کی فکری جڑیں کاٹنے والی اس جرات مند قیادت کو

75 ویں سالگرہ پر مبارک باد پیش کرتے ہیں

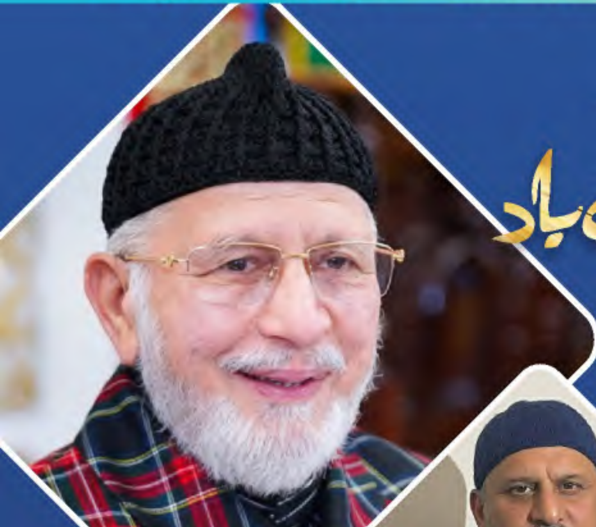

فیض عالم

آصف جاوید

مجددِ رواں صدی شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ نے مغرب میں بسنے والے مسلمانوں کو اپنی پہچان اور تشخص برقرار رکھنے کا سلیقہ سکھایا اور نوجوان نسل کو الحاد اور بے راہ روی سے بچا کر علم و عرفان کی راہ دکھائی۔ آپ کی علمی بصیرت نے بین المذاہب مکالمہ کی نئی راہیں ہموار کیں جو عالمی امن کی ضامن ہیں۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا گو ہیں کہ وہ اس عظیم علمی ہستی کو ہر قسم کے شر سے محفوظ رکھے۔ ہم پختہ ارادہ کرتے ہیں کہ آپ کے مشن کی اخلاقی و روحانی اقدار کی پاسداری کریں گے اور اپنے عمل سے تحریک کا نام روشن کریں گے۔

منہاج القرآن انٹرنیشنل ناروے

وہ عزم کہ ٹکرا کے پہاڑوں سے نہ ٹوٹے
ایسی ہی قیادت کی ضرورت ہے جہاں کو

وہ حوصلہ جو گردشِ دوراں سے نہ چھوٹے
جس ہاتھ سے حق و صداقت نہ چھوٹے

ہم ادب، اخلاق اور روحانیت کے اس حسین امتزاج کو

75 ویں سالگرہ پر مبارکباد پیش کرتے ہیں

مجدد درواں صدی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کی علمی و فکری سلطنت کی وسعتیں عرب و عجم کے ہر گوشے تک پھیلی ہوئی ہیں۔ مصطفوی مشن کے اس سفرِ عشق میں آپ نے علمِ لدنی کے وہ موتی بکھیرے ہیں جن سے ایمان کے اجالے ہر سو پھیل رہے ہیں
آپ کے فیضِ صحبت نے لاکھوں بھٹکے ہوئے آہوؤں کو پھر سے سوئے حرم کر دیا۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ آپ کے قلم اور زبان کی تاثیر کو مزید دوام و تاثیر نصیب ہو۔
ہم عہد کرتے ہیں کہ آپ کے مشنِ مصطفوی ﷺ کی عالمگیر ترویج کے لیے آپ کے دست و بازو بن کر کام کریں گے۔

منہاج القرآن انٹرنیشنل کینیڈا

رہبر وہ جو منزل کی خبر دیتا چلے — خوابیدہ خیالوں کو جلا دیتا چلے
تاریکیِ شب جس سے لرزتی رہے — وہ نورِ بصر، قلب و نظر دیتا چلے

علم و حکمت کے اس جلی عنوان کو زندگی کی

75

بہاریں مبارک ہوں

آپ کی شخصیت علمی جلالت اور روحانی لطافت کا حسین امتزاج ہے۔

مجدد المئۃ الحاضرۃ **شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری** مدظلہ نے فقہ، حدیث اور تفسیر کے میدان میں جو گراں قدر کام کیا، وہ امت کی فکری آبیاری کا مستقل ذریعہ ہے۔ آپ کی انقلابی فکر نے مایوسی کے اندھیروں میں امید کی وہ شمع روشن کی ہے جس کی روشنی سے آنے والی نسلیں اپنا راستہ تلاش کریں گی

اللہ تعالیٰ آپ کی علمی مساعی کو امتِ مسلمہ کی نشاۃِ ثانیہ کا پیش خیمہ بنا دے۔ ہم عہد کرتے ہیں کہ آپ کی رفاقت میں تعمیرِ ملت کے خواب کو حقیقت کا روپ دینے میں آپ کے شانہ بہ شانہ چلیں گے۔

منہاج القرآن انٹرنیشنل UK

ایمان کی شمع کو جلاتے ہیں آپ
سوئی ہوئی قوم کو جگاتے ہیں آپ
قرآن کا فہم ہو کہ عشقِ احمد ﷺ
جینے کا قرینہ سکھاتے ہیں آپ

HAPPY 75TH BIRTHDAY

HAPPY 75TH BIRTHDAY

ہم شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ کو 75 ویں سالگرہ کے پرمسرت موقع پر مبارک باد پیش کرتے ہیں

دعا ہے کہ آپ کی فکری ضیاپاشیاں عالم اسلام کے ہر گوشے کو تاقیامت منور کرتی رہیں

مجدد العصر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ کی ذات اس عہد میں علم اور عمل کا وہ سنگم ہے جہاں سے ہدایت کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ جب دین کو محض رسومات تک محدود کر دیا گیا تو آپ نے اسے ایک مکمل "نظامِ زندگی" کے طور پر پیش کیا۔

مہر محمد ارشد
منہاج القران انٹرنیشنل فرانس

شیخ الاسلام کی علوم القرآن کے فروغ میں عالمگیر خدمات

ترجمہ عرفان القرآن: دنیا کی 12 زبانوں میں تراجم

ڈاکٹر نعیم انور نعمانی

کسی بھی الہامی کتاب کے ترجمہ کی ضرورت اس میں موجود ہدایت کو سمجھنے کے لیے انتہائی ناگزیر ہے۔ ترجمہ یقیناً اہل زبان کی ضرورت نہیں ہے مگر اس الہامی کتاب کے ساتھ جڑے ہوئے بے شمار دوسرے انسانوں کی لازمی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ فہم کے بغیر ہدایت میسر نہیں آتی، جس چیز کو انسان سمجھ ہی نہ سکے اس سے راہنمائی کیسے لے سکتا ہے۔۔۔؟

الہامی کتاب کے نزول کا مقصد ہی انسانوں کو ہدایت سے ہمکنار کرنا ہے، ان کے اعمال و اخلاق کی اصلاح کرنا ہے، ان کی اخلاقی و روحانی تربیت کرنا ہے اور ان کو دین کے احکام پر کاربند کرنا ہے۔ یہ سب کچھ فہم پر موقوف ہے جبکہ فہم، زبان کے جانے بغیر اور کسی بھی الہامی کتاب کا ترجمہ جانے بغیر ممکن نہیں ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ زبان ایک ذریعہ ہے خود مقصد نہیں ہے۔ زبان پیغام پہنچانے کا ایک مضبوط وسیلہ ہے مگر اصل مقصود اس میں اس کا معنی ہے اور وہی ترجمہ ہے۔ اگر زبان میں الفاظ مقصود ہوتے تو پھر دنیا بھر کے سب انسان ایک ہی زبان بولتے اور کسی ترجمہ کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ کسی بھی الہامی کتاب کا ترجمہ مقصد ہدایت کو پانے کا ایک عقلی تقاضا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ انسانی معاشرہ بہت متنوع جہات رکھنے والا ہے۔ اس میں طرح طرح کی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ انسان مختلف ثقافتیں رکھتے ہیں اور مختلف ذہنی ساخت رکھتے ہیں، ان سب انسانوں تک آخری الہامی

پیغام کو ترجمہ کے بغیر ان کی زبانوں میں نہیں پہنچایا جاسکتا۔ ترجمے کے بغیر یہ عالمی پیغام نسلی اور لسانی حدود تک ہی مقید ہو جائے گا۔

اگر الہامی کتاب کا ترجمہ نہ کیا تو اس کا پیغام اور اس کتاب سے متعلق مذہب و دین طبقاتی بن جاتا ہے۔ اگر الہامی کتاب صرف ایک ہی زبان میں سمجھی جائے تو اس میں پھر ایک اشرافی طبقہ پیدا ہو جاتا ہے اور عام انسان اس کتاب سے کٹ جاتا ہے اور پھر اس کتاب کی ہر ہدایت اور اطلاق اسی طبقے کا مرہون منت ہوتا ہے۔ اس طبقے میں اگر خرابی آجائے تو دین و مذہب کا حلیہ بگڑ جاتا ہے۔ اس لیے یہ عقلی تقاضا ہے کہ ہر فرد کو کتابِ ہدایت سے راہنمائی کا براہ راست حق دیا جائے۔ اس کی صورت مقامی زبان میں ترجمہ ہے۔ عقلِ سلیم یہ بھی کہتی ہے کہ شرعی مکلف و ذمہ دار حقیقی معنی میں وہی شخص ٹھہرتا ہے جس کو بات سمجھادی جائے۔ اگر کسی قوم کو اپنی الہامی کتاب کی زبان سمجھ میں نہیں آتی ہے تو اس سے عمل کا مطالبہ کیسے کیا جاسکتا ہے۔ پس ترجمہ ہر الہامی کتاب پر عمل کے لیے بھی ضروری ہے۔

ہر الہامی کتاب کا سب سے بڑا مقصد ہدایت اور دعوت ہے۔ دعوت بذاتِ خود تبلیغِ دین و مذہب اور اصلاحِ اعمال و اخلاق کا سب سے بڑا موثر ذریعہ ہے۔ دعوت کا مقصد منتھی اس کو قبول کر لینا ہے اور اس کو دل و جان سے مان لینا ہے۔ اس کے مطابق خود کو بدل لینا اور اس دعوت کے قالب میں خود کو ڈھال لینا ہے۔ دعوت کے یہ سارے مقاصد فہم کے بغیر ممکن نہیں ہیں۔ اس لیے ہر داعی اسی زبان میں دعوت دیتا ہے جس میں اس کے سننے، پڑھنے اور سمجھنے والے ہوں۔ اس لیے ترجمہ داعی کی دعوت کو قابلِ فہم اور موثر بناتا ہے۔

ترجمہ عقل کو وحی کے تابع کرتا ہے

کسی بھی الہامی کتاب کا ترجمہ انسانی عقل اور وحی کے درمیان ربط پیدا کرتا ہے۔ الہامی کتاب عقل کو مخاطب کرتی ہے اور اسے سوال کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ اگر انسانی عقل کے لیے زبان ہی معلوم نہ ہو تو پھر انسانی عقل معطل ہو جاتی ہے اور الہامی کتاب کا متن ایک رسمی مقدس متن بن کر رہ جاتا ہے۔ جس کے کلمات و الفاظ کو پھر ثواب کے لیے تو پڑھا جاتا ہے مگر ان سے ہدایت حاصل نہیں کی جاتی، اس لیے کہ وہ انسانی عقل کی سمجھ میں ہی نہیں آرہے ہوتے۔ اس بنا پر کسی بھی الہامی کتاب کا ترجمہ انسانی عقل کو وحی کے تابع کر دیتا ہے۔

کسی بھی الہامی کتاب کا ترجمہ اس لیے بھی ناگزیر ہے تاکہ اس کے ذریعے اس میں تحریف اور سوءِ فہم سے بچا جائے۔ اگر اصل متن محدود طبقے تک رہے اور وہی اس اصل متن کے مفہوم پر اجارہ داری

رکھیں اور اس کی غلط تشریحات کریں تو اس سے بہت سی اعتقادی اور عملی قباحتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اس لیے ترجمہ عوامی زبان میں آکر بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیتا ہے۔ گویا ترجمہ عقلِ اجتماعی کا تقاضا ہے۔ اس کے ساتھ بہت سے غیر مذاہب کے لوگ بھی تراجم کرتے ہیں اور وہ اپنے مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے تراجم کرتے ہیں۔ ان تراجم میں وہ من گھڑت باتوں کو بھی شامل کر لیتے ہیں اور بعض نصوص کے وہ غلط تراجم کرتے ہیں۔ یوں اس مذہب کی اصل تعلیمات کے برعکس افکار و نظریات اس کتاب کے ترجمہ کے نام پر پھیلاتے ہیں اور اس طرح لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ ترجمہ ایسے مفسدین سے بھی بچاتا ہے۔

ترجمہ احکام شرع سے شناسائی اور دعوت کا مؤثر ذریعہ ہے

ترجمہ کسی بھی الہامی کتاب کے قانون اور حکم سے کاملاً آگاہ کرتا ہے۔ جب تک قانون عوامی زبان میں نہ ہو اس پر عمل ممکن نہیں ہے۔ ترجمہ کسی بھی دین و مذہب کی تہذیب و تمدن کو پھیلاتا ہے اور اس کی تاریخی حیثیت کو ذہنوں میں راسخ کرتا ہے۔ جن مذاہب نے اپنی الہامی کتابوں کے تراجم کیے، ان کا بہت زیادہ پھیلاؤ ہوا ہے اور جنھوں نے تراجم کے عمل کو روکا ہے، ان مذاہب میں جمود پیدا ہوا ہے۔ گویا ترجمہ کسی بھی کتاب کے پیغام اور کسی بھی مذہب کو فروغ دینے کے لیے ناگزیر ہے۔

ترجمہ کے باب میں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ ترجمہ کسی الہامی کتاب کو بدلنے کا نام ہر گز نہیں ہے بلکہ اس کے پیغام کو مقامی زبان میں زندہ کرنے کا نام ہے۔ ترجمہ انسانی عقل کا مطالبہ ہے۔ ترجمہ انصاف کا تقاضا ہے۔ ترجمہ کسی بھی الہامی کتاب کی دعوت عامہ کا نام ہے۔

آج کی دنیا ایک گلوبل ویلج بن گئی ہے۔ آج قرآن حکیم کو مختلف زبانوں میں پیش کیے بغیر اس کے پیغام کی آفاقیت اور عالمگیریت کو ظاہر نہیں کیا جاسکتا اور اسلام کی دعوت کا عالمی ابلاغ نہیں کیا جاسکتا۔ ترجمہ کے بغیر قرآنی ہدایت سے عام آدمی مستفید نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اپنے اعمال و اخلاق کی اصلاح کر سکتا ہے۔ ترجمہ کے ذریعے ہی ہر زبان میں قرآن حکیم کی تعلیمات کو ہر قوم تک پہنچایا جاسکتا ہے۔ اس کے لیے فوری کوئی اور ذریعہ اور طریقہ نہیں ہے۔ ترجمہ قرآن، اسلام کی دعوت کو ہر نسل تک پہنچانے کا سب سے موثر ذریعہ ہے۔ ترجمہ قرآن کے ذریعے ہر قوم کے خواص اور عوام بیک وقت الوہی ہدایت سے مستفید و مستنیر ہوتے ہیں۔ مستند ترجمہ قرآن کے ذریعے ہی مستشرقین اور اسلام مخالف لوگوں کے تراجم قرآن سے پیدا شدہ غلط فہمیوں اور مغالطوں کا ازالہ کیا جاسکتا ہے۔ دشمنان اسلام نے ترجمہ قرآن کے ذریعے جو تحریف معنوی کی ہے۔ اس کا جواب معتبر و محقق ترجمہ قرآن کے ذریعے ہی دیا جاسکتا ہے۔

آج سائنس سے متعلق نوجوان نسل کے سوالات کا تسلی بخش جواب بھی قرآن کے مستند ترجمہ کے سبب سے جامع و مدلل انداز میں دیا جاسکتا ہے۔ ترجمہ قرآن کا مقصد جہاں کلامِ الٰہی کے مطالب کو سمجھانا ہے وہیں اس ترجمہ کے اسلوب سے محبتِ الٰہی اور خشیتِ الٰہی کی کیفیات کو بھی دلوں میں موجزن کرنا ہے۔

ترجمہ عرفان القرآن کے خصائص و تفردات

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے ترجمہ قرآن کے ان ہی عوامل کی بناپر عرفان القرآن کے نام سے اردو میں اور The Manifest Quran کے نام سے انگلش زبان میں ترجمہ کیا ہے۔

قرآن حکیم کے تراجم اپنی ایک روشن تاریخ رکھتے ہیں۔ ہر دور میں قرآن کے تراجم کو آسان فہم اور بلیغ زبان میں پیش کیا گیا ہے۔ وقت کے ساتھ کروٹ لیتی ہوئی زبان کو جدید تقاضوں سے بھی ہم آہنگ کیا گیا ہے اور اسے علم و تحقیق کے ساتھ آراستہ بھی کیا گیا ہے۔ اب تک ترجمہ عرفان القرآن کو دنیا بھر کی 12 سے زائد زبانوں میں منتقل کیا گیا ہے۔ اب تک اردو، انگریزی، عربی، فارسی، ہندی، بنگلہ، سندھی، پشتو، ہاؤسا، ترکی، فرانسیسی اور جرمن زبان میں ترجمہ ہوچکا ہے۔ عرفان القرآن کے تراجم کا یہ تنوع اس بات کا ثبوت ہے کہ شیخ الاسلام اور منہاج القرآن انٹرنیشنل نے قرآن حکیم کی آفاقیت اور اس کی بین الاقوامی رسائی کو اپنی قرآنی خدمت کا نصب العین بنایا ہوا ہے۔ اب ہم اس ترجمہ عرفان القرآن کے خصائص اور اس کے تفردات کا جائزہ لیتے ہیں:

(۱) آسان اور عام فہم زبان

عرفان القرآن کی نمایاں ترین خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ یہ ترجمہ آسان ترین اور عام فہم ہے۔ اس میں مشکل اور پیچیدہ الفاظ کے استعمال سے گریز کیا گیا ہے۔ اس کے ترجمہ کی زبان میں سلاست و روانی پائی جاتی ہے اور اس میں عام قاری کے فہم کا بطور خاص خیال رکھا گیا ہے۔ یہ ترجمہ بڑا آسان، شفاف اور بامحاورہ جملوں پر مشتمل ہے۔ عرفان القرآن آسان اور عام فہم ہونے کی بناپر بیک وقت عوام میں بھی مقبول ہے اور خواص میں بھی مستند ہے۔ اس ترجمہ کی زبان رواں ہے اور فصیح و بلیغ ہے اور اپنے اندر ادبی اسلوب رکھتی ہے۔ یہ ترجمہ اپنے اسلوب میں لفظی بھی ہے بامحاورہ بھی ہے اور اس ترجمہ میں قرآن حکیم کی ادبی بلاغت اور اس کے احسن کلام ہونے کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ یہ ترجمہ اصل عربی زبان کے الفاظ کی خوب اور عمدہ ترجمانی کرتا ہے اور اپنے جملوں میں قرآن کی معنوی لطافت بھی رکھتا ہے۔

(۲) زبان و بیان میں اعتدال

عرفان القرآن کا یہ ترجمہ اپنی زبان و بیان میں اعتدال و توازن سے آراستہ ہے۔ یہ فرقہ وارانہ رنگ اور شدت پسندی سے پاک ہے اور متعصبانہ روایت سے دور ہے اور نظریاتی جبر سے پاک ہے۔ اس میں افراط و تفریط نہیں ہے۔ اس بنا پر یہ ترجمہ ہر مکتبہ فکر کے لیے قابلِ قبول ہے۔ یہ ترجمہ عصری اعتدال پسندی کی علامت ہے اور یہ اپنا اسلوب خالص علمی اور تحقیقی رکھتا ہے۔ عرفان القرآن کا ترجمہ اپنے مدعا کے فہم اور ابلاغ کے لیے اپنے اندر ناگزیر مقامات پر حواشی کا اسلوب بھی رکھتا ہے۔ ان میں غیر ضروری طوالت نہیں ہوتی۔ یہ حواشی عقائد، عبادات، اخلاقیات اور تزکیہ نفس سے متعلق جامع راہنمائی دیتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ یہ مشکل مقامات کی واضح تشریح بھی کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض حواشی تفسیری اسلوب کی جامعیت بھی رکھتے ہیں۔

(۳) جدید ذہن کے لیے مفید

عرفان القرآن کا ترجمہ آج کے جدید ذہن کے لیے بھی مفید ہے۔ یہ ترجمہ سائنسی حقائق اور سماجی نظریات اور فکری منابع کا بھی احاطہ کرتا ہے۔ اس ترجمہ میں انسانی حقوق کا شعور بھی ملتا ہے اور معاشرتی عدل کی تعلیمات کی بھی آئینہ داری ہے۔ یہ عالمی امن کے تصورات کو بھی ذہنوں میں راسخ کرتا ہے۔ یہ ترجمہ جدید ذہن کو قرآن کے ساتھ جوڑتا ہے اور جدید ذہنوں میں اٹھنے والے سوالات خواہ وہ سائنسی ہوں، علمی ہوں یا سماجی ہوں، یہ ترجمہ ان سب سوالوں کا کافی وشافی جواب دیتا ہے۔

(۴) روحانی پہلوؤں کی عکاسی

عرفان القرآن کا ترجمہ جہاں علمی، فقہی اور فکری پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے وہیں یہ ترجمہ روحانی پہلوؤں کا بھی جامع ہے۔ یہ ترجمہ محبتِ الٰہی کی سرشاری دیتا ہے اور نسبتِ مصطفی ﷺ کو دل و ذہن میں پختہ کرتا ہے۔ یہ تزکیہ نفس کا داعیہ اپنے قاری میں پیدا کرتا ہے اور اپنے لفظ لفظ میں روحانیت کا ایک پاکیزہ احساس دیتا ہے۔ اس ترجمہ کا یہی تفرد اس کو دیگر تراجم سے ممتاز اور منفرد کرتا ہے۔

ترجمہ عرفان القرآن اپنے ہر قاری کے دل کی آواز بنتا ہے اور اسے اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔ یہ ترجمہ اپنے اسلوب سہل کی بنا پر نوجوانوں کے دل و ذہن میں اتر جاتا ہے اور اُن کی اپنی روح کی آواز محسوس ہوتا ہے۔

اس ترجمہ قرآن کا اسلوب دعوتی بھی ہے۔ اس کے الفاظ انسان کے لیے ایک مستقل دعوت دین ہیں۔ اس کے الفاظ میں محبت بھی ہے، حکمت بھی ہے اور اصلاح بھی ہے۔ اس ترجمہ قرآن کو قاری جوں جوں پڑھتا ہے، اُس کی محبتِ قرآن مسلسل بڑھتی چلی جاتی ہے۔

المختصر یہ کہ بلاشبہ یہ ترجمہ سادہ بھی ہے، لفظی صحت اور معنوی ربط سے معمور بھی ہے اور جامع و بلیغ بھی ہے۔ اعتدال و تحقیق سے مزین بھی ہے اور روحانی ذوق سے معمور بھی ہے۔ اس وجہ سے یہ دورِ حاضر کا سب سے زیادہ قابلِ فہم، شفاف اور ہمہ جہت ترجمہ کا رتبہ رکھتا ہے۔ اس ترجمہ کی متعدد بین الاقوامی زبانوں میں اشاعت اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ترجمہ عالمی سطح پر امت کی ضروریات کی کفالت کر رہا ہے۔

عرفان القرآن کے تراجم

ا۔ جب ہم عرفان القرآن کے تراجم کا جائزہ لیتے ہیں تو اس کا انگریزی ترجمہ اگرچہ براہ راست متن سے اصل کلمات کی رعایت کرتے ہوئے ہو چکا ہے۔ مگر اس ترجمہ سے بھی اس کا انگریزی ترجمہ تیار کیا گیا ہے جو کہ درج ذیل اوصاف کا حامل نظر آتا ہے۔ اس میں انگریزی زبان کے الفاظ عالمی معیار کے حامل ہیں۔ یہ انگریزی ترجمہ بھی Interpretive اور Literal دونوں خوبیوں کا جامع ہے۔ اس میں مذہبی اصطلاحات کو اُن کے اصل تصور کے ساتھ اجاگر کیا گیا ہے۔ اس میں مشکل الفاظ کے استعمال سے گریز کیا گیا ہے۔ یہ ترجمہ روحانی بیان کا تسلسل بھی نظر آتا ہے اور بین المذاہب مکالمہ کو

بھی قبولیت کے ساتھ واضح کرتا ہے۔ یہ ترجمہ بھی علمی حلقوں میں معروف ہوا ہے۔ یہ ترجمہ انگریزی بولنے والوں کو قرآن کے اسلوب اور اس کی روحانیت کے قریب تر لاتا ہے۔

۲۔ عرفان القرآن کا عربی زبان میں تفسیری ترجمہ جدید عرب دنیا کے لیے پُرکشش ہے اور عربی زبان کی فصاحت و بلاغت سے ہم آہنگ ہے۔ لغوی و معنوی خوبیوں سے آراستہ ہے۔ اعتدال پسند اسلوب سے مزین ہے اور خالص عربی لہجے کا آئینہ دار ہے۔ اس میں مشکل مقامات کی خوب توضیحی شان بھی اجاگر ہوتی ہے۔

۳۔ عرفان القرآن کا فارسی ترجمہ، فارسی زبان بولنے والوں کے لیے بڑی مانوسیت کا ساماں رکھتا ہے۔ یہ صوفیانہ رنگ سے بھی مزین ہے اور یہ قدیم فارسی کے لہجے کو بھی اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اس کی عبارت رواں اور اس کا بیان نرم و سادہ ہے۔ یہ فارسی زبان کی روحانی روایت کو محبت اور حسنِ بیان کی معنوی خوبیوں سے بیان کرتا ہے۔

۴۔ عرفان القرآن کا ہندی ترجمہ آسان ہے اور عام فہم ہے۔ اس میں ہندی اصطلاحات کا بہترین استعمال ہوا ہے۔ یہ ہندی زبان کے خالص الفاظ کے ساتھ ساتھ اردو کا اثر بھی دیتا ہے۔ یہ ترجمہ غیر مسلم قارئین کے لیے قرآن کو سمجھنے میں بڑا ممد و معاون ہے۔

۵۔ عرفان القرآن کا بنگالی زبان میں ترجمہ بڑا عمدہ اور بڑا مٹھاس بھرا ہے اور اس ترجمہ کے ذریعے قرآنی اخلاق اور انسانی اصلاح کے مراحل کو بڑے نمایاں طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اس میں بنگالی زبان کی اصطلاحات کا بھی عمدہ استعمال ہوا ہے۔ یہ ترجمہ بنگلہ قاری کے مزاج کے مطابق جذباتی احساسات اور روحانی کیفیات کو بھی دوچند کر دیتا ہے۔

۶۔ عرفان القرآن کا سندھی ترجمہ میں روایتی سندھی محاوروں کا استعمال ہوا ہے۔ اس میں فقہی روایات کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ یہ سادہ اور عام فہم ترجمہ ہے جو ہر سندھی زبان بولنے والا بآسانی سمجھ لیتا ہے۔

۷۔ عرفان القرآن کا پشتو کا ترجمہ پشتو زبان اور اس کے ثقافتی ورثے کا آئینہ دار ہے۔ یہ ترجمہ ایک باوقار اسلوب میں ڈھلا ہوا ہے۔ یہ ترجمہ زبان کی سادگی سے مزین ہے۔ یہ ترجمہ صوفیانہ مزاج سے بھی ہم آہنگ ہے۔

۸۔ ہاؤسا، افریقی زبان میں عرفان القرآن کا ترجمہ نہایت آسان ہے اور یہ افریقی زبان کی مثالوں سے بھی آراستہ ہے۔ یہ ترجمہ سادہ اسلوب میں ڈھلا ہوا ہے، اس ترجمہ کا انداز دعوتی ہے۔ افریقی زبان میں فہم قرآن کے باب میں یہ بڑا مقبول اور موثر ہو رہا ہے۔

۹۔ عرفان القرآن کا ترکی زبان میں ترجمہ جدید ترکی زبان سے آراستہ ہے۔ اس کا اسلوب خالصتاً علمی ہے اور صوفیانہ ذوق کی جھلک بھی اس میں پائی جاتی ہے۔ یہ ترجمہ ترکی تفاسیر کی روایات سے بھی ہم آہنگ ہے۔ یہ ترجمہ ترکی زبان کی سادگی اور ادبی حسن دونوں کا جامع ہے۔

۱۰۔ عرفان القرآن کا فرانسیسی ترجمہ اعلیٰ معیار کا حامل ہے۔ یہ ترجمہ یورپی زبان کی خوبیوں سے آراستہ ہے۔ یہ ترجمہ خوبصورت علمی و ادبی اسلوب میں ڈھلا ہوا ہے، اس میں فرانسیسی زبان کی مصطلحات و محاورات کو بھی عمدگی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

۱۱۔ عرفان القرآن کا جرمن ترجمہ یہ منطقی ترتیب اور سائنسی نظم سے آراستہ و پیراستہ ہے اور جدید سائنسی مزاج رکھنے والے قاری کو بھی مطمئن کرتا ہے۔ اس کی تکنیکی ساخت اپنے قاری کو تسکین دیتی ہے اور یہ جدید ذہن کے لیے بڑا ہی موزوں اور قابلِ فہم ہے۔

عرفان القرآن کا ہمہ جہتی کمال

عرفان القرآن کے یہ بارہ تراجم اپنی اپنی زبان کے اعتبار سے خوب عمدہ اور اعلیٰ تراجم ہیں۔ ان سب کی زبان آسان، بلیغ اور معتدل ہے۔ کوئی بھی ترجمہ شدت اور فرقہ واریت کا رنگ نہیں رکھتا ہے۔ ہر ترجمہ میں اپنے اصل اردو ترجمہ کا رنگ برقرار ہے۔ ہر ترجمہ دوسری زبان کے الفاظ و کلمات کو اختیار کر رہا ہے مگر مفہوم میں اصل ترجمہ کی یکسانیت لیے ہوئے ہے۔ ہر ترجمہ دعوتی علمی، اصلاحی اور روحانی مزاج رکھنے والا ہے۔ ہر ترجمہ سادہ زبان کا حامل ہے اور اپنی زبان کی فصاحت و بلاغت سے آراستہ ہے۔ ہر ترجمہ غیر متعصبانہ ترجمان قرآن ہے۔ ہر ترجمہ قرآن کے پیغامِ رحمت کا اظہار کرتا ہے۔ یہ تراجم عالمی سطح پر اسلامی دعوت اور دین کے فروغ و ابلاغ کا ذریعہ ہیں۔ یہ قرآن فہمی کے مستند ذرائع ہیں۔ ہر ترجمہ قرآن اپنا جداگانہ اسلوب لیے ہوئے ہے۔ ہر ترجمہ کی اپنی لسانی خصوصیات ہیں اور ہر ترجمہ کے اپنے ادبی محاسن اور فکری امتیازات ہیں۔

خلاصۂ کلام

عرفان القرآن کے تمام تراجم میں مرکزی لہجہ محبت سے معمور ہے۔ بندے کو رب کی رحمت کا حوصلہ اور سہارا ملتا ہے اور ہر زبان میں ترجمہ قرآن ربانی تسکین دیتا ہے۔ ہر زبان میں ترجمہ قرآن عظمت رسول ﷺ اور محبتِ رسول ﷺ سے بھرپور ہے اور ہر زبان کا ترجمہ قرآن حکمتِ قرآن اور رحمتِ باری تعالیٰ کا آئینہ دار ہے۔ ہر ترجمہ اپنی زبان سے ہم آہنگ کیا گیا ہے۔ بلاشبہ عرفان القرآن، قرآن کے مفاہیم و مطالب کی خوب ترجمانی کرنے والا ہے۔ عرفان القرآن کے اصل ترجمہ کا رنگ تمام

زبانوں میں بڑا نمایاں نظر آتا ہے۔ ہر ترجمہ عمدہ الفاظ، اعلیٰ ادب اور بہترین وضاحت اور نرم لب و لہجہ اور کلام کی اعلیٰ فصاحت و بلاغت سے آراستہ ہے۔

ہر ترجمہ قرآن اپنی زبان کے اصل تعارف اور اصل تاثر سے بھی معمور ہے۔ جرمن ترجمہ منطقی اسلوب کی مرکزیت رکھتا ہے۔۔۔ فرانسیسی ترجمہ ادبی اسلوب کو اپنا محور رکھتا ہے۔۔۔ فارسی ترجمہ روحانی بالیدگی سے مزین ہے۔۔۔ انگریزی ترجمہ معاصر اور معاصریت کا اسلوب لیے ہوئے ہے۔۔۔ ترکی ترجمہ واضحیت اور بینات کا مفہوم لیے ہوئے ہے۔۔۔ ہندی اور بنگلہ ترجمہ جذباتیت کا رنگ رکھتا ہے۔۔۔ افریقی ترجمہ دعوتی اسلوب سے ممتاز ہے۔۔۔ جبکہ اردو ترجمہ جامعیت کا اسلوب رکھتا ہے اور محبت آمیز عبارات سے موثر ہے۔ عرفان القرآن کا منظوم تعارف کچھ یوں ہے:

عرفاں قرآں ہے وہ آئینہ معنی و بیاں
جس میں ہر ذہن کو مل جائے پیام جاوداں
ہر سطر میں جھلکتا ہے ادبِ مصطفی ﷺ
ہر لفظ میں رنگِ وفا، نورِ مصطفی ﷺ
نہ افراط کی نیش، نہ تفریط کی دھند
عرفان قرآں میں ہے تحقیق کی سند
یہ ترجمہ نہیں، آئینۂ احوالِ دل
جگمگاتا ہے جس میں نورِ رب، حالِ دل
بارہ زباں میں ہے وہی نورِ ہدایت
عرفان قرآں، عالمی فہم کی عنایت
یہ ترجمہ نہیں محض، یہ فہمِ قرآں ہے
لفظ میں معنی، معنی میں عرفاں ہے

شیخ الاسلام کی عالمگیر دینی، علمی فکری و انسانی خدمات پر نامور شخصیات اور اہلِ علم حضرات کے کلماتِ تحسین

مرتبہ: عبدالحفیظ چودھری

سردار سلیم حیدر خان (گورنر پنجاب)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں، انہوں نے محسن کائنات ﷺ کے ذکر کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا ہے۔ شیخ الاسلام نے سیرت الرسول ﷺ کے فروغ اور دین کی ترویج و اشاعت کے حوالے سے جو خدمات انجام دی ہیں وہ آنے والا مورخ سنہری حروف میں لکھے گا۔ شیخ الاسلام وہ واحد اسلامی محقق ہیں جنہوں نے علومِ اسلامیہ کی ہر شاخ پر قلم اٹھانے کے ساتھ ساتھ انسانی حقوق کے تحفظ اور اتحاد بین المسلمین کے لئے بھی شاندار کام کیا ہے۔ آپ نے دہشت گردی کے خاتمہ کے لئے فکری سطح پر جو علمی مواد مہیا کیا ہے، اس پر انہیں ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ میں جب تعلیم کے شعبہ میں شیخ الاسلام کی خدمات اور اُن کے انسٹی ٹیوشنز کو دیکھتا ہوں تو یقین نہیں آتا کہ ایک شخص اتنا کام بھی کر سکتا ہے۔ اللہ رب العزت ملک و ملت اور دین کی خدمت کے ضمن میں اُن کی توفیقات میں اور اضافے فرمائے اور انہیں صحت والی لمبی عمر عطا فرمائے۔

علامہ عبدالحق ثانی (سربراہ جمعیت علمائے اسلام سمیع الحق گروپ)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا سب سے بڑا کارنامہ تمام مکاتبِ فکر کو ایک دوسرے کے قریب لانے کے لئے مخلصانہ کوششیں کرنا ہے۔ آپ تمام مکاتبِ فکر کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے اتحاد اور وحدتِ اُمت کا عملی درس دے رہے ہیں اور یہی ہمارے اسلاف کی روایات ہیں۔ میں شیخ الاسلام اور ادارہ منہاج القرآن کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور ان کی توفقیات میں اضافہ کے لئے دعا کرتا ہوں۔

پیر سید علی جنید الحق گیلانی (سجادہ نشین گولڑہ شریف)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری دامت برکاتہم العالیہ عالمِ اسلام میں ایک جانا پہچانا نام ہیں۔ شیخ الاسلام نے اسلام کی جو خدمت کی ہے، وہ رہتی دنیا تک اپنی نظیر آپ رہے گی۔ میں سمجھتا ہوں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی خاص بندے کو چن لیتا ہے جس سے اُس نے کوئی کام لینا ہوتا ہے۔ دین کی خدمت اللہ کا فضل ہوتا ہے وہ جسے عطا کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے شیخ الاسلام کو اپنے دین کے تحفظ کے لئے چن لیا ہے۔ اللہ رب العزت شیخ الاسلام کو عمر خضر عطا فرمائے، آپ اہلسنت والجماعت کا سرمایہ ہیں۔

سید ارشاد عارف (معروف سینئر تجزیہ نگار و کالم نگار)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا علم و فضل، ان کی تصانیف، ان کی دینی خدمات اور روحانی مقام کسی تعارف کا محتاجِ نہیں۔ شیخ الاسلام مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے دین کا اصل چہرہ لوگوں کے سامنے لانے کی کوشش کی ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ کی اصل سیرت کو بیان کیا ہے۔ شیخ الاسلام عصری تقاضوں سے ہم آہنگ لب و لہجہ اور تحقیقات کے ساتھ تحریری اور تقریری دونوں سطح پر تعلیماتِ اسلام کو فروغ دے رہے ہیں جو دین اور نئی نسل کی ایک بڑی خدمت ہے۔ اللہ رب العزت اُن کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔

اوریا مقبول جان (سینئر صحافی و تجزیہ نگار)

میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے علم و فضل کا معترف ہوں۔ یہ ان کا کمال ہے کہ انہوں نے روح کے ساتھ جسم اور جدیدیت کے ساتھ اسلام کا حقیقی مقصد واضح کیا ہے۔ یہ میرے لئے باعثِ سعادت ہے کہ میں نے ان کی کم و بیش تمام کتابیں پڑھی ہیں اور حیران ہوں کہ بے شمار موضوعات، جیسے اقتصادیاتِ اسلام، انسانی حقوق، میثاقِ مدینہ جیسے اسلامی تاریخ کے اہم موضوعات پر بھی شیخ الاسلام نے بڑے محققانہ انداز میں قلم اٹھایا ہے۔ یہ تحقیقات انسائیکلوپیڈیا کا درجہ رکھتی ہیں۔

ڈاکٹر معین نظامی (سابق ڈین اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی)

وہ بہت خوش نصیب لوگ ہوتے ہیں جنہیں اتنی صلاحیتیں عطا ہوں اور وہ ان کا بھرپور اور بہتر استعمال بھی کرسکیں، ان صلاحیتوں کا اثر بھی ہو اور اس میں رجحان سازی کے پہلو بھی موجود ہوں۔ ایک شخص جس نے معارفِ الٰہیہ، فیضانِ مصطفوی اور عرفانِ مرتضوی ہر سطح پر پہنچایا اور پھیلایا، اس سے بڑی خوش نصیبی اور کیا ہوسکتی ہے۔شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے ہاں تصنیف بھی اعلیٰ، تدریس بھی اعلیٰ اور تحقیق بھی اعلیٰ ہے۔ یہ سب اللہ کا کرم اور فضل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا کرے کہ ہم شیخ الاسلام کی تصانیف سے استفادہ کا حق ادا کرسکیں۔

صاحبزادہ پیر سید عتیق الرحمان شاہ بخاری (سجادہ نشین آستانہ آلیہ بھکن شریف گجرات)

میرے جیسے نوجوانوں کو اگر عشقِ رسول ﷺ کی حقیقی تفہیم ملی ہے تو وہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری سے ملی ہے، کامیاب ترین انسان وہ ہوتا ہے جو اپنی اولاد کو بھی اتنا ہی کامیاب بنائے جتنا خود کامیاب ہوتا ہے۔اکثر بڑے لوگ اپنی زندگی میں بہت کچھ کر جاتے ہیں مگر ان کے بعد آنے والوں کے ہاتھ خالی ہوتے ہیں مگر شیخ الاسلام نے اپنی جسمانی اولاد کو ہی نہیں بلکہ اپنی روحانی اولاد کو بھی کامیاب بنایا ہے۔ اللہ شیخ الاسلام کا سایہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔

جسٹس (ر) ڈاکٹر سید محمد انور

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری پاکستان اور عالم اسلام کا ایک تعلیم یافتہ چہرہ اور شاندار تعارف ہیں۔ میں اِن کے علم و فضل کا معترف ہوں۔ وہ بلاشبہ فی زمانہ انسانیت کی فکری سطح پر شاندار خدمت انجام دے رہے ہیں۔ میں نے ایک بین الاقوامی کانفرنس میں اُن کے بارے میں ایک جملہ ادا کیا تھا کہ شیخ الاسلام آج کی علمی دنیا کے ذوالقرنین ہیں اور میرے اس جملے کے بعد حاضرین کے شاندار رسپانس سے مجھے محسوس ہوا کہ میں نے کوئی مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیا۔

عبداللہ حمید گل (چیئرمین تحریک نوجوانان پاکستان)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نوجوان نسل کے لئے ایک اُمید ہیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا علمی سفر پاکستان سے شروع ہوا آج پوری دنیا میں ان کے نام کا ڈنکا بجتا ہے۔ ڈاکٹر طاہرالقادری کی کتابیں پڑھنے کے بعد ایک آس اور ایک امید ملتی ہے۔ وہ دلوں میں علم کے چراغ جلاتے ہیں اور اللہ کی وحدانیت اور حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت سے آشنا کرتے ہیں۔ میں اُن کے بارے میں یہی کہوں گا۔ ''Long live شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری''

خورشید ندیم (سینئر صحافی، تجزیہ نگار، کالم نگار)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اُن نادر ہستیوں میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے متنوع صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ علم کے مختلف میدانوں میں ان کی بے مثال کاوشیں سامنے آئی ہیں اور سوسائٹی پر اس کے مثبت اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ اِن کا اصل میدان علم و تحقیق ہے اور اس ضمن میں ان کی خدمات غیر معمولی ہیں۔ شیخ الاسلام کا ایک اور کریڈٹ ہے کہ انہوں نے خواتین کو دینی و علمی میدان میں برابر کے مواقع دیئے۔

پیر سید علی رضا بخاری (سجادہ نشین بساہاں شریف آزاد کشمیر)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کتابیں نہیں لکھتے بلکہ انقلاب رقم کرتے ہیں۔ ان کا علم تاثیر سے بھرپور ہے۔ ہم درگاہ نشین یہ سمجھتے ہیں کہ شیخ الاسلام کا رابطہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی کے ساتھ محبت، اعتقاد، ذوق، شوق، کیف و سرور اور فنا فی الرسول ﷺ والا ہے اور یہی نسبت علم میں تاثیر پیدا کرتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں نظریہ کے میدان میں شیخ الاسلام فاتح ہیں۔

سید اظہر عباس (سینئر ڈائریکٹر ڈی جی آر ای)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری ایک مردِ قلندر اور مردِ آہن ہیں۔ انہوں نے علم، حکمت اور تدبر سے بہت سارے سنگ میل عبور کئے ہیں اور وہ اسلام کے سچے سپاہی ہیں۔ وہ ایک معتدل صاحبِ علم ہیں جنہوں نے اپنی محنت سے ثابت کیا کہ انسان جب کسی چیز کا عزم کر لیتا ہے تو پھر منزل کے حصول کی راہ میں کوئی مشکل نہیں رہتی۔ میرے دل سے اُن کے لئے ہمیشہ دعائیں نکلتی ہیں۔

ڈاکٹر محسن ضیاء قاضی (چیئرمین شعبہ اسلامیات مسلم یوتھ یونیورسٹی اسلام آباد)

شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے **1980**ء میں جس شعوری انقلاب کی بنیاد رکھی تھی، آج وہ فکر دنیا بھر میں پھیل چکی ہے۔ آپ ایک ایسا شجرِ علم و تحقیق ہیں جن سے ایک زمانہ مستفید ہو رہا ہے۔ شیخ الاسلام کی ساری زندگی حضور نبی اکرم ﷺ سے محبت، عقیدت میں بسر ہوئی۔ اللہ رب العزت انہیں عمر خضر عطا فرمائے۔ شیخ الاسلام نے ہر شعبے میں اسلام اور انسانیت کی بے مثال خدمت کی ہے۔

علامہ ڈاکٹر محمد تنویر علوی (ناظم اعلیٰ جامعہ محمدیہ اسلام آباد)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی پہچان علم و تحقیق ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے قدیم علمی ذخیرے کو نئی نسل تک پہنچانے کے لئے عصرِ حاضر کے تمام تقاضے پورے کئے ہیں۔ انہوں نے آسان اور دلنشین اسلوب میں علم کے ان خزانوں کو عامۃ الناس کے سامنے پیش کیا ہے۔ ان کی تحقیقات ہر طبقہ فکر اور عمر کے افراد کیلئے روحانی بالیدگی کا سامان ہیں۔

ڈاکٹر حبیب الرحمن عاصم (ڈائریکٹر اقبال چیئر بحریہ یونیورسٹی اسلام آباد)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری ایک قادر الکلام شخصیت ہیں، ایک ایسی شخصیت جن سے اس عہد کا ہر صاحبِ علم آگاہ ہے۔ میں نے سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر ان کی کتب پڑھی ہیں، ہر ہر لفظ میں عشقِ مصطفی ﷺ کے جھرنے پھوٹتے ہیں۔ مجھے مختلف ممالک میں منہاج القرآن کے اسلامک سنٹرز دیکھنے کا موقع ملا، علم اور دین کی خدمت کے اس عالمگیر نظام سے لاکھوں، کروڑوں فیض یاب ہو رہے ہیں۔ دعا ہے اللہ رب العزت اُن کی توفیقات میں اور اضافہ فرمائے۔

ڈاکٹر ابوبکر (چیئرمین شعبہ اسلامی بینکنگ اینڈ فنانس انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی)

آج پوری دنیا میں نظر دوڑائیں تو ایک شخص ایسا نظر آتا ہے جو اسلام کے چہرے پر لگائے جانے والے دھبوں کو مٹاتا دکھائی دیتا ہے اور وہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری ہیں، میرا شعبہ اسلامی بینکنگ اینڈ فنانس ہے۔ جب ہم علوم شریعہ میں قدم رکھ رہے تھے اسلامی بینکاری پر سب سے پہلا مینوئل شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا تھا، شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا وجود ایک نعمت ہے۔

صاحبزادہ ڈاکٹر ساجد الرحمان (سابق وائس چانسلر انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری ایک عہد آفریں شخصیت ہیں۔ وہ ایک ستارے کی طرح طلوع ہوئے اور آسمانِ علم و حکمت پر چاند بن کر جلوہ گر ہو گئے۔ ایک ایسا چاند جس کی روشنی شرق و غرب میں قلوب و اذہان کو منور کر رہی ہے۔ مغرب کے ناقدانہ ماحول میں بھی انہوں نے حجت و دلیل کے انبار کھڑے کئے۔ دنیا کی اعلیٰ یونیورسٹیوں کے محققین آپ کے دلائل اور نقطہ نظر کو سنجیدگی سے لیتے ہیں۔ اللہ رب العزت قبلہ شیخ الاسلام کی توفیقات میں اور اضافے فرمائے۔۔

مولانا امیر حمزہ (سربراہ تحریکِ حرمتِ رسول ﷺ)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری وہ واحد صاحبِ علم ہیں جنہوں نے سب سے پہلے دہشت گردی کے خلاف قلم اٹھایا اور اس مضمون پر ٹھوس دلائل اور تحریریں پیش کیں۔ وہ اس میدان کے ممتاز پیش رو ہیں جنہوں نے فکری، شرعی اور سماجی حوالوں سے دہشت گردی کے خلاف ایک جامع موقف مرتب کیا۔ میں نے منہاج القرآن کے اداروں کا وزٹ کیا ہے، مجھے خوشی ہے کہ فروغِ امن کے ساتھ ساتھ تعلیم کے میدان میں بھی شیخ الاسلام نے بہت بڑے کام کئے ہیں۔ منہاج القرآن ایک دینی تحریک ہے مگر شیخ الاسلام نے اس تحریک کو جدید ٹیکنالوجیز کے ساتھ ہم آہنگ کر کے خدمت اور دعوت کے کام کو پوری دنیا تک پہنچا دیا ہے جو قابلِ ستائش ہے۔ شیخ الاسلام کی دعوتِ اتحاد اور ان کی علمی خدمات کے ضمن میں بروئے کار آنے والی ہر کوشش میں ہم ان کے شانہ بشانہ ہیں۔

صوفیہ بیدار (دانشور، ادیب، کالم نویس)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری پاکستان اور عالم اسلام کا ایک تعلیم یافتہ چہرہ اور شاندار تعارف ہیں۔ میں اِن کے علم و فضل کا معترف ہوں۔ وہ بلاشبہ فی زمانہ انسانیت کی فکری سطح پر شاندار خدمت انجام دے رہے ہیں۔ میں نے ایک بین الاقوامی کانفرنس میں اُن کے بارے میں ایک جملہ ادا کیا تھا کہ شیخ الاسلام آج کی علمی دنیا کے ذوالقرنین ہیں اور میرے اس جملے کے بعد حاضرین کے شاندار رسپانس سے مجھے محسوس ہوا کہ میں نے کوئی مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیا۔

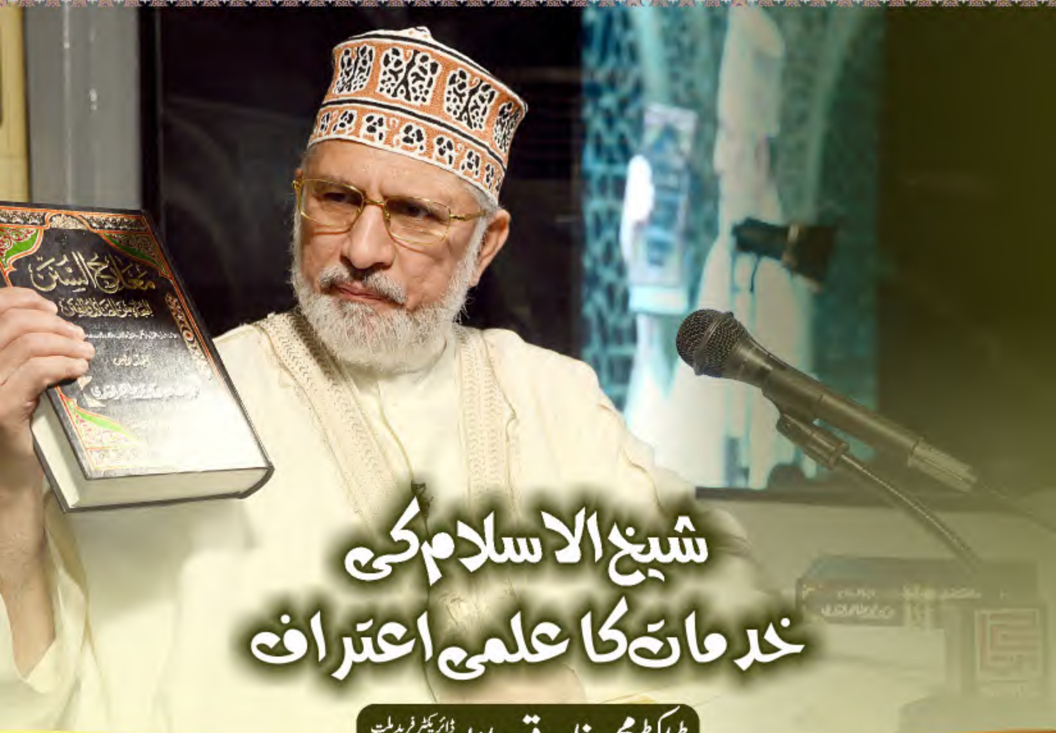

شیخ الاسلام کی خدمات کا علمی اعتراف

ڈاکٹر محمد فاروق رانا
ڈائریکٹر فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ

تاریخ کے اَوراق گواہ ہیں کہ جب بھی اُمتِ مسلمہ فکری انتشار اور عملی جمود کا شکار ہوئی، مشیتِ الٰہی نے کسی ایسی شخصیت کو میدانِ عمل میں اتارا جس نے نہ صرف وقت کی نبض پر ہاتھ رکھا بلکہ اسے ایک نئی زندگی عطا کی۔ 17 اکتوبر 1980ء کی وہ صبح، جب شادمان لاہور کی ایک چھوٹی سی نشست سے 'تحریکِ منہاج القرآن' کا پودا لگایا گیا، کسی کے گمان میں بھی نہ تھا کہ یہ شجرِ طیبہ اپنی شاخیں 90 سے زائد ممالک تک پھیلا دے گا۔

آج جب مجددِ رواں صدی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اپنی حیاتِ مبارکہ کی 75 ویں بہار دیکھ رہے ہیں، تو یہ محض ایک فرد کی سالگرہ نہیں بلکہ علم کی ضیاپاشیوں، امن کی خوشبوؤں اور خدمتِ انسانیت کے اس ہمہ گیر مشن کا جشن ہے جس نے روایتی خطابت کو تحقیقی اسلوب دیا، سیاست کو ریاست کی بقا کا شعور عطا کیا اور عالمی ایوانوں میں اسلام کا پُرامن مقدمہ لڑا۔ زیرِ نظر تحریر اس عظیم الشان فکری و عملی سفر کے نمایاں سنگِ میلوں کا ایک اجمالی احاطہ ہے جو نسلِ نو کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہو گی۔ یہ مضمون شیخ الاسلام کی حیات و خدمات اور اُن کی جملہ Achievements پر محیط نہیں ہے، بلکہ صرف چند نمایاں تاریخی واقعات و خدمات کو یکجا کیا گیا ہے۔ اگر شیخ الاسلام کی حیات، جملہ

خدمات اور Achievements کو احاطہ تحریر میں لانا چاہیں تو اس کے لیے ہزاروں صفحات درکار ہوں گے۔ اس مضمون کو لکھنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ڈیجیٹل میڈیا کے دور میں پلنے والی نسل اپنے اس عظیم علمی و تحریکی ورثے کی بنیادوں سے آگاہ ہو سکے۔

1. 17 اکتوبر 1980ء: مجددِ رواں صدی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے شادمان لاہور سے تجدید واِحیاے دین کے عظیم مشن 'تحریک منہاج القرآن' کا آغاز کیا۔ بحمد اللہ! پیغمبرانہ مشن کا یہ شجرۂ طیبہ چاردانگ عالم میں برگ و بار لا رہا ہے اور آج دنیا کے 90 سے زائد ممالک کو اِس عالم گیر تحریک کی مشک بُو سے مہکا رہا ہے۔

2. 1980ء: منہاج القرآن کے پلیٹ فارم سے دروس قرآن کا آغاز کیا گیا۔

3. 22 مئی 1981ء: شیخ الاسلام کی کتاب "تسمیۃ القرآن" کی تقریبِ رُونمائی جناح ہال لاہور میں منعقد ہوئی۔ الحمد للہ تعالیٰ آج ان کی 650 سے زائد کتب شائع ہو چکی ہیں۔

4. 1981ء: "منہاج القرآن کانفرنس" کے نام سے عوامی سطح کا پہلا پروگرام شادمان لاہور میں منعقد ہوا۔

5. 6 نومبر 1981ء: منہاج القرآن کے پہلے دستور العمل کی اِتفاقِ رائے سے منظوری ہوئی۔ بعد ازاں دستور اِرتقائی منازل طے کرتا ہوا وقتاً فوقتاً ترامیم کے مراحل سے گزرتا رہا۔ آخری مرتبہ ترامیم کے بعد 7 ستمبر 2020ء کو منہاج القرآن انٹرنیشنل کا نظرِ ثانی شدہ دستور نافذ العمل ہوا ہے۔

6. 1982ء: شیخ الاسلام کو سپریم کورٹ آف پاکستان کے اپیلیٹ شریعت بنچ کا مشیرِ فقہ نامزد کیا گیا۔

7. فروری 1982ء: شیخ الاسلام نے اِتفاق مسجد لاہور میں خطباتِ جمعہ کا آغاز کیا۔ قرآنی آیات و نبوی فرمودات سے مملوّ، دلائل و براہین سے مزیّن، تدبر و تفکر کے شہ کار علمی و فکری ثقاہت و اِستناد سے آراستہ اور قدیم و جدید معارف کے حامل اِن خطبات میں آپ نے نیا ڈھنگ، اُسلوب اور لہجہ عطا کیا اور اس کے روایتی منہج کو کلیتاً تبدیل کر کے بہ اندازِ نَو پروان چڑھایا۔ آپ نے فروری 1982ء تا مارچ 1989ء سات سال مسلسل اتفاق مسجد ماڈل ٹاؤن میں خطبہ جمعہ کے فرائض سر انجام دیے۔

8. یکم جنوری 1983ء: منہاج القرآن کے پلیٹ فارم سے فروغِ علومِ دینیہ کے لیے قدیم و جدید علوم کے اِمتزاج پر مبنی اِتفاق اِسلامک اکیڈمی کی پہلی کلاس کا آغاز ہوا۔

9. 11 اپریل 1983ء: شیخ الاسلام نے سلسلہ وار دروسِ تصوف کا باقاعدہ آغاز کیا۔

10. 1983ء: شیخ الاسلام نے پاکستان ٹیلی ویژن (PTV) کے پروگرام ''فہم القرآن'' کے تحت لیکچرز کا آغاز کیا۔

11. 8 جولائی 1983ء: تحریک منہاج القرآن کے زیرِ اِہتمام 27 رمضان المبارک 1403ھ کو پہلا سالانہ روحانی اِجتماع اتفاق مسجد لاہور میں منعقد ہوا۔

12. 2 اگست 1983ء: شیخ الاسلام نے خطبات سیرت النبی ﷺ کا سلسلہ شروع کیا۔

13. 1983ء: تحریک منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ اور مسجد کی تعمیر کے لیے ایم بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور میں 20 کنال قطعہ اَراضی خریدا گیا۔

14. 17 فروری 1984ء: تحریک منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ کا سنگِ بنیاد رکھنے کے لیے قدوۃ الاولیاء سیدنا طاہر علاؤ الدین القادری الجیلانی البغدادی رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری۔

15. 15 مارچ 1984ء: شیخ الاسلام نے وفاقی شرعی عدالت میں قادیانیوں کی طرف سے 'شعائرِ اِسلام' کو استعمال کرنے کی اِجازت کے مقدمہ کے اِخراج پر دلائل دیے جس پر عدالت نے 15 اگست کو قادیانیوں کا یہ کیس خارج کر دیا۔

16. جولائی 1984ء: شیخ الاسلام نے اوسلو (ناروے) کا پہلا دعوتی اور تنظیمی دورہ کیا۔ 24 جولائی کو آپ نے بین الاقوامی اِسلامی کانفرنس سے خطاب کیا اور کثیر تعداد میں مسیحی مشرّف بہ اِسلام ہوئے۔

17. 12 اکتوبر 1984ء: ''کاروانِ اِسلام'' کی تشکیل و تنظیم کی گئی۔ بعد ازاں 30 نومبر 1988ء کو منہاج القرآن یوتھ لیگ (MYL) کے نام سے قیام عمل میں لایا گیا۔

18. 12 اکتوبر 1984ء: شیخ الاسلام نے اپنی منفرد تحقیق پیش کی کہ عورت کی دیّت مرد کے برابر ہے۔ شیخ الاسلام کا یہ اِقدام اِنسانی بنیادوں پر بالعموم اور پاکستان میں بالخصوص ویمن ایمپاورمنٹ کی جانب ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

19. 8 – 13 دسمبر 1984ء: متحدہ عرب اِمارات کے 5 روزہ دعوتی اور تنظیمی دورہ جات کیے۔

20. 1985ء میں صدر ضیاء الحق کی زیرِ صدارت منعقدہ قومی یکجہتی سیمینار کی آخری نشست میں جمہوری روایات کی ثقاہت اور عوام کے جماعتی، جمہوری اور اِنتخابی حقوق کے موضوع پر خطاب کیا کہ ملکی بقاء اس بات میں مضمر ہے کہ آمرانہ اقدامات کے بجائے جمہوری انداز میں ملک کو آگے بڑھایا جائے۔

21. 1985ء: قدوۃ الاولیاء سیدنا طاہر علاؤ الدین القادری الگیلانی البغدادی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادگان نے مرکزی سیکرٹریٹ کی مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا۔

22. 30–31 جنوری 1986ء: ادارہ منہاج القرآن کی باقاعدہ تنظیم سازی کا کام شروع ہوا۔

23. اپریل 1986ء: شیخ الاسلام امریکہ کے تبلیغی دورے کے لئے تشریف لے گئے جس کے دوران نیو یارک، واشنگٹن، لاس اینجلس، بالٹی مور اور لارل میں خطابات ہوئے۔

24. 1986ء: اسی سال ڈنمارک کا پہلا تبلیغی دورہ عمل میں آیا جہاں ادارہ منہاج القرآن کی شاخ قائم کی گئی۔

25. اپریل 1986ء: جنایات اور فلسفہِ عقوبات کے موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھنے پر پنجاب یونی ورسٹی نے شیخ الاسلام کی PhD ڈگری کا نوٹی فیکیشن جاری کیا۔

26. 18 ستمبر 1986ء: جامعہ اِسلامیہ منہاج القرآن کا اِفتتاح ہوا۔

27. 1986ء: منہاج یونی ورسٹی کمپلیکس کے لیے ٹاؤن شپ (بغداد ٹاؤن) لاہور میں وسیع رقبہ پر مشتمل قطعہ اَراضی خریدا گیا۔

28. 10 مارچ 1987ء: قدوۃ الاولیاء سیدنا طاہر علاؤالدین القادری الگیلانی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ کی مسجد کا اِفتتاح فرمایا۔

29. 12 مارچ 1987ء: پہلی منہاج القرآن کانفرنس مرکزی سیکرٹریٹ کے سامنے حضور قدوۃ الاولیاء کی زیرِ صدارت منعقد ہوئی۔ کئی گھنٹوں پر محیط موسلادھار بارش کے باوجود تمام حاضرین نے جم کر کانفرنس کی کارروائی سنی۔ کانفرنس میں نام ور علمی و روحانی شخصیات نے شرکت فرمائی۔ کانفرنس کی کارروائی بین الاقوامی میڈیا پر بھی نشر ہوئی۔

30. 13 مارچ 1987ء: قدوۃ الاولیاء سیدنا طاہر علاؤالدین القادری الجیلانی البغدادی g نے منہاج یونی ورسٹی کمپلیکس بغداد ٹاؤن کا سنگِ بنیاد رکھا۔

31. اپریل 1987ء: ماہنامہ 'منہاج القرآن' کا اِجراء۔ اس کا پہلا خصوصی شمارہ مارچ 1987ء میں ہونے والی 'منہاج القرآن کانفرنس نمبر' کے طور پر شائع ہوا۔

32. اپریل 1987ء: ڈنمارک میں عیسائی پادریوں کے ساتھ ''قرآن اور بائبل'' کے موضوع پر مناظرہ ہوا۔ اس مناظرے میں عیسائی پادریوں نے ہاتھ اُوپر اٹھا کر اپنی شکست تسلیم کرلی اور اس کے نتیجے میں بہت سے افراد مسلمان ہوئے۔

33. 16 جولائی 1987ء: شیخ الاسلام نے جامع مسجد منہاج القرآن (جامع شیخ الاسلام) میں بروز جمعرات ہفتہ وار روحانی تربیت اور شب بیداری کا آغاز کیا۔

34. ستمبر 1987ء: ستمبر کے دوسرے ہفتے میں آپ نے یورپ، امریکہ اور برطانیہ کے تربیتی دورہ جات کئے۔ لارل، میری لینڈ (امریکہ) میں مسجد منہاج القرآن کی تعمیر کا آغاز ہوا۔ دورۂ امریکہ کے دوران شیخ الاسلام سے ٹورانٹو کی مشہور علمی شخصیت ڈاکٹر کیتھ مور نے ملاقات کی۔ ڈاکٹر کیتھ مور نے رحمِ مادر میں تخلیقِ انسانی کے قرآنی مراحل کو جدید سائنس سے ثابت کیا تھا۔

35. 9 اکتوبر 1987ء: منہاج القرآن علماء کونسل کا قیام عمل میں لایا گیا۔

36. یکم جنوری 1988ء: شیخ الاسلام نے منہاج یونی ورسٹی نیو کیمپس کی عمارت کا سنگِ بنیاد رکھا۔

37. 5 جنوری 1988ء: عصرِ حاضر کے چیلنجز کے پیشِ نظر خواتین کے کردار کی اہمیت اور انہیں ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلانے کے لیے شیخ الاسلام نے منہاج القرآن ویمن لیگ (MWL) کی بنیاد رکھی۔

38. 12 تا 15 اپریل 1988ء: اِنٹر نیشنل مسلم لائرز فورم کے زیرِ اِہتمام شیخ الاسلام کے ''خطباتِ لاہور'' ہوئے۔ اِس سیریز میں اسلام اور جدید سائنسی تحقیقات، اسلام اور جدید تصور قانون، اسلام اور تصور معیشت، اسلام اور سائنسی تحقیقات کے متعلق موضوعات کا اِحاطہ کیا گیا۔

39. 19 جون 1988ء: تجدید و اِحیاءِ دین کے کام کو عالمی سطح پر فروغ دینے کے لیے لندن میں منہاج القرآن انٹر نیشنل اِسلامک کانفرنس المعروف ویمبلے کانفرنس منعقد کی گئی، جس میں پوری دنیا سے کثیر تعداد میں علماء و مشائخ اور اسکالرز نے شرکت کی۔ اس موقع پر 'الاتحاد العالمی الاسلامی' کا قیام عمل میں لایا گیا۔

40. 24 ستمبر 1988ء: میں شیخ الاسلام نے مرزا طاہر احمد قادیانی کے مباہلہ کا چیلنج قبول کرتے ہوئے اسے مینارِ پاکستان لاہور کے مقام پر ایک کھلے خط کے ذریعے دعوت دی۔ 24 ستمبر 1988ء کو مینارِ پاکستان لاہور میں آل پاکستان ختمِ نبوت کانفرنس منعقد کی گئی، جس کی صدارت قدوۃ الاولیاء سیدنا طاہر علاؤالدین القادری الگیلانی البغدادی رضی اللہ عنہ نے کی۔ تمام مکاتبِ فکر کے علماء نے اس کانفرنس میں حصہ لیا۔ اِتمامِ حجت کے لیے مرزا طاہر احمد قادیانی کا فجر تک اِنتظار کیا گیا۔

41. 25 مئی 1989ء: ملک گیر سطح پر بیداریِ شعور کی مہم کے آغاز اور عملی سیاست میں حصہ لینے کے لیے تاسیسِ اِنقلاب کانفرنس میں پاکستان عوامی تحریک کے قیام کا اِعلان کیا گیا۔ شیخ الاسلام نے تاریخی خطاب فرمایا اور تیس نکاتی منشور دیا گیا۔

42. 17 اکتوبر 1989ء: شیخ الاسلام نے فلاحِ عامہ اور رفاہی منصوبہ جات کے لیے منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے قیام کا اِعلان کیا۔

February/March 2012: During his visit to India, Shaykh-ul-Islam addressed huge gatherings at various places in Delhi, Mumbai, Gujrat, Bangalore, Hyderabad Deccan and Ajmer Sharif, in which millions of Indian Muslims participated. According to Indian media reports, 2 million people attended the rally in Bangalore alone while 100 million people listened to his speech on various TV channels that he deliverd in Hyderabad Deccan. Shaykh-ul-Islam addressed many peace conferences and launched his Fatwa on Terrorism and Suicide Bombings in India, too.

Aug. 4, 2017: Minhaj-ul-Quran International organized European Al-Hidayah Peace Camp 2017 in Norway. Shaykh-ul-Islam gave a universal training program to protect Muslim youth from extremism.

Aug. 26–28, 2017: The Al-Hidayah Retreat was organized by Minhaj-ul-Quran International at Keele University UK. Shaykh-ul-Islam addressed more than 500 British Muslim youth participating in the 3-day residential event on various contemporary social and spiritual topics.

Jan. 10, 2018: Shaykh-ul-Islam offered the funeral prayer for 7-year-old Zainab Amin of Kasur, a victim of brutality, and demanded legislation from the government at a press conference to prevent such tragedies from recurring in the future. Later on, the media prominently highlighted the case; the Chief Justice took suo moto notice; but the Punjab government was procrastinative in taking the case. It was only after all this that the accused was apprehended and faced justice.

INSPIRING PEACE
& LIFE OF PROPHET
MUHAMMAD (PBUH)
Conference
Minhaj ul Quran International
Korea
امنِ عالم کانفرنس
국제 평화와 무하마드 선지자

April 13, 2006: A ceremony for the unveiling of the translation of the Holy Qur'an by Shaykh-ul-Islam—'Irfan-ul-Qur'an'—was held at Aiwan-e-Iqbal, Lahore. Syrian scholars—al-Shaykh Dr Mahmud Abu al-Huda al-Husayni, al-Shaykh As'ad Muhammad Sa'id al-Sagharji, al-Shaykh Dr Shihab-ud-Din al-Farfur—attended the event and expressed their views. Moreover, Sahibzada Syed Saeed al-Hasan, Allama Abdut-Tawwab Siddiqui, Allama Zubair Ahmad Zaheer and eminent scholars from all over Pakistan attended and discussed the unique features and distinctions of the translation.

Huzoor Qudwat-ul-Awliya' Sayyiduna Tahir 'Ala-ud-Din al-Qadri al-Jilani al-Baghdadi's ﷺ historic statement about Minhaj-ul-Quran and a commandment for religious scholars, masha'ikh and the followers of Silsila Qadriyya.

December 23, 2012: Shaykh-ul-Islam returned to Pakistan with a purposeful and realistic slogan of 'Save State—Not Politics'. He was given a historic welcome in the grounds of Minar-e-Pakistan, Lahore. In the entire history of Pakistan, this was the largest ever gathering at the Minar-e-Pakistan. Addressing this gathering of hundreds of thousands of the people of Pakistan, he described the rights of the people in the light of the first 40 articles of the Constitution of Pakistan, and proved none of these rights have so far been available to the people. Also, quoting articles 62, 63 and 218 (3) of the Constitution, he proved that elections in Pakistan are against these provisions of the Constitution of Pakistan, so this electoral system must be changed and major reforms are required to uproot the corrupt system. On this occasion, he announced a long march towards Islamabad if these demands for fair elections were not accepted.

PEACE & HUMANITY CONFERENCE
JAPAN

1st World Islamic

April 1, 2007: The annual 'International Milad Conference' was held in the grounds of Minar-e-Pakistan Lahore. Shaykh-ul-Hadith of Jamia Ashrafia Maulana Abdul Rehman Ashrafi (late) was the special guest. The unique feature of this conference was the appearance of the name 'Muhammad ﷺ محمد' inscribed in the Kofi script in the form of clouds next to the moon during the speech of Shaykh-ul-Islam, which was seen by hundreds of thousands of people present at the conference. Undoubtedly, this was a manifestation of the perfect power of Allah Almighty and a testament to the acceptance of Minhaj-ul-Quran International's efforts for the cause of Islam and dissemination of the Prophet's love.

March 3, 2009: The All-Pakistan Mashaikh Conference was held at the Central Secretariat Lahore, which was attended by spiritual leaders from all over Pakistan. Shaykh-ul-Islam gave a special address to the great leaders to mobilize them. On this occasion, his special compilations were published, including four books from the 'Marwiyat-e-Sufiyya' series. These books prove that the basis of Sufi teachings is none other than the Holy Qur'an and Hadith.

April 9, 2009: Shaykh-ul-Islam spoke at the National Peace Conference held in Lahore. On this occasion, the National Peace Council was formed with Shaykh-ul-Islam as its chairman, while representatives of all major political parties, welfare organizations and bar councils of Pakistan were made its members. Shaykh-ul-Islam delivered thought provoking speech and addressed the root causes of extremism, radicalization and terrorism. He also presented guidelines to promote peace and harmony amongst religions and sects.

April 9, 2011: The Creating Awareness Workers' Convention was organized by Minhaj-ul-Quran International. Shaykh-ul-Islam delivered an enthusiastic speech. He apprised the workers of the shortcomings of the outdated electoral system in Pakistan and directed them to launch a countrywide peaceful and systematic public awareness campaign to change the corrupt system. He also introduced an alternative novel program for the progress of nation and development of country. [See: Top left]

April 12–14, 2011: Shaykh-ul-Islam attended the joint meeting of US-Islamic World Forum and OIC in Washington DC. He gave comprehensive briefings to the world leaders on the causes of terrorism and its prevention and the peaceful teachings of Islam in this regard. The conference was attended by Prof Ekmeleddin Ihsanoglu (Secretary General of the OIC), Ahmed bin Abdullah Mahmoud (Foreign Minister of Qatar), US Secretary of State Hillary Clinton, former US Secretary of State Madeleine Albright, US Senator John Kerry and Senator John McCain, Ibrahim Kalin (Special Adviser to the Prime Minister of Turkey), Rashid Hussein (Special Representative of the US President Barack Obama), Shahid Malik (Former British Minister) and delegations from 30 Islamic countries, think tanks, politicians and policy makers also attended.

July/August, 2011: Shaykh-ul-Islam had an extensive lecture tour of Australia & New Zealand. There he addressed various public and private sector institutions and met political and religious dignitaries. He delivered a lecture in New South Wales Parliament on the topic 'Causes and Prevention of Terrorism and Extremism'. He also visited Victorian Parliament and met different personalities. Another day, Arab scholars and shaykhs of Dar-ul-Fatwa Australia arranged a dinner in his honour. Scholars discussed with him a number of scholarly and intellectual topics. Peace Conferences were organized by MQI Australia at various places. Shaykh-ul-Islam spoke on the topic of 'Peace and Mutual Solidarity'. In another event, Shaykh-ul-Islam addressed the Ulama and Mashaikh Conference speaking in Arabic. He was invited by the Grand Mufti of Australia, Shaykh Taj-ud-Din Hilali. Former Australian Prime Minister Bob Hawke also had a meeting with him and discussed his Fatwa against terrorism and suicide attacks.

جہالت کے اندھیروں کو مٹایا آپ نے
نسلوں کی آبیاری کا جو فریضہ تھا

علم و ہنر کا دیپ جلایا آپ نے
اس کو بخوبی کر کے دکھایا آپ نے

ہم مشرق و مغرب کے فکری سنگم اور اسلامی نشاۃِ ثانیہ کے داعیِ اول

مجددِ رواں صدی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو ان کی

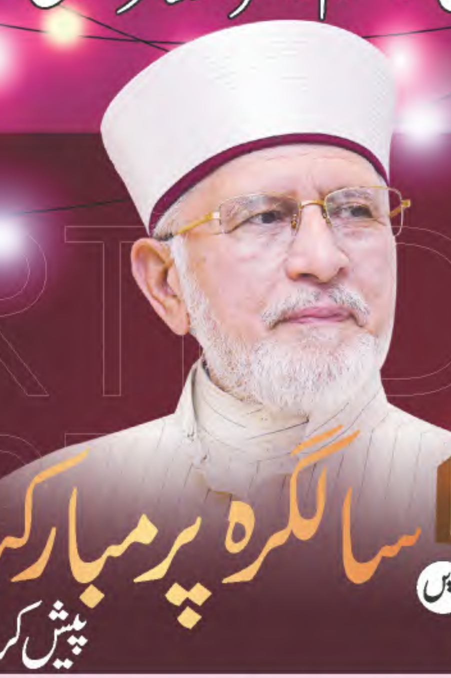

75 ویں سالگرہ پر مبارکباد

پیش کرتے ہیں

آپ کی شخصیت ایک فرد نہیں بلکہ ایک مکمل دبستانِ فکر ہے۔ آپ نے جس اخلاص سے نسلِ نو کی فکری آبیاری کی، اس کے اثرات صدیوں تک امت کے ایمان و عقیدہ کی حفاظت کرتے رہیں گے

یا اللہ! شیخ الاسلام کے وجودِ مسعود کو ملتِ اسلامیہ کے لیے مینارہِ نور بنائے رکھنا۔

ہمارا عہد ہے کہ ہم آپ کی تعلیمات امن و محبت کو شعور اور دلیل کے ساتھ عام کرنے کا فریضہ زندگی کی آخری سانس تک ادا کریں گے

منہاج القرآن انٹرنیشنل ڈنمارک

اسلام کی عظمت کا نگہباں ہے تو ایمان کی دولت کا ثنا خواں ہے تو
جس راہ پہ چلنے سے ملے قربِ خدا اس راہ کا روشن چراغاں ہے تو

ہم نسلِ نو کے کردار کی تعمیر اور انہیں تہذیبی یلغار سے محفوظ رکھنے والی عظیم شخصیت

مجدد العصر
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کو 75 ویں سالگرہ

کے پر مسرت موقع
پر ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں

آپ کی علمی فتوحات نے مشرق و مغرب کے فکری تضادات کو ختم کر کے اسلام کا آفاقی اور انسانیت نواز چہرہ متعارف کرایا عالمی سطح پر انتہا پسندی کے خلاف آپ کا علمی جہاد تاریخِ اسلام کا وہ سنہرا باب ہے، جس نے دشمنانِ دین کے پروپیگنڈے کو خاک میں ملا کر امن وسلامتی کی شمع روشن کی۔

یارب! شیخ الاسلام کی آواز میں مزید تاثیر اور فکر میں وسعت پیدا فرما۔ ہم عہد کرتے ہیں کہ ہم آپ کے انقلابی فکر کی تکمیل کے لیے نظم وضبط کے ساتھ جدوجہد جاری رکھیں گے۔

منہاج القرآن انٹرنیشنل سویڈن

43. 10 جنوری 1990ء: پاکستان عوامی تحریک اور تحریک نفاذِ فقہ جعفریہ کے مابین اِشتراکِ عمل کا اِعلان ہوا اور دس نکاتی 'اِعلامیہ وحدت' جاری کیا گیا۔

44. 22 اپریل 1990ء: مجموعی طور پر آٹھواں سالانہ جب کہ جامع المنہاج بغداد ٹاؤن میں پہلا سالانہ روحانی اجتماع منعقد ہوا، جس میں شیخ الاسلام نے انتہائی رِقت آمیز خطاب فرمایا۔

45. 13 دسمبر 1990ء تا 21 جنوری 1991ء: شیخ الاسلام نے اپنی رہائش گاہ پر 40 روزہ خلوت نشینی اِختیار کی، جس میں ایک کتاب 'تذکرے اور صحبتیں' تالیف کی اور قرآن حکیم کے اُردو ترجمہ 'عرفان القرآن' کا آغاز کیا۔ بتوفیقہ تعالیٰ تفسیری شان کا حامل یہ جدید ترین اور عام فہم ترجمہ قرآن آج دنیا کی 12 زبانوں میں طبع ہو چکا ہے۔

46. 7 جون 1991ء: قدوۃ الاولیاء سیدنا طاہر علاؤ الدین القادری الگیلانی البغدادی رضی اللہ عنہ کا فرینکفرٹ (جرمنی) میں وصال ہوا۔ 8 جون 1991ء کو شیخ الاسلام نے کراچی میں حضور قدوۃ الاولیاء رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ حضور قدوۃ الاولیاء رضی اللہ عنہ کو بغداد ٹاؤن لاہور میں سپردِ خاک کیا گیا۔

47. 26 جولائی تا 19 اگست 1991ء: شیخ الاسلام نے ڈنمارک، ناروے، ہالینڈ، بیلجیم، جرمنی اور برطانیہ کا کامیاب دعوتی اور تنظیمی دورہ کیا۔ فرینکفرٹ (جرمنی) میں عظیم الشان منہاج القرآن کانفرنس منعقد ہوئی اور برطانیہ کے 11 شہروں میں منہاج القرآن کی تنظیمات قائم کی گئیں۔

48. 28 جولائی 1991ء: اسکینڈے نیویا میں شیخ الاسلام کی زیرِ صدارت عظیم الشان منہاج القرآن کانفرنس منعقد ہوئی جس میں آپ نے 'اِسلام اور سائنس' کے اَہم موضوع پر خصوصی خطاب فرمایا۔

49. دسمبر 1991ء: خواتین کی تعلیم و تربیت، اِصلاحِ اَحوال اور فکری راہ نمائی کے لیے تحریک منہاج القرآن کے پلیٹ فارم سے ماہ نامہ 'دُخترانِ اِسلام' کا باقاعدہ اِجراء کیا گیا۔

50. جنوری 1992ء: شیخ الاسلام نے ابو ظہبی ٹی۔ وی کے لیے دینی و علمی اور جدید موضوعات پر 30 لیکچرز ریکارڈ کروائے۔ یہ پروگرام رمضان المبارک میں ابو ظہبی ٹی۔ وی پر نشر ہوئے۔

51. 30 مئی 1992ء: شیخ الاسلام کی سربراہی میں 22 رُکنی وفد دورۂ افغانستان پر روانہ ہوا جس کا مقصد افغان عوام کے مسائل کا حل اور باہمی اِختلافات کا خاتمہ تھا۔ شیخ الاسلام کی افغانستان کے صدر پروفیسر برہان الدین ربانی سے ملاقات ہوئی، جس میں افغانستان میں قیامِ اَمن کی حکمتِ عملی پر غور و خوض اور مشاورت ہوئی۔

52. 7 اکتوبر 1992ء: تاریخی بلا سود بنکاری کانفرنس بہ مقام موچی دروازہ لاہور منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں شیخ الاسلام نے تمام مذہبی اور سیاسی جماعتوں کے زُعماء اور صحافتی نمائندگان کی

موجودگی میں بلاسود بنکاری اور اِسلامی نظامِ معیشت کا خاکہ پیش کیا۔ آپ نے اُس وقت تقریباً سوا ایسے مالیاتی اداروں اور بنکوں کا حوالہ دیا جو غیر سودی بنیادوں پر کام کر رہے تھے۔

53. 17 اکتوبر 1992ء: شیخ الاسلام نے منہاج اِنسٹی ٹیوٹ آف کمپیوٹر سائنسز کا اِفتتاح کیا۔ یہ پاکستان کے مذہبی تعلیمی اِداروں میں اپنی نوعیت کا پہلا اِنسٹی ٹیوٹ تھا جو شیخ الاسلام کے دور رس وِژن کا عکاس تھا۔

54. 20 دسمبر 1992ء: شیخ الاسلام نے دبئی ٹی۔ وی کے لیے ماہِ رمضان المبارک کی مناسبت سے آدھ گھنٹہ دورانیے کے تیس لیکچرز ریکارڈ کروائے، جن کا موضوع *Reflections of Qur'an from Sura al-Fatiha* تھا۔

55. اپریل 1993ء: شیخ الاسلام نے جنوبی افریقہ کا پہلا دورہ کیا۔ 6 اپریل کو ڈربن یونی ورسٹی میں لیکچر کے روز آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا، لیکن بحمد اللہ حملہ آوروں کو ہدایت نصیب ہو گئی اور انہوں نے خود سازشی عناصر کا مقابلہ کیا۔ تقابلِ اَدیان کے ماہر اور نامور مسلمان مبلغ احمد دیدات بھی آپ کا لیکچر سننے کے لیے تشریف لائے تھے۔

56. 22 جولائی 1993ء: شیخ الاسلام کی خصوصی کاوشوں سے منہاج القرآن ڈنمارک میں مسلمان سُفراء کا اِجلاس منعقد کیا گیا۔ جس میں سابق صدر افغانستان صبغت اللہ مجددی نے بطور مہمانِ خصوصی شرکت کی۔

57. جنوری 1994ء: شیخ الاسلام کی خصوصی کاوشوں کی بدولت یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن آف پاکستان نے جامعہ اِسلامیہ منہاج القرآن کے تعلیمی و تربیتی معیار کا اِعتراف کرتے ہوئے الشهادة العالمية کی سند کو ایم۔ اے عربی و علومِ اِسلامیہ کے برابر قرار دے دیا۔

58. 16 اپریل 1994ء: ناخواندگی کے خاتمے اور فروغِ علم کے لیے پاکستان بھر میں عوامی تعلیمی مراکز قائم کیے جانے کا فیصلہ ہوا۔ نیز شیخ الاسلام نے منہاج ایجوکیشن سوسائٹی قائم کی جس کے زیر اہتمام ملک بھر میں تاحال 610 اسکول اور کالج قائم کیے جا چکے ہیں۔ شیخ الاسلام نے برسوں قبل اِس عزم کا اِظہار فرمایا تھا: سر سید نے ایک علی گڑھ دیا تھا، میں قوم کو 100 علی گڑھ دوں گا۔

59. 10 جون 1994ء: جنوبی افریقہ میں تحریک منہاج القرآن اور اَہلِ سنت و جماعت کے زیرِ اہتمام شیخ الاسلام کے اِعزاز میں ایک پُر وقار تقریب کا اِنعقاد کیا گیا، جس کے مہمانِ خصوصی وزیرِ اَعظم ساؤتھ افریقہ تھے۔ شیخ الاسلام اور وزیر اعظم کے مابین افریقی پرچم اور پاکستان عوامی تحریک کے

پرچم کا تبادلہ کیا گیا۔ افریقی اَخبارات اور میڈیا نے آپ کے دورے کو بھرپور کوریج دی اور اَخبارات نے اِستقبالیہ کی شہ سرخیاں لگائیں۔

60. 2–5 ستمبر 1994ء: پیرس میں خریدے گئے منہاج القرآن اِسلامک سنٹر کے اِفتتاح کے لیے شیخ الاسلام فرانس تشریف لے گئے۔ اِس دوران فرانسیسی زبان میں ترجمہ ہونے والی آپ کی تین کتب کی تقریبِ رُونمائی بھی منعقد ہوئی جس میں آپ نے خصوصی شرکت کی۔ نیز اسی دورہ میں 5 ستمبر کو دنیاے اِسلام کے عظیم اسکالر ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے منہاج القرآن فرانس کے مرکز میں شیخ الاسلام سے ملاقات کی۔

61. 6 اکتوبر 1994ء: شیخ الاسلام نے طلبہ و طالبات کی راہ نُمائی اور اُنہیں شعورِ مقصدیت دینے کے لیے مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ (MSM) کے قیام کا تاریخ ساز اِعلان کیا۔

62. 18 اکتوبر 1994ء: شیخ الاسلام جاپان کے پہلے گیارہ روزہ دورے پر تشریف لے گئے۔

63. 20 اکتوبر 1994ء: 130 سالہ معمر بزرگ مردِ قلندر سید رسول شاہ خاکیؒ، جو آپ کو 'شیخ الاسلام' پکارا کرتے تھے، کی وصیت کے مطابق شیخ الاسلام نے اُن کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

.64 11 مارچ 1995ء: شیخ الاسلام نے بغرضِ علاج اسکاٹ لینڈ میں قیام کے دوران جدید ترین تحقیق پر مبنی تخلیقی شاہکار *Qur'an on Creation and Evolution of the Universe* تالیف کیا۔ جس پر 12 مارچ کو عالمی شہرت یافتہ سائنس دان ڈاکٹر کیتھ ایل۔ مور (ٹورانٹو یونی ورسٹی) نے آپ کی کاوِش کو سراہتے ہوئے کہا کہ 'جو کام میں برسوں کی تحقیق کے بعد نہ کر سکا وہ آپ نے صرف 12 دن میں پایۂ تکمیل کو پہنچا کر ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے۔'

.65 31 مئی 1995ء: شیخ الاسلام اپنے پہلے دس روزہ دعوتی و تنظیمی دورے پر کینیڈا تشریف لے گئے۔

.66 30 اگست 1995ء: شیخ الاسلام 15 روزہ دورے پر اُردن اور عراق تشریف لے گئے۔ حکومتِ عراق نے آپ کو ساتویں مؤتمر الاسلامی الشعبی العالمی میں شرکت کے لیے خصوصی طور پر دعوت دی تھی۔

.67 فروری 1996ء: شیخ الاسلام نے رؤیتِ ہلال کے مسئلہ پر علمی دلائل سے بھرپور مبسوط تحقیق جاری کی، جس کا عنوان تھا: فَصْلُ الْمَقَال فِي رُؤيَةِ الْهِلَال۔ یہ اِسلامی ممالک کی جملہ رؤیتِ ہلال کمیٹیوں کے لیے جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں معتمد ترین راہ نُمائی تھی۔

.68 28 جولائی 1996ء: سالانہ عالمی میلاد کانفرنس لاہور میں منعقد ہوئی۔ شیخ الاسلام بغرضِ علاج فرانس میں قیام پذیر تھے۔ آپ نے بذریعہ ٹیلی فون محفلِ میلاد کے شرکاء سے خطاب کیا۔ اڑھائی گھنٹوں پر مشتمل یہ خطاب پاکستان سمیت یورپ اور امریکہ کے بیشتر ممالک میں بیک وقت سنا گیا۔ ان واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ خدمتِ اِسلام کے باب میں جدید ٹیکنالوجی کے اِستعمال کے لحاظ سے تحریک منہاج القرآن ہمیشہ پیش پیش رہتی ہے اور راہ نُما کی حیثیت سے دیگر معاصر تحریکوں پر فوقیت رکھتی ہے۔

.69 6-10 مئی 1997ء: شیخ الاسلام ہندوستان کے پہلے دعوتی اور تنظیمی دورہ پر تشریف لے گئے۔ بعد ازاں 9 مئی کو شیخ الاسلام کا حیدر آباد دکن میں تاریخی استقبال ہوا۔ 10 مئی کو تحریک منہاج القرآن حیدر آباد دکن کا باقاعدہ قیام عمل میں آیا۔ آپ نے حیدر آباد دکن کی مشہور جلسہ گاہ خلوت میدان میں لاکھوں کے اِجتماع سے خطاب کیا۔ آپ کے اس دورہ کے میزبان انڈیا کے معروف مسلمان لیڈر اور ممبر پارلیمنٹ صلاح الدین اویسی تھے۔

.70 6 فروری 1998ء: شیخ الاسلام 'المؤتمر العالمی الاسلامی الشعبی' کی سالانہ اسلامی کانفرنس میں شرکت کے لیے 4 رکنی وفد کے ہمراہ عراق پہنچے۔ تنظیم کی مجلسِ عاملہ نے آئندہ دورانیہ کے لیے آپ کو صدارت کا منصب پیش کیا۔

71. 18 مارچ 1998ء: 'پاکستان عوامی اِتحاد' قائم ہوا، جس میں PPP سمیت اکثر سیاسی جماعتوں نے شیخ الاسلام کی قیادت پر اِعتماد کا اظہار کیا اور آپ کو اس اتحاد کا صدر منتخب کیا۔ پاکستان عوامی اِتحاد کا اعلامیہ پیش ہوا جسے 'اسلامک سوشل آرڈر' کا نام دیا گیا۔ اس اِتحاد میں پاکستان پیپلز پارٹی سمیت کل 19 جماعتیں شامل تھیں اور بے نظیر بھٹو، نوابزادہ نصر اللہ، جنرل (ر) اسلم بیگ، حامد ناصر چٹھہ اور دیگر اَہم سیاسی قائدین شامل تھے۔

72. 15 اکتوبر 1998ء: جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن سے فارغ التحصیل طلبہ کے نمائندہ فورم 'منہاجینز' کا قیام عمل میں آیا اور شیخ الاسلام کی زیر صدارت اِس کا پہلا اجلاس منعقد ہوا۔

73. 2–7 فروری 2001ء: شیخ الاسلام نے بلدیاتی اِنتخاب کے سلسلہ میں ملک گیر دورے کیے۔ ان اِجتماعات سے خطابات فرمائے۔ ان اِجتماعات میں سیکڑوں سیاسی و سماجی شخصیات نے آپ کے اِصلاحاتی ایجنڈے کی حمایت کرتے ہوئے پاکستان عوامی تحریک میں شمولیت کی۔

74. 13 مئی 2001ء: شیخ الاسلام نے امریکہ میں منعقدہ ایک سیمینار میں 'جنوبی ایشیا میں قیامِ اَمن اور پاکستان کا کردار' کے موضوع پر خصوصی خطاب کیا۔

75. 17 مئی 2001ء: ٹورانٹو کینیڈا میں 'پاکستان میں جمہوریت کیوں دیرپا نہیں ہوتی؟' کے عنوان سے منعقدہ ایک بڑے سیمینار سے خطاب کیا۔

76. 15 مارچ 2002ء: تحریک منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ پر 9 نومبر 1998ء کو مسلم کرسچن ڈائیلاگ فورم (MCDF) کا قیام عمل میں لایا گیا تھا، تاکہ مختلف مذاہب کے پیروکاروں کو ایک دوسرے کے قریب لا کر بین المذاہب رواداری کو فروغ دیا جاسکے۔ اسی تسلسل میں 15 مارچ 2002ء کو مسلم کرسچن ڈائیلاگ فورم کے تحت 40 افراد کا ایک وفد شیخ الاسلام سے ملنے کے لیے مرکزی سیکرٹریٹ آیا۔ اس موقع پر مسیحی وفد کے لئے جامع مسجد منہاج القرآن کے دروازے کھول دیے گئے اور سنت نبوی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے انہیں مسجد میں اپنے طریقے سے عبادت کرنے کی اجازت دی گئی۔ بعد ازاں اس فورم کو بین المذاہب تعلقات کا درجہ دے دیا گیا۔

77. ستمبر 2002ء: پاکستان عوامی تحریک نے ملک پاکستان کو صاف و شفاف اور کردار کی حامل اَہل قیادت دینے کے لیے اِنتخابات میں بھرپور حصہ لیا۔ پاکستان کے بیشتر حلقہ ہائے اِنتخاب میں امیدوار نامزد کیے، جن کی اَہلیت کا واحد معیار اُن کا کردار اور جذبۂ حب الوطنی تھا۔ شیخ الاسلام نے ملک بھر کا طوفانی دورہ کیا۔ یہ بھی ایک ریکارڈ ہے کہ آپ نے ایک دن میں 20 مختلف اِجتماعات سے خطابات کیے اور ایک ہی روز میں مختلف مقامات پر 40 پارٹی دفاتر کا اِفتتاح کیا۔ آپ نے عوامی تحریک

کا فلاحی و معاشی فکر پر مبنی منشور پیش کیا اور عامۃ الناس کے حقوق کا شعور بیدار کیا۔ نیز اُنہیں پاکستان میں رائج فرسودہ نظام کو بدلنے کا شعور بھی دیا۔

78. 15 مئی 2003ء: شیخ الاسلام کی اِنسدادِ دہشت گردی اور قیامِ اَمن کے لیے علمی و فکری اور عملی کاوشوں کا اِعتراف برطانوی دار العوام (House of Commons) کی ڈیفنس کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں کیا۔ یہ رپورٹ برطانوی دارالعوام کی کارروائی کا حصہ ہے۔

79. 6 اگست 2003ء: منہاج القرآن اِنٹرنیشنل لندن سیکرٹریٹ میں سابق وزیر اعظم مرحومہ بے نظیر بھٹو نے شیخ الاسلام سے ملاقات کی اور تحریک منہاج القرآن کی ہمہ جہت دینی خدمات سے متاثر ہو کر تحریک منہاج القرآن کی تاحیات رفاقت اِختیار کی۔

80. 16-22 مارچ 2004ء: شیخ الاسلام 7 روزہ تبلیغی اور تنظیمی دورہ کے سلسلہ میں بنگلہ دیش روانہ ہوئے اور 20 مارچ 2004ء کو سلہٹ میں تاریخی 'شانِ رسالت ﷺ کانفرنس' سے خصوصی خطاب فرمایا۔ اس کانفرنس میں سید یوسف ہاشم الرفاعی کے علاوہ بنگلہ دیش اور انڈیا سے جلیل القدر علماء کرام نے شرکت کی۔ اس دوران تحریک منہاج القرآن بنگلہ دیش کا قیام بھی عمل میں آیا۔

81. 29 ستمبر 2004ء: انڈیا میں حیدر آباد دکن، اجمیر شریف اور دہلی کے 13 روزہ دورہ پر روانہ ہوئے۔ اس دورہ کے دوران آپ نے حیدر آباد دکن میں مختلف مقامات پر لاکھوں کے اجتماعات سے خطابات فرمائے۔ اِسلامیانِ ہند کی آپ سے عقیدت و محبت دیدنی تھی۔

82. 15 اکتوبر 2004ء: صدر مشرف کے دو عہدے رکھنے کے بل کی منظوری سے اِختلاف کرتے ہوئے قومی اسمبلی کے اِجلاس کے دوران بھرپور انداز میں اپنا مؤقف پیش کیا اور اسمبلی کی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا، جسے محبِ وطن طبقات اور دانش وروں میں بے حد پذیرائی حاصل ہوئی۔

83. دسمبر 2005ء: شیخ الاسلام نے مرکزی سیکرٹریٹ پر قائم ہونے والے گوشۂ درود و فکر کے اَوّلین گوشہ نشینوں سے ملاقات فرمائی۔

84. فروری 2006ء: توہین آمیز خاکوں کی اِشاعت کی مذمت میں شیخ الاسلام کی ہدایت پر دنیا بھر میں تحریک منہاج القرآن کی تنظیمات نے پُر اَمن اِحتجاج ریکارڈ کروایا۔ اسلامی ممالک کی تنظیم (OIC)، اقوام متحدہ (UN) کے دفاتر، اور مختلف ممالک کے سفارت خانوں میں یادداشتیں پیش کی گئیں۔

85. 13 اپریل 2006ء: ایوانِ اِقبال لاہور میں ترجمہ عرفان القرآن کی تقریب رُونمائی منعقد ہوئی، جس میں بلادِ شام سے تشریف لائے ہوئے معزز شیوخ محترم الشیخ الدکتور محمود ابو الہدی

الحسینی، الشیخ اسعد محمد سعید الصاغرجی، الشیخ الدکتور شہاب الدین احمد الفرفور اور پاکستان سے جید علماء و مشائخ نے شرکت کی۔

86. 9 اپریل 2009ء: شیخ الاسلام نے لاہور میں منعقدہ قومی امن کانفرنس سے نہایت فکری گفت گو فرمائی۔ اس موقع پر قومی امن کونسل تشکیل دی گئی جس کا چیئرمین شیخ الاسلام کو بنایا گیا، جبکہ ملک پاکستان کی تمام اہم سیاسی جماعتوں، فلاحی تنظیمات اور بار کونسلز کے نمائندگان کو اس کا ممبر بنایا گیا۔

87. 27 جنوری 2011ء: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے ورلڈ اِکنامک فورم ڈیوس کے سالانہ اِجلاس میں شرکت کی اور 'عالمی رُجحانات اور چیلنجز میں مذہب کا کردار' کے موضوع پر مدلّل گفت گو کی۔ جان چپ مین (John Chipman) ڈائریکٹر جنرل اِنٹر نیشنل اِنسٹی ٹیوٹ فار اسٹریٹجک اسٹڈیز (IISS) نے شیخ الاسلام کے دہشت گردی کے خلاف تاریخی فتویٰ کا تعارف اور عالمی سطح پر اس کے اثرات کو بیان کیا۔

88. 9 اپریل 2011ء: تحریک منہاج القرآن کے زیرِ اہتمام 'بیداریِ شعور ورکرز کنونشن' منعقد ہوا۔ شیخ الاسلام نے ولولہ انگیز خطاب فرمایا۔ آپ نے کارکنوں کو پاکستان میں رائج فرسودہ نظامِ اِنتخاب کی خامیوں سے آگاہ کیا اور نظام کی تبدیلی کے لیے ملک بھر میں عامۃ الناس میں شعور و آگاہی کی پُرامن منظم مہم چلانے کی ہدایات فرمائیں۔

89. 12-14 اپریل 2011ء: US اِسلامک ورلڈ فورم اور OIC کے مشترکہ اِجلاس منعقدہ واشنگٹن ڈی۔ سی میں شیخ الاسلام نے خصوصی شرکت فرمائی۔ آپ نے عالمی راہ نماؤں کو دہشت گردی کے اَسباب، تدارک اور اِس بابت اِسلام کی پُرامن تعلیمات کے حوالے سے جامع و مانع بریفنگ دی۔

90. جولائی/اگست 2011ء: شیخ الاسلام نے آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کا دورہ کیا۔ 11 جولائی 2011ء کو شیخ الاسلام نے 'دہشت گردی اور اِنتہا پسندی کے اسباب اور تدارک' کے موضوع پر آسٹریلیا میں نیو ساؤتھ ویلز پارلیمنٹ سے خطاب کیا۔ آپ کو خطاب کے لیے آسٹریلوی ممبر پارلیمنٹ شوکت موسلمانی نے دعوت دی تھی۔ آسٹریلوی حکومت کے وُزراء، سیاست دانوں اور اہم مذہبی اور سماجی شخصیات نے آپ کا لیکچر سنا۔۔۔ اس دورہ کے دوران دار الفتویٰ آسٹریلیا کے عرب علماء و مشائخ نے شیخ الاسلام کے اِعزاز میں عشائیہ دیا اور آپ کی علمی، دینی اور فکری خدمات سے آگاہی حاصل کی اور آپ کی خدمات کو سراہا۔۔۔ اس موقع پر مفتی اعظم آسٹریلیا شیخ تاج الدین ہلالی کی دعوت پر علماء و مشائخ کانفرنس میں خصوصی شرکت کی اور خطاب فرمایا۔۔۔ 16 جولائی 2011ء کو منہاج القرآن انٹرنیشنل آسٹریلیا کے زیرِ اہتمام 'امن کانفرنس' سڈنی میں منعقد ہوئی۔ شیخ الاسلام نے 'امن اور باہمی

یک جہتی‘ کے موضوع پر انگلش میں خطاب فرمایا۔ پروگرام میں مختلف مذاہب کے ہزارہا لوگوں نے شرکت کی۔ خطاب کے بعد تمام شرکا نے کھڑے ہو کر آپ کو شاندار و باوقار خراجِ تحسین پیش کیا۔

.91　20 جولائی 2011ء کو سابق آسٹریلوی وزیرِ اعظم باب ہاک نے شیخ الاسلام سے ملاقات کی اور دہشت گردی اور خودکش حملوں کے خلاف فتویٰ پر تبادلہ خیال کیا۔

.92　24 ستمبر 2011ء: منہاج القرآن اِنٹرنیشنل برطانیہ کے زیرِاِنتظام ویمبلے ارینا لندن میں ’امن برائے اِنسانیت‘ کے عنوان سے عالمی کانفرنس کا اِنعقاد کیا گیا، جس میں شمالی امریکہ، جنوبی افریقہ، یورپ اور دنیا کے تمام خطوں سے مسلم، عیسائی، یہودی، ہندومت، بدھ مت، سکھ مت اور دیگر مذاہب کے اسکالرز، مؤثر شخصیات اور پیروکاروں نے شرکت کی۔ کانفرنس کے اِختتام پر 6 مذاہب کے شریک راہ نُماؤں نے دنیا میں امن کے قیام اور دہشت گردی واِنتہاء پسندی کے خلاف 24 نکاتی قراداد منظور کی جسے لندن ڈیکلیریشن کا نام دیا گیا۔

.93　30 نومبر تا 2 دسمبر 2011ء: ترکی میں اِستنبول امن کانفرنس میں شیخ الاسلام نے خصوصی شرکت کی اور خطاب فرمایا۔ کانفرنس کا اِہتمام واشنگٹن ڈی سی کی جارج میسن یونی ورسٹی کے Center for World Religions Diplomacy & Conflict Resolution اور استنبول کی Institute of Middle East Studies, Marmara University نے مشترکہ طور پر کیا تھا۔ کانفرنس کا موضوع ’افغانستان کا پُرامن مستقبل‘ تھا۔ کانفرنس کے مہمانانِ گرامی میں او آئی سی کے سیکرٹری جنرل اکمل الدین احسان اوگلو، جامعۃ الازہر مصر کے وائس چانسلر ڈاکٹر اُسامہ العبد، مفتی آف بوسنیا شیخ ڈاکٹر مصطفٰی کرک، شیخ ہشام کبانی، افغان اسکالرز، شیوخ اور مختلف ممالک کے تھنک ٹینکس شامل تھے۔

.94　22 فروری 2012ء: ’دہشت گردی اور فتنہ خوارج‘ فتویٰ کی تقریب رونمائی دہلی میں منعقد ہوئی۔ شیخ الاسلام نے خصوصی خطاب فرمایا اور میڈیا کے نمائندگان سے گفت گو کی۔ اس تقریب میں انڈیا کی اہم سیاسی وسماجی شخصیات نے خصوصی شرکت کی۔

.95　فروری—مارچ 2012ء: شیخ الاسلام نے اپنے دورۂ انڈیا کے دوران مختلف مقامات (دہلی، ممبئی، گجرات، بنگلور، حیدر آباد دکن، اجمیر شریف) پر عظیم الشان اجتماعات سے خطابات کیے۔ جن میں لاکھوں مسلمانانِ ہند نے شرکت کی۔ انڈین میڈیا رپورٹس کے مطابق صرف بنگلور میں 20 لاکھ لوگوں نے اجتماع میں شرکت کی جب کہ حیدر آباد دکن میں ہونے والے آپ کے خطاب کو 10 کروڑ

لوگوں نے ٹی وی چینلز کے ذریعے سنا تھا۔ شیخ الاسلام نے انڈیا میں کئی امن کانفرنسز میں بھی شرکت کی اور دہشت گردی اور فتنہ خوارج پر ان کے مشہورِ زمانہ فتویٰ کی تقریبِ رُونمائی بھی منعقد کی گئی۔

96. 20 مارچ 2012ء: شیخ الاسلام کے دورۂ انڈیا کے اِختتام پر ڈپٹی چیئر مین راجیہ سبھا کے رحمٰن خان نے تاریخی دورۂ بھارت کی کامیابی اور آپ کی خدمات کے اِعتراف میں اپنی رہائش گاہ پر عشائیہ کا اہتمام کیا۔ اس تقریب میں کانگریس کی صدر سونیا گاندھی کے سیاسی مشیر احمد پٹیل، کانگریسی لیڈر موتی لال ووہرا، مرکزی وزیر فاروق عبداللہ، پاکستان کے ہائی کمشنر شاہد ملک، دوردرشن کے ڈائریکٹر جنرل ایس ایم خان، مولانا محمود مدنی (ایم پی)، اظہر الدین (ایم پی)، شفیق الرحمن برق (ایم پی) اور دیگر اہم سیاسی و سماجی شخصیات نے شرکت کی۔ شیخ الاسلام نے اپنے اس دورۂ بھارت کے دوران مختلف ٹی۔وی چینلز، اخبارات اور جرائد کو خصوصی انٹرویوز دیے اور پریس کانفرنسوں سے بھی خطاب کیا۔

97. 14 اپریل 2012ء: منہاج القرآن انٹرنیشنل امریکہ کے ذیلی ڈیپارٹمنٹ 'پیس اینڈ انٹیگریشن کونسل آف نارتھ امریکہ (PICNA)' اور یونیورسٹی آف ساؤتھ کیرولینا کے ریلیجیس ڈپارٹمنٹ کے زیر اہتمام 'اِسلام اور اَمن' کے عنوان سے عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں شیخ الاسلام نے خصوصی شرکت اور خطاب کیا۔ اس کانفرنس کے انعقاد میں 'انٹرنیشنل ایسوسی ایشن آف ریلیجیس فریڈم (IARF)'، 'انٹرفیتھ پارٹنرز آف ساؤتھ کیرولینا (IPSC)'، 'اسلامک سٹڈیز اینڈ ریسرچ ایسوسی ایشن (ISRA)'، 'ساؤتھ کیرولینا یونی ورسٹی اسکول آف لاء' اور 'واکر انسٹی ٹیوٹ آف انٹرنیشنل اینڈ ایریا اسٹڈیز' نے خصوصی تعاون اور اہم کردار ادا کیا۔

98. 15 اپریل 2012ء: منہاج القرآن انٹرنیشنل امریکہ کے ذیلی شعبہ 'پیس اینڈ اِنٹیگریشن کونسل آف نارتھ امریکہ (PICNA)' کے زیر اہتمام دوسری عظیم الشان کانفرنس بعنوان 'مقامِ مصطفی ﷺ' ساؤتھ کیرولینا میں منعقد ہوئی۔ جس میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے خصوصی خطاب کیا۔

99. 3 جون 2012ء: شمالی امریکہ کے مسلمانوں کی ایسوسی ایشن (AMNA) اور 'منہاج القرآن انٹرنیشنل امریکہ' کے زیرِ اِہتمام عظیم الشان اَمن برائے اِنسانیت اور میلاد النبی ﷺ کانفرنس ناساؤ کولیزیم نیو یارک میں منعقد ہوئی۔ شیخ الاسلام نے خصوصی

خطاب فرمایا۔ اس پروگرام میں امریکہ بھر سے 22 ہزار سے زائد شرکاء نے حاضری دی۔ یہ اَمر قابلِ ذکر ہے کہ یہ امریکی تاریخ کی سب سے بڑی میلاد کانفرنس تھی۔

100. 23 دسمبر 2012ء: 'سیاست نہیں —ریاست بچاؤ' کے بامقصد اور حقیقت پر مبنی نعرہ کے ساتھ شیخ الاسلام کی پاکستان واپسی ہوئی۔ لاہور کے تاریخی مقام مینار پاکستان کے سبزہ زار میں آپ کا والہانہ اور تاریخی استقبال کیا گیا۔ پاکستان کی پوری تاریخ میں چشمِ فلک نے مینارِ پاکستان کے سائے تلے اِتنا عظیم الشان اِجتماع نہیں دیکھا۔ لاکھوں اَہلیانِ پاکستان کے اس اجتماع سے آپ نے خطاب کرتے ہوئے آئین پاکستان کی پہلی 38 شقوں کی روشنی میں عوام کو حاصل حقوق بیان کیے اور ثابت کیا کہ اب تک ان حقوق میں سے ایک حق سے بھی کماحقہ عوامِ پاکستان کو مستفید ہونے کا موقع نہیں دیا گیا۔ اس موقع پر آپ نے اپنے مطالبات منظور نہ ہونے کی صورت میں اسلام آباد کی طرف اِحتجاجی لانگ مارچ کی کال بھی دی۔

101. 13-17 جنوری 2013ء: نظامِ انتخاب میں اِصلاحات اور 23 دسمبر کے جلسۂ عام میں کیے گئے مطالبات کی منظوری کے لیے اسلام آباد کی طرف عوامی مارچ اور تاریخی دھرنا۔ اس دھرنا کے دوران شیخ الاسلام نے سیاسی واِنتخابی اِصلاحات پر مبنی فکر انگیز خطابات کیے، جن میں آپ نے آئین پاکستان کے حوالہ سے عوامِ پاکستان کو اُن کے حقوق کا شعور دیا، پاکستان کے نظامِ انتخاب اور نظامِ حکومت میں پائی جانے والی خامیوں کی نشان دہی کی۔ الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے آپ کا دیا گیا یہ شعور کروڑوں پاکستانی عوام تک پہنچا۔

102. 15 فروری 2013ء: اِسلام آباد لانگ مارچ کے بعد شیخ الاسلام نے کرپٹ نظامِ حکمرانی کو مزید طشت اَز بام کرنے اور عوامی شعور کی بیداری کے لیے پاکستان کے مختلف شہروں میں عوامی اِنقلاب مارچ کے اِنعقاد کا فیصلہ کیا۔ اِس سلسلہ کا پہلا عوامی اجتماع گوجرانوالہ میں منعقد ہوا۔ جہاں شیخ الاسلام نے ہزاروں مرد و زَن کے عوامی اِجتماع سے خطاب کیا۔

103. 4 مئی 2013ء: منہاج القرآن انٹرنیشنل برطانیہ کے زیر اہتمام برمنگھم کے The New Bingley Hall میں 'پاکستان اور حقیقی جمہوریت کانفرنس' منعقد ہوئی۔ جس میں یورپ بھر سے سیاسی و سماجی شخصیات، اسکالرز، پروفیسرز، تاجر، طلباء، صحافی، ڈاکٹرز اور علماء و مشائخ سمیت ہزاروں افراد نے شرکت کی۔

104. 11 مئی 2013ء: پاکستان عوامی تحریک کے زیرِ اِہتمام پولنگ ڈے پر ملک بھر میں 300 شہروں میں نظام اِنتخاب کو مسترد کرنے کے لیے پُراَمن دھرنوں کا اِنعقاد

کیا گیا۔ان دھرنوں میں لاکھوں مرد و زَن کی شرکت کرپٹ نظام کے خلاف عدمِ اِعتماد کا واضح اِعلان تھا۔یہ عدمِ اعتماد شیخ الاسلام کے اُصولی موقف کی تائید تھی۔ شیخ الاسلام نے ان دھرنوں سے ویڈیو لنک کے ذریعے خطاب کیا۔ آپ نے دھن، دھونس اور دھاندلی پر مبنی منعقدہ اِنتخابات کے نتیجے میں کسی قسم کی تبدیلی نہ آنے کی پیش گوئی کی۔اسی شب اِنتخابات کے نتائج نے اس ضمن میں آپ کی تمام پیش گوئیاں حرف بہ حرف سچ ثابت کردیں۔

105. 17 جون 2014ء (سانحہ ماڈل ٹاؤن): شیخ الاسلام کی وطن واپسی اور ظلم واِستحصال پر مبنی نظام کے لیے اِنقلاب مارچ کے اعلان کے بعد حکومتی گماشتے بوکھلاہٹ کا شکار ہو گئے۔اسی بوکھلاہٹ کے نتیجے میں لاہور ہائی کورٹ کے حکم پر قانونی طور پر لگائے گئے بیریرز کو ہٹانے کا بہانہ بنا کر خاندانِ شریفیہ کی ساختہ وپرداختہ پنجاب پولیس نے منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ اور شیخ الاسلام کی رہائش گاہ پر اچانک شب خون مارا۔ شریف خاندان کے حکم پر پولیس اوران کے پالتو سیاسی غنڈوں نے عوامی تحریک کے پُرامن، نہتے اور معصوم کارکنان پر بہیمانہ تشدد کیااور سیدھی گولیاں ماریں، جس کے نتیجہ میں خواتین اور بچوں سمیت 14 کارکنان شہید اور 100 سے زائد زخمی ہوئے۔

106. 23 جون 2014ء: شیخ الاسلام کی پاکستان واپسی ہوئی۔ آپ کی واپسی کے موقع پر حکومتی کارندوں نے ایک بار پھر ظلم و بربریت اور ریاستی دہشت گردی کا بازار گرم کیا۔ شیخ الاسلام کے اِستقبال کے لیے اسلام آباد آنے والے لاکھوں خواتین و حضرات پر وحشیانہ تشدد، سفاکانہ لاٹھی چارج اور آنسو گیس کے شیلز کی بارش کر دی گئی۔ اس کے باوجود کارکنوں کے اسلام آباد میں اِجتماع سے خائف ہو کر حکومت نے آپ کے طیارے کو اسلام آباد میں اُترنے نہ دیا اور اُس کا رخ لاہور کی طرف موڑ دیا۔ شیخ الاسلام نے لاہور پہنچنے پر سب سے پہلے جناح ہسپتال میں سانحہ ماڈل ٹاؤن کے زخمیوں کی عیادت کی۔ نیز شہداء کی خاندانوں کی کفالت اور زخمیوں کے علاج معالجہ کے مکمل اخراجات اٹھانے کا اعلان کیا۔

107. 29 جون 2014ء: سانحہ ماڈل ٹاؤن میں ظلم وبربریت کے خلاف مرکزی سیکرٹریٹ پاکستان عوامی تحریک پر آل پارٹیز کانفرنس منعقد ہوئی، جس کی صدارت شیخ الاسلام نے کی۔ اس کانفرنس میں حکومت اوراُس کی حلیف نمائندہ جماعتوں کے علاوہ پاکستان بھر کی 40 سے زائد سیاسی، مذہبی، سماجی اور علاقائی جماعتوں، علماء ومشائخ، وکلاء ہر طبقہ کی نمائندہ تنظیموں، یونینز، سول سوسائٹی، اور NGOs کے نمائندگان نے خصوصی شرکت کی۔ شرکا نے سانحہ ماڈل ٹاؤن کی شفاف تحقیقات اور ذمہ داران کی فوری گرفتاری کا مطالبہ کیا۔

108. 10 اگست 2014ء: پاکستان عوامی تحریک کے مرکزی سیکرٹریٹ پر سانحہ ماڈل ٹاؤن کے شہداء کے چہلم کی تقریب منعقد ہوئی۔ حکمرانوں نے چہلم میں شرکت کے لیے آنے والے کارکنوں پر ایک بار پھر ظلم و بربریت کے پہاڑ توڑ دیے۔ جگہ جگہ کنٹینرز لگا کر راستے بند کر دیے گئے۔ حکمرانوں کی بوکھلاہٹ اپنے عروج پر تھی۔ ایک بار پھر پاکستان کی شاہراہوں پر خون کی ہولی کھیلی گئی۔ پاکستان عوامی تحریک کے 7 کارکن شہید، 25 ہزار کارکنان گرفتار، جب کہ 2 ہزار سے زائد زخمی ہوئے۔ حکومتی جبر کے باوجود ہزارہا کارکن منہاج القرآن پارک میں منعقدہ اس تقریب میں پہنچے۔ اتحادی جماعتوں کے نمائندگان نے بھی اس پروگرام میں شرکت کی۔ شیخ الاسلام نے اپنے خطاب میں 14 اگست کو اسلام آباد کی طرف لانگ مارچ کا اِعلان کیا۔

109. 14 اگست تا 11 اکتوبر 2014ء: لاہور سے اِنقلاب مارچ کا قافلہ عزم و ہمت اور جواں جذبوں کے ساتھ شیخ الاسلام کی قیادت میں اسلام آباد کی طرف روانہ ہوا۔ ہر طرح کی حکومتی رکاوٹوں، اوچھے ہتھکنڈوں، دھمکیوں، قتل و غارت گری اور بربریت کے باوجود لاکھوں مرد و زَن کا یہ قافلۂ انقلاب شہرِ اِقتدار پر قابض فرعون صفت حکمرانوں کے جبر و تشدد اور سفاکیت کے خلاف اِحتجاج کے لیے 16 اگست کی صبح اسلام آباد پہنچا اور 11 اکتوبر 2014ء تک جاری رہا۔ مطالبہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے شہداء کے لیے اِنصاف اور ظلم و بربریت پر مبنی اِستحصالی و کرپٹ نظامِ حکومت کا خاتمہ تھا۔ شیخ الاسلام نے اپنے خطابات میں یہ واضح کیا کہ ملکی مسائل کا حل موجودہ رائج نظام میں ممکن نہیں۔ اِس کا واحد حل سبز اِنقلاب ہے۔ اس 72 دن کے دھرنے میں بھی حکومتی و ریاستی ظلم و جبر جاری رہا۔ اس دوران شیخ الاسلام نے عوامِ پاکستان کو اُن کے حقوق کا آئینی شعور دینے کا سلسلہ اپنے خطابات کی صورت میں جاری رکھا۔ اس دھرنے کے دوران کارکنان نے اپنے قائد کی ولولہ انگیز اور دلیرانہ قیادت میں حکومتی ظلم و ستم کے آگے سر جھکانے سے انکار کر دیا۔ موسم کی سختیاں، بھوک اور پیاس کی شدت اور حکومت کا ظلم و ستم اُن کے پائے اِستقلال میں لغزش پیدا نہ کر سکا۔ اس دوران عید الاضحیٰ کی خوشیاں بھی ان کارکنوں نے پاکستان کے 18 کروڑ عوام کی خوشیوں پر نچھاور کر دیں۔ شیخ الاسلام نے اپنے خطابات کے ذریعے عوامی شعور کی بیداری کا سلسلہ جاری رکھا۔ بعد ازاں آپ نے عوامی تحریک اور اتحادی جماعتوں کے قائدین کی مشاورت سے حکمتِ عملی تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس فیصلہ کی روشنی میں اسلام آباد میں دھرنا کے ساتھ ساتھ ملک کے اہم شہروں میں جلسے کرنے کا بھی اعلان کیا گیا۔

110. 23 جون 2015ء: لندن میں شیخ الاسلام کے مرتب کردہ 'فروغِ اَمن اور اِنسدادِ دہشت گردی کا اِسلامی نصاب' کی تقریب رُونمائی منعقد ہوئی۔ اس میں سیاسی و سماجی تنظیموں کے راہ

نُماؤں، قانون نافذ کرنے والے اداروں، پالیسی ساز اداروں، تعلیمی اداروں کے نمائندگان اور انٹر فیتھ ریلیشنز کے راہ نُماؤں نے شرکت کی۔

111. 20 مارچ 2016ء: شیخ الاسلام آل انڈیا علماء و مشائخ بورڈ کی دعوت پر 'عالمی صوفی کانفرنس' میں شرکت کے لیے انڈیا تشریف لے گئے، جہاں آپ نے نئی دہلی میں عالمی صوفی کانفرنس سے خصوصی خطاب کیا۔

112. 20 اگست تا 3 ستمبر 2016ء: سانحہ ماڈل ٹاؤن کے قاتلوں سے قصاص لینے، سالمیت پاکستان کو یقینی بنانے اور پاکستان کو معاشی و عسکری دہشت گردوں سے نجات دلانے کے لیے 'قصاص اور سالمیتِ پاکستان تحریک' کے عنوان سے اپوزیشن جماعتوں کے اجتماعی مظاہروں کا اِنعقاد کیا گیا۔ اِس سلسلے میں 175 شہروں میں مرحلہ وار اِحتجاجی مظاہرے اور دھرنے دیے گئے۔ جن سے شیخ الاسلام اور اپوزیشن جماعتوں کے راہ نُماؤں نے خطابات کیے۔ جب کہ ان اجتماعات میں عوام الناس نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ ان اجتماعات کی کامیابی میں پاکستان عوامی تحریک کے کارکنوں نے کلیدی کردار ادا کیا۔

113. 30 جون 2017ء: سانحہ ماڈل ٹاؤن کے شہداء کی یاد میں مرکز منہاج القرآن پر یادگارِ شہداءِ انقلاب مارچ تعمیر کی گئی۔ شیخ الاسلام نے سیاسی جماعتوں کے راہ نُماؤں کے ہمراہ پھولوں کی چادر چڑھائی اور فاتحہ خوانی کی۔

114. 30 جون 2017ء: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اپنے دستِ مبارک سے فریدِ ملت رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ (FMRi) کی نَو تعمیر شدہ لائبریری کا افتتاح کیا۔ یاد رہے کہ قبل ازیں 6 مئی 2016ء کو ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے FMRi کے نئے تعمیر شدہ ریسرچ ایریا کا اِفتتاح کیا تھا۔ شیخ الاسلام نے FMRi کی گونا گوں اور بوقلموں خدمات کو سراہتے ہوئے فرمایا کہ 'اِسلام کے تصورِ اِعتدال و توازن، تحمل و برداشت، بین الانسانی اَمن و محبت، بین المسالک ہم آہنگی و بین المذاہب رواداری، نوجوان نسل کی فکری و نظریاتی راہ نُمائی اور علمی و فکری، اعتقادی و روحانی اور تخلیقی و تحقیقی شعبوں میں جتنے متفرق و متنوع موضوعات پر کام ہورہا ہے، اس سارے کام میں کلیدی کردار تحریک منہاج القران کے مرکز میں سرگرمِ عمل اور مصروفِ سعی و جہد FMRi کا ہے۔اِن نظریات و تعلیمات کے فروغ میں اِس مرکزِ تحقیق کی خدمات جلیلہ کا اَلفاظ میں بیان مشکل ہے۔مشک آں است کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔

115. 26–28 اگست 2017ء: منہاج القرآن انٹرنیشنل کے زیر اہتمام کیلیے یونی ورسٹی UK میں الہدایہ کیمپ کا اِنعقاد کیا گیا۔ جس میں 500 سے زائد برطانوی مسلم نوجوانوں نے شرکت کی۔

116. 3 دسمبر 2018ء: ایوانِ اقبال لاہور میں پانچ ہزار موضوعات پر مشتمل عظیم 'قرآنی انسائیکلوپیڈیا' کی تقریب رُونمائی منعقد ہوئی۔ شیخ الاسلام نے اپنے خصوصی خطاب میں اس نادر تحقیق کے منفرد گوشے اُجاگر کیے۔

117. 4 اگست 2019ء: قرآنی انسائیکلوپیڈیا کے انگریزی ورژن کی مانچسٹر میں تقریبِ رُونمائی منعقد ہوئی۔ جس میں شیخ الاسلام نے خصوصی خطاب فرمایا۔ اس تقریبِ رونمائی میں برطانیہ، یورپ اور نارتھ امریکہ سے 2,000 سے زائد مرد و زن شریک ہوئے، جب کہ تین سو علماء و مشائخ نے خصوصی شرکت کی۔

118. 14 ستمبر 2019ء: شیخ الاسلام نے اپنی علمی و تحقیقی سرگرمیوں اور صحت کے مسائل کے باعث عملی سیاست سے ریٹائرمنٹ کا اِعلان کر دیا۔ آپ نے اپنے اختیارات پاکستان عوامی تحریک کی کور کمیٹی کو منتقل کر دیے۔ اپنی زندگی میں ہی سیاست سے ریٹائر ہو کر آپ نے پاکستانی سیاست میں ایک نئی روایت قائم کی۔

یہ طویل سفر اس بات کی دلیل ہے کہ جب نیت میں اخلاص اور ارادوں میں پیغمبرانہ عزم شامل ہو تو وسائل کی کمی کبھی آڑے نہیں آتی۔ شیخ الاسلام نے تنِ تنہا جس مشن کا آغاز کیا، آج وہ جامعات، ہسپتالوں، ویلفیئر مراکز اور لاکھوں تربیت یافتہ کارکنوں کی صورت میں ایک تناور درخت بن چکا ہے۔ 2019ء میں عملی سیاست سے ریٹائرمنٹ کے اعلان نے ثابت کیا کہ آپ کا مطمحِ نظر اقتدار کی کرسی نہیں بلکہ عوامی شعور کی بیداری تھی۔ قرآنی انسائیکلوپیڈیا جیسی علمی خدمات ہوں یا دہشت گردی کے خلاف عالمی سطح پر دیا گیا فتویٰ، آپ نے اسلام کو جدید دور کے چیلنجز کے مطابق پیش کرنے کا وہ حق ادا کیا ہے جو صدیوں یاد رکھا جائے گا۔

75ویں سال گرہ کے اس پر مسرت موقع پر ہم دعا گو ہیں کہ باری تعالیٰ مجددِ رواں صدی، عالمی سفیرِ امن کا سایہ امتِ مسلمہ پر تا دیر سلامت رکھے اور ہمیں ان کے فکری و علمی ورثے کی حفاظت کرنے اور اسے آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ سفرِ عشق ابھی جاری ہے، اور منزلِ اِنقلاب اب دور نہیں۔

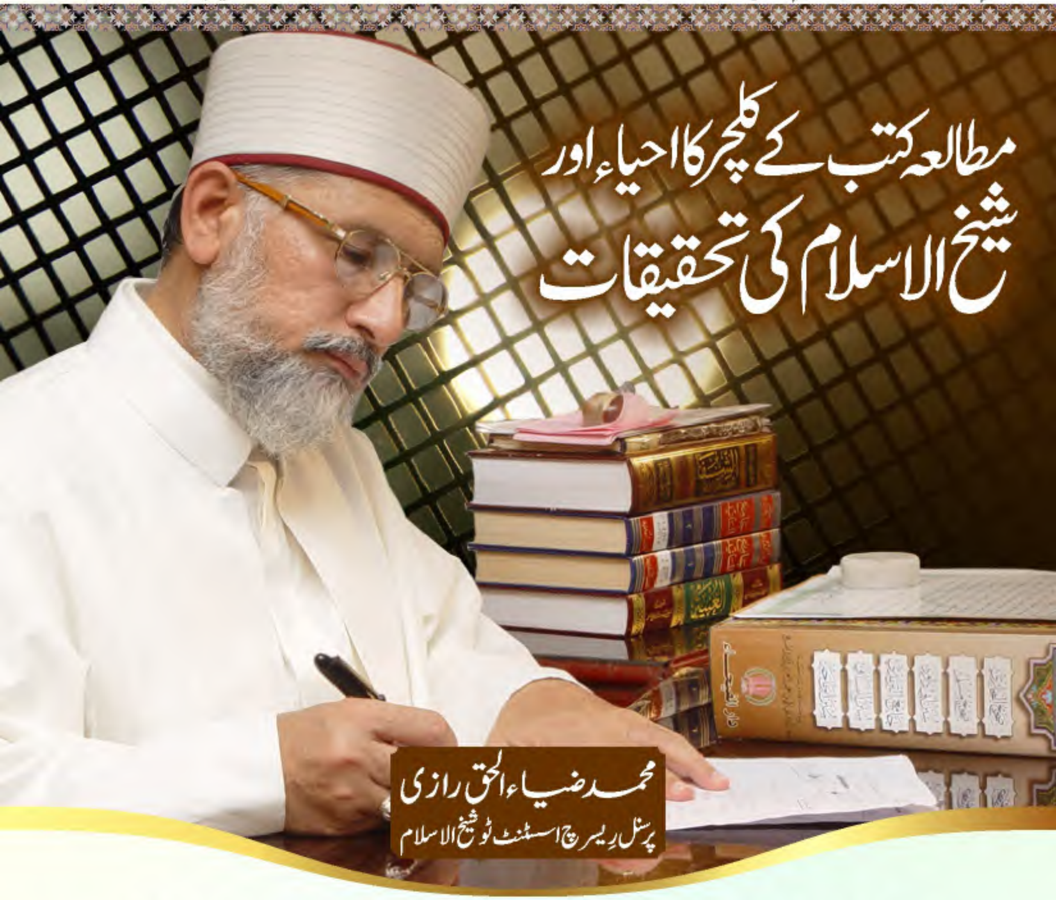

مطالعہ کتب کے کلچر کا احیاء اور شیخ الاسلام کی تحقیقات

محمد ضیاء الحق رازی
پرسنل رِیسرچ اسسٹنٹ ٹو شیخ الاسلام

حضور نبی اکرم ﷺ شہر علم ہیں اور تمام علوم معلم کائنات ﷺ کے فیضان سے اِرتقاء کی بلندیوں پر روشنی بکھیر رہے ہیں۔ وہ روشنی، روشنی ہی نہیں جو آفتابِ رسالت ﷺ کے انوار سے اِکتسابِ شعور نہ کرے۔۔۔ وہ علم، علم ہی نہیں جو دہلیزِ مصطفی ﷺ کی دریوزہ گری سے کسبِ نور نہ کرے۔ وہ دانش، دانش ہی نہیں جو آپ ﷺ کے لبِ اقدس سے نکلنے والے علم و حکمت اور دانائی کی خوشبو سے مشامِ جاں کو معطّر نہ کرے۔۔۔ اس لیے کہ علم و حکمت اور دانائی کا سرچشمہ نقوشِ کف پائے محمد ﷺ سے پھوٹتا ہے۔ علم کا سب سے بلند اور قوی ذریعہ وحیِ الٰہی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا انسانیت پر احسانِ عظیم ہے کہ علوم کے جو میدان انسان پر آشکار نہیں کیے گئے تھے، آپ ﷺ نے علم کے سب سے بلند اور قوی ذریعے یعنی وحی کے نور سے وہ علوم و معارف انسانیت کو عطا فرما دیے۔

اللہ رب العزت نے سلسلہ نبوت تاجدار ختم نبوت حضرت محمد مصطفی ﷺ پر ختم کر دیا اور دین اسلام کی تعلیمات آپ ﷺ پر تمام کر دی۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث علماء حق قرار پائے۔ گویا دین کی تعلیمات کی اشاعت و تبلیغ اور فروغ کا فریضہ حق علمائے امت کی دائمی ذمہ داری ہے۔ جب ہم تاریخ

اسلام پر ایک نظر عمیق ڈالتے ہیں تو یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ یہ علماء دین اور اہل علم ہی وہ عظیم ہستیاں ہیں جنہوں نے لوگوں کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر حق پرستی کے رنگ میں ڈھالا، یہی اہل علم ہیں جو بکھرے ہوئے افراد کو ایک امت کی شکل دینے والے ہیں۔

حضرت یحییٰ بن مُعاذ الرَّازی فرماتے ہیں:

اَلْعُلَمَاءُ أَرْحَمُ بِأُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْ آبَائِهِمْ وَأُمَّهَاتِهِمْ، قِيلَ: وَكَيْفَ ذٰلِكَ؟ قَالَ: لِأَنَّ آبَاءَهُمْ وَأُمَّهَاتِهِمْ يَحْفَظُونَهُمْ مِنْ نَارِ الدُّنْيَا، وَهُمْ (الْعُلَمَاءُ) يَحْفَظُونَهُمْ مِنْ نَارِ الْآخِرَةِ

(ذكره الإمام الغزالي في إحياء علوم الدين (۱:۱۱))

"تمام علماء (مفسرین، محدثین، فقہا، اور ائمہ کرام)، امت محمدیہ کے لیے ان کے والدین سے بھی زیادہ رحیم و شفیق ہیں۔ پوچھا گیا کہ کیسے؟ آپ فرماتے ہیں: اس طرح کہ والدین تو ان کو دنیا کی آگ (اور اس کی مصیبتوں) سے بچاتے ہیں، جبکہ اہلِ علم انہیں جہنم کی آگ (اور آخرت کی ہولناکیوں) سے بچاتے ہیں۔"

مجدد المئة الحاضرہ

آج امت مسلمہ من حیث المجموع زوال کے دور سے گزر رہی ہے۔ اسلامی روایات اور اخلاقی اقدار پامال ہو رہی ہیں۔ عامۃ الناس تو کجا لوگوں کی اخلاقی و روحانی اصلاحِ احوال کا فریضہ سرانجام دینے والی ہستیاں بھی اخلاقی و روحانی کردار سے عاری ہو چکی ہیں، اخلاق و کردار سنوارنے والے مراکز اور میخانے ویران ہو چکے ہیں۔ ان حالات میں ایک ایسے مسیحا کی ضرورت تھی جس کے ایک ہاتھ میں قرآنی تعلیمات ہوں اور دوسرے ہاتھ میں دور جدید کے علوم و فنون۔۔۔ ایک ہاتھ میں عظیم تہذیب اسلامی کا فیض ہو اور دوسرے ہاتھ میں عصر حاضر کا لب و لہجہ اور تحقیق کا جدید انداز۔

ان تمام تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بات بلا مبالغہ کہی جاسکتی ہے کہ بلاشبہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری ان روشن انسانی اور فکری شخصیات میں سے ایک ہیں جو اسلام کی ثمر بار تہذیب نے انسانی معاشرے کو تحفہ دی ہیں جو آج پورے عالم کے سامنے رحمتِ دو عالم ﷺ کی نوید کی زندہ تعبیر ہے اور قومی اور بین الاقوامی سطح پر پسی ہوئی ملتِ اسلامیہ کے درد کی آواز بن کر باطل، استحصالی اور اسلام دشمن قوتوں کے بالمقابل اپنی شبانہ روز جدوجہد میں مصروفِ عمل ہیں۔

کیسے بیان ہوں تیرے اوصافِ کمالات
خوبیوں کا ایک حسین مرقع ہے تیری ذات

شیخ الاسلام: فناء فی العلم

شیخ الاسلام وہ ایک ایسی ہمہ جہت علمی شخصیت ہیں جن میں علمی گہرائی و گیرائی، فنی مہارت اور تصنیف و تحریر کا نفیس ذوق یکجا نظر آتا ہے۔ تفہیم کا عمدہ ملکہ رکھتے ہیں اور تدریس کا اُسلوب منفرد اور دل نشین ہے۔ ہر مضمون کو اپنے الفاظ کا جامہ پہنا کر اسے قاری اور سامع کی سمجھ کے قریب لے آنا ان کا خاص ہنر ہے۔ بافیض اور باتوفیق استاد ہیں، گفتگو میں ٹھہراؤ، تہذیب و شائستگی اور زبان میں شگفتگی نمایاں ہے، جب کہ اندازِ بیان میں برجستگی، بے ساختگی، وقار اور اعتماد جھلکتا ہے۔آپ کی فکر میں Clarity، عمل میں Maturity، قلم میں روانی، خطابت میں سیف زبانی اور عقیدے میں عشق رسالتمآب ﷺ کی فراوانی ہے۔

آپ صحیح معنی میں اس حدیث مبارک کے مصداق ہیں جسے حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

يَرْفَعُ اللهُ تَعَالَى بِهِ أَقْوَامًا، وَيَجْعَلُهُمْ فِي الْخَيْرِ قَادَةً وَأَئِمَّةً، (هُدَاةً يُهْتَدَى بِهِمْ)، تُقْتَبَسُ آثَارُهُمْ، وَيُقْتَدَى بِفِعَالِهِمْ، وَيُنْتَهَى إِلَى رَأْيِهِمْ۔ (ابن عبد البر في جامع بيان العلم وفضله، ۱: ۲۳۸، الرقم: ۲۶۸)

علم کے ذریعے اللہ تعالیٰ قوموں کو سرفرازی عطا کرتا ہے تو ان کے اندر شرافت و قیادت اور سیاست و ہدایت سے مالا مال رہنما پیدا کر دیتا ہے جو ہر گام پر ان کی رہنمائی کرتے ہیں۔ ایسے رہنما اور مربی خیر و بھلائی کی نشانیاں ہوتے ہیں (جو لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔) لوگ ان کے نقش قدم پر چلنا باعثِ افتخار سمجھتے ہیں۔ ان کے رائے کی پیروی کی جاتی ہے (اور لوگ ان کے اعمال و افعال کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں)۔

اگر ہم شیخ الاسلام کو حاصل علوم و فنون کی بات کریں تو تفسیرِ قرآن شیخ الاسلام کا محبوب مشغلہ ہے اور حدیثِ نبوی سے آپ خصوصی مناسبت رکھتے ہیں۔ ایک بلند پایہ محدث، مفسر اور بالغ نظر فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ کثیر المطالعہ اور کثیر التصانیف بھی ہیں۔ محنت، جدوجہد اور مسلسل علمی مشغولیت ان کی نمایاں صفات میں شامل ہیں۔ ان کے تلامذہ اور مستفیدین کی بڑی تعداد ہے، جب کہ عقیدت مندوں اور محبین کا حلقہ بھی خاصا وسیع ہے۔

الحمدللہ تعالیٰ مجھے چونکہ ایک طویل عرصہ سے شیخ الاسلام کی سنگت و صحبت نصیب ہے۔ اس لیے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے وہ آنکھیں دیکھی ہیں جن کی روشنی علم کی راہ نوردی کے نام ہو چکی

ہیں۔ دن ہو یا رات کا آخری پہر کتب بینی اور مطالعہ سے والہانہ محبت آپ کی روح کی غذا ہے۔ مطالعہ کا عالم یہ ہے کہ آپ پوری پوری رات کتب بینی میں صرف کرتے ہیں۔ ان کی سٹڈی ٹیبل پر درجنوں کتب ہر وقت موجود ہوتی ہیں جن کا مطالعہ فرما رہے ہوتے ہیں۔ مسلسل 10 سے 12 گھنٹے ورق گردانی کرتے گزر جاتے ہیں اور ان کو وقت کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ قلم ہاتھ میں ہوتا ہے اور جہاں اہم نکتہ ودلیل میسر آتی ہے وہاں نشان لگا دیتے ہیں۔ گویا ان کے مطالعہ میں نظم بھی قابل دید ہے۔

میں آج بھی ان کے مطالعہ میں آنے والی ہزار ہا کتب کو جب دیکھتا ہوں تو ہر ہر کتاب کے کئی کئی صفحات پر نوٹس، حوالہ جات اور علمی نکات کے نشانات پاتا ہوں۔ جس سے پتا چلتا ہے کہ وہ کتنی گہرائی اور گیرائی کے ساتھ کتاب کا مطالعہ فرماتے ہیں۔ کتاب کے ہر گوشہ، ہر سطر، ہر لفظ ان کے سامنے ہوتا ہے۔ کتابوں سے وابستگی اور ان کا مطالعہ آپ کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ بعض اوقات اگر طبیعت ناساز ہو جاتی ہے تو کتاب ہی اُس کا علاج ہوتی ہے۔ نیند نہ آ رہی ہو تو بستر سے دوبارہ اٹھ کر مطالعہ کتب اور تصنیف وتالیف میں مگن ہو جاتے ہیں۔ رنج وبے چینی کی حالت میں کتاب ہی آپ کی غم خواری کا سامان فراہم کرتی ہے کیونکہ مطالعہ کتب ہی آپ کے شب وروز کا غم گسار اور ہمراز بن چکا ہے۔

آپ نایاب کتب کے حصول اور مخطوطات وجدید مطبوعات کی ذخیرہ اندوزی کے دلدادہ ہیں۔ کتابوں سے حد درجہ محبت کی بنا پر کتب جمع کرنے کے شوق اور اپنے ذاتی لائبریری کو وسیع سے وسیع تر کرنے کی جستجو میں آپ دنیا کے کونے کونے سے کتب خریدنے کے لیے سارا دن کتب خانوں میں کھڑے رہ کر کتب کا انتخاب کرتے ہیں۔ کتب بینی کا یہ عالم ہے کہ آپ کی ذاتی لائبریری میں ہزار ہا کتب موجود ہیں۔

علامہ ابن الجوزی اپنی کتاب صید الخاطر میں بیان کرتے ہیں کہ امام عبد اللہ بن مبارک سے پوچھا گیا کہ آپ ہم لوگوں کے ساتھ کیوں نہیں بیٹھتے؟ انہوں نے جواب دیا:

إِنِّي أَذْهَبُ فَأُجَالِسُ الصَّحَابَةَ وَالتَّابِعِينَ وَأَشَارَ بِذَلِكَ إِلَى أَنَّهُ يَنْظُرُ فِي كُتُبِهِ۔

(ابن الجوزي في صيد الخاطر، ۲۴۶، الرقم: ۷۶۲)

میں حضرات صحابہ اور تابعین کے ساتھ جا کر بیٹھتا ہوں، آپ کا اشارہ اس طرف تھا کہ میں ان کی کتب کا مطالعہ کرتا ہوں (جن میں صحابہ وتابعین کے ارشادات ہوتے ہیں)۔

شیخ الاسلام بھی یہی فرماتے ہیں کہ میں جب کتب کا مطالعہ کرتا ہوں تو خود کو ان صاحبانِ کتب کی مجالس میں پاتا ہوں۔ یہ علمی یکسوئی آپ کو معاصر اساطین و اعیان سے ممتاز کرتی ہے۔ آپ نے خود کو علم کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ ایک عالم اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ شیخ الاسلام دینی ودنیوی علوم کا

ایک چلتا پھرتا اور جیتا جاگتا انسائیکلوپیڈیا ہیں۔ ان کی ذات والا صفات میں سیکڑوں لائبریریاں مجتمع ہو چکی ہیں۔ الغرض وہ بیک وقت اَسرار و حکم کے عارف بھی ہیں اور کلیمِ سر بہ کف بھی۔

احقر (محمد ضیاء الحق رازی) کو بارہا یہ مشاہدہ ہوا کہ حوالہ جات کی تلاش میں ورق گردانی کرتے ہوئے جب کتاب کے متعلقہ صفحہ پر پہنچتا ہوں تو شیخ الاسلام کے قلم سے اس صفحہ پر نوٹ لکھا ہوا پاتا ہوں، جس سے ورطۂ حیرت میں گم ہو جاتا ہوں۔ میرا وجدان یہ کہتا ہے کہ جب بھی کوئی نئی کتاب آپ کے ہاتھ میں آتی ہے تو وہ خود بتاتی ہے کہ میرے اندر یہ چیز نئی ہے۔

تحقیق و تحریر کے عظیم شناور

آپ بحرِ تحقیق کے عظیم شناور اور آسمانِ علم و فضل کے نیرِ تاباں ہیں۔ تحقیق آپ کا ذوق۔۔۔ علم حدیث سے اشتغال آپ کا پسندیدہ موضوع۔۔۔ عبادت و ریاضت آپ کی زندگی کا محبوب ترین حصہ۔۔۔ قرطاس و قلم آپ کے بہترین رفیق ہیں۔ تدریس، تصنیف و تالیف اور بیان و خطابت، بیک وقت تینوں کا کسی ایک شخص میں جمع ہو جانا خوش نصیبی اور کمال کی بات ہے۔ شیخ الاسلام کی زندگی میں یہ تینوں باتیں علی وجہ الکمال جمع ہیں، جس کی وجہ سے آپ کی شخصیت ایک نمایاں مقام کی حامل ہے۔

شیخ الاسلام کے طرزِ تحریر کو ''سہل ممتنع'' کی صنعت کا اعجاز کہا جا سکتا ہے۔ آپ کی کسی بھی کتاب کو اُٹھا کر دیکھیے، اس کی سطر سطر رِفعتِ فکری، وسعتِ مطالعہ اور دقتِ نظر کا اعلان کرتی ہوئی نظر آئے گی۔ کتاب کا کوئی بھی صفحہ پڑھیے، لفظ لفظ سے علم و حکمت کی تیز روشنی پھوٹتی ہوئی ملے گی۔ جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا اس میں حقائق و واقعات کے ساتھ عقلی و نقلی دلائل کا انبار لگا دیا کہ قاری اس میں کھو کر دریائے تحیر میں غرق ہو جاتا ہے۔

زبان و بیان کی شستگی، سلاست اور روانی ایسی کہ لگتا ہے الفاظ و معانی کا دریا بہہ رہا ہے، آپ کے شب و روز میں سب سے زیادہ وقت تحریری و تصنیفی کام کرنے میں صرف ہوتا ہے۔ لکھنے میں مضامین کی اس قدر آمد ہوتی ہے کہ گھنٹوں قلم کاغذ پر سے نہیں اُٹھتا، ایسا لگتا ہے کہ آپ کے سامنے کوئی کھلی کتاب رکھی ہے، جسے آپ مسلسل نقل کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لکھنے کے دوران آپ گرد و پیش سے بالکل منقطع ہو جاتے ہیں، کوئی آکر سامنے بیٹھ جائے اور متوجہ نہ کرے تو آپ کو اس کی موجودگی کا احساس تک نہیں ہوتا۔ تحریری مشغولیت سفر کے دوران بھی ایسی ہی رہتی ہے حتیٰ کہ ہوائی جہاز میں بھی تصنیفی کام برابر جاری رہتا ہے۔ احقر کو بارہا سفر و حضر میں مصاحبت کی سعادت نصیب ہوئی ہے، میں نے کبھی آپ کو فارغ بیٹھے نہ پایا۔

سلف صالحین کے علمی و روحانی ورثہ کے امین

مُجَدِّدُ الْمِئَةِ الْحَاضِرَة، حُجۃ المحدّثین اِمام الاُمہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ نے قرآنی اسرار و رموز، معانی و معارف اور حکمت سے پردہ اٹھایا۔ آپ نے افکار و نظریات اور عمل و کردار میں اعتدال و توازن، مساوات اور رواداری کی اسلامی تعلیمات کو عام کیا اور منہاج القرآن عطا کیا اور اسی گلشن منہاج سے علم و آگہی کے نور سے ایک دنیا مستفیض و مستفید ہو رہی ہے۔ آپ نے محبت سے خالی، مایوس اور اداس دلوں کو عشقِ مصطفی ﷺ، محبت و مودت اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام، تعظیم و تکریمِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ادب و احترام اور متابعتِ اولیاء و سلف صالحین کا درس دیا۔ آپ حقیقی معنی میں اولیاء و سلف صالحین کے علمی و فکری اور روحانی ورثہ کے امین ہیں۔ ہم خوش نصیب ہیں کہ ان کے زمانے میں ان کی سنگت میں جی رہے ہیں۔

ان کا ہر ہر لمحہ یقینی طور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوہ حسنہ اور سیرتِ مبارکہ کی متابعت میں گزر رہا ہے، جیسے وہ اپنی آنکھوں سے زمانہ مصطفی ﷺ کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ ان کی سیرت میں اہلِ بیت اطہار علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اوصاف و کمالات کا فیض جھلکتا نظر آتا ہے۔ تابعین، تبع التابعین، ائمہ اطہار اور اولیاء و سلفِ صالحین کے آثار مبارکہ کا فیضان دکھائی دیتا ہے۔۔ جن کا ظرف سمندروں سے گہرا اور کوہساروں سے بلند ہے۔۔۔ جن کی تقریر و تحریر کا ایک ایک حرف اور جملہ، ظلمت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں خورشید کی مانند چمکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

آپ لذت توحید اور عشق الٰہی سے سرشار۔۔۔ معرفت و محبت الٰہی سے لبریز۔۔۔ ادب و تعظیمِ مصطفی ﷺ، محبت و عشقِ مصطفی ﷺ اور اطاعت و اتباع مصطفی ﷺ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ آپ قرآن فہمی کا بے مثال ذوق اور کتاب الٰہی کے اسرار و رموز سے گہری آشنائی رکھتے ہیں۔۔۔۔ احادیثِ نبویہ کی تحقیق و ترویج میں عرق ریزی اور جاں فشانی اور مضامین حدیث پر آپ کا عبور صاف نظر آتا ہے۔۔۔ حقائق حیات اور مسلمات کائنات پر کامل دسترس حاصل ہے۔۔۔ معرفت، حقیقت اور تصوف کے اسرار و رموز کا ادراک اور ان کے بیان پر ایسی قدرت ہے جو دلوں میں اتر جانے والی ہے۔

آپ ذہن میں ہل چل مچا دینے والے دلائل کا انبار لگا دیتے ہیں۔۔۔ موضوعِ سخن توحید ہو تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے یہی ذات عرفانِ الٰہی کا کشتہ ہے۔۔۔ عشق مصطفی ﷺ کی بات چل نکلے تو یوں لگتا ہے جیسے صحنِ مسجدِ نبوی میں گنبدِ خضرا سے تازہ ہوا کے جھونکے آ رہے ہیں۔ قرآن مجید کی تفسیر

ہونے لگے تو لگتا ہے کہ ملاءِ اَعلیٰ سے نوری مخلوق انوار کی بارش کر رہی ہے۔۔۔ حدیثِ مبارک زیرِ بحث آئے تو محسوس ہوتا ہے کہ شاہِ لولاک ﷺ نے پردے اٹھا دیئے ہیں۔

یہ کیسی شخصیت ہے کہ عامۃ الناس کے مجمع میں مسکرانے لگے تو سب مسکرانے لگتے ہیں۔۔۔ وہ شب بیداریوں میں رونے لگے تو سب دھاڑیں مار مار کر رونے لگتے ہیں۔۔۔ آپ علم و معرفت، دلائل و براہین اور فصاحت و بلاغت کا موجزن سمندر ہیں۔۔۔ جنہیں دنیا کی کوئی طاقت نہ ڈرا سکے، وہ مردِ قلندر ہیں۔۔۔۔ اور جو سارے عالم پر چھا گئے وہ مقدر کے سکندر ہیں۔ آپ کا شمار ان معدودے روزگار ہستیوں میں ہوتا ہے جن کے نقوش پا پر چل کر زمانہ اپنی منزل پاتا ہے۔

آپ کا وجود نوعِ انسانی کے لیے ایک سہارا ہے۔ وہ ایک خاموش معلم ہیں، اُن کے اخلاق فاضلہ بن دیکھے اپنا اثر دیکھاتے ہیں، اس لیے کہ اُن کے فکر و مقال اور عمل و حال سب ذاتِ نبوی میں گم ہیں۔ وہ وقت کے مجدد ہیں۔ ایسے مجدد کہ جن کے علمی و عملی کام کی طرف حضور نبی اکرم ﷺ نے اس حدیث مبارک میں اشارہ فرمایا ہے:

يَحْمِلُ هَذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُولُهُ يَنْفُونَ عَنْهُ تَحْرِيفَ الْغَالِينَ، وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِينَ، وَتَأْوِيلَ الْجَاهِلِينَ

(أخرجه البزار في المسند (١٦: ٢٤٧) الرقم: ٩٤٢٣)

”بعد میں آنے والے اصحابِ عدل یعنی مستند جید علماء (صاحب علم و فراست) اپنے سلف صالحین اور اکابرین سے اس دین کو حاصل کریں گے اور حد سے تجاوز کرنے والوں نے جو اس میں من گھڑت تحریف اور تبدیلی کی ہے اور باطل پرستوں نے اس میں جو غلط باتیں منسوب کی ہیں اور جاہلوں نے اسے جو غلط معانی پہنائے ہیں (ان کا پردہ چاک کریں گے) اور وہ اس کی نفی کریں گے“۔

شیخ الاسلام کی علمی و فکری زندگی کا ایک اجمالی جائزہ

17 اکتوبر 1980ء (8 ذی الحج 1400ھ بروز جمعہ المبارک) سے 2026ء تک، چھیالیس سالہ جدوجہد میں آپ نے اسلام کے مذہبی و سیاسی، روحانی و اَخلاقی، قانونی و تاریخی، معاشی و اِقتصادی، معاشرتی و سماجی اور تقابلی پہلوؤں پر ہزاروں لیکچر ز دیے۔ آپ کے مختلف النوع سینکڑوں موضوعات پر 7 ہزار سے زائد لیکچر ز ریکارڈڈ (صدا بند) ہیں، جن میں بعض موضوعات ایک ایک سو سے زائد خطابات کی سیریز کی شکل میں ہیں۔ اِسلام کے علمی و عملی، اَخلاقی و رُوحانی، تعلیمی و سائنسی، فقہی و قانونی اور فکری و عصری موضوعات پر انگلش، عربی اور اُردو میں ایک ہزار (1000) سے زائد شاہکار کتب

تصنیف کی ہیں، جن میں سے 650 سے زائد کتب شائع ہو کر منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ جب کہ متعدد موضوعات پر آپ کی بقیہ کتب کے مسوّدات طباعت کے مختلف مراحل میں ہیں۔ دنیا کی مختلف مقامی و بین الاقوامی زبانوں میں آپ کی متعدد کتب کے تراجم بھی ہو چکے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر پوری دنیا کے اہل علم ورطہ حیرت میں مبتلا ہیں۔

یہ کتب علم التفسیر و اصولہ، علم الحدیث و اصولہ، علم العقائد، علم الفقہ و اصولہ، علم التصوف والمعرفۃ، علم اللغۃ والأدب، علم النحو والبلاغۃ، اِقتصادیات، فکریات، دستوریات و قانونیات، اِسلام اور جدید سائنس، اَمن و محبت اور ردّ تشدد و اِرہاب، حقوقِ اِنسانی اور عصریّات، اور دیگر کئی مذہبی و غیر مذہبی علوم و فنون اور منقولات و معقولات کا خزانہ ہیں۔

آپ نے محبت سے خالی، مایوس اور اداس دلوں کو عشق رسالت ﷺ کا درس اور روحانی سہارا دیا ہے۔ امت کا درد، علم کا شغف، دین کا نشہ، روح کا سوز اور عشق کا والہانہ پن عطا کیا ہے۔ آپ کے چند عظیم علمی و تحقیقی کارہائے نامہ ملاحظہ ہوں:

۱۔ اُمت کو معرفتِ کلامِ الٰہی سے روشناس کروانے کے لیے 'عرفان القرآن' کے نام سے اُردو میں اور The Manifest Quran کے نام سے انگریزی زبان میں جامع اور عام فہم ترجمہ

کیا ہے۔ یہ تراجم قرآن حکیم کے اُلوہی بیان کی لغوی، نحوی، اَدبی، علمی، اِعتقادی، فکری اور سائنسی خصوصیات کا آئینہ دار ہیں۔ یہ تراجم کئی جہات سے عصرِ حاضر کے دیگر تراجم کی بہ نسبت زیادہ جامع، بلیغ اور منفرد ہیں۔

۲۔ قرآن فہمی کے باب میں آپ کا عظیم شاہ کار 8 جلدوں پر مشتمل مضامینِ قرآن کا مجموعہ 'اَلْمَوْسُوْعَةُ الْقُرْآنِيَّةُ الْمَوْضُوْعِيَّة' (قرآنی اِنسائیکلوپیڈیا) ہے۔ اِس اِنسائیکلوپیڈیا کے ذریعے آپ نے قرآن مجید کے ہزاروں مضامین تک تمام طبقات کے لیے براہِ راست رسائی کا دَر وا کر دیا ہے۔ 5 ہزار موضوعات پر مشتمل یہ اِنسائیکلوپیڈیا شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے نصف صدی سے زائد مطالعہ قرآن کا نچوڑ اور ماحصل ہے۔ قرآنی اِنسائیکلوپیڈیا دراصل رُشد و ہدایت کا ایک ایسا نسخہ کیمیا ہے جس سے نہ صرف اُمت کا قرآن مجید سے ٹوٹا ہوا تعلق بحال ہو گا بلکہ رہتی دنیا تک علما و طلبہ کو تقریر و تحریر کے لیے ہزاروں قرآنی موضوعات تک رسائی ہو گی۔ اس طرح یہ مجموعہ مطالعہ قرآن کے باب میں عصری تقاضوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ اِن شاء اللہ آنے والی نسلوں کی علمی، سائنسی، فکری، اَخلاقی، روحانی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی موضوعات پر بھرپور راہ نمائی کرتا رہے گا۔

۳۔ شیخ الاسلام نے خدمتِ قرآن کا ایک عظیم باب مکمل کرتے ہوئے عربی زبان میں 42 جلدوں پر مشتمل تفسیر القرآن لکھی ہے:

دو جلدوں پر مشتمل مفصل مقدمہ (اَلْفَتْحُ الْكَبِيْر فِي عُلُوْمِ التَّفْسِير) علم التفسیر میں ایک عظیم اور نادر و منفرد کاوش ہے۔

آپ کی 25 جلدوں پر مشتمل عربی زبان میں جامع تفسیر: فَوَاتِحُ الْبَيَان فِي تَفْسِيْرِ الْقُرْآن [اَلتَّفْسِيْرَاتُ الْقَادِرِيَّة اپنے اندر ہمہ جہت تفسیری نکات سموئے ہوئے ہے۔ یہ تفسیر اِعتقادی، فقہی، علمی و سائنسی، فکری و نظری اور اِشاری نکات کو محیط ہے اور عقلی اور نقلی، دونوں پہلوؤں کا حسین و بلیغ مرقع ہے۔

اِسی طرح 10 جلدوں پر مشتمل تفسیر اَلْجَوْهَرُ النَّقِيّ فِي التَّفْسِيْرِ التَّرْبَوِيِّ میں ہر آیت کا 'تربیتی پہلو' لیا گیا ہے۔ یہ تفسیر قرآن مجید کے اِصلاحی و تربیتی مضامین کا اِجمالی بیان ہے۔

5 جلدوں پر مشتمل مُخْتَصَرُ الْبَيَان فِي مَعَانِي آيَاتِ الْقُرْآن میں قرآن مجید کے کلمات کے معانی کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

۴۔ آپ نے فہمِ حدیث کے لیے ایسا سیدھا راستہ متعین کیا ہے جو واقعتاً المنہاج السوی (اَلْمِنْهَاجُ السَّوِيّ مِنَ الْحَدِيْثِ النَّبَوِيّ) ہے۔

۵۔ آپ علی التحقیق ایسا عرفان السنہ رکھتے ہیں کہ فنِ حدیث میں آپ کا درک و کمال دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہو جائے۔

۶۔ 8 جلدوں میں اُصول الحدیث کا انسائیکلوپیڈیا ''اَلْمَوْسُوْعَةُ الْقَادِرِيَّة فِي الْعُلُوْم الْحَدِيْثِيَّة'' جو علوم الحدیث (Principles of the Science of Hadith) پر مشتمل ہے۔ جس میں حُجِّيَّةُ الْحَدِيْث، نَشْأَةُ عُلُوْمِ الْحَدِيْث، مَعْرِفَةُ أَنْوَاعِ الْحَدِيْث، عِلْمُ مُصْطَلَحِ الْحَدِيْث، قَوَاعِدُ رِوَايَةِ الْحَدِيْث، عِلْمُ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْل، تَارِيْخُ تَدْوِيْنِ الْحَدِيْث اور أَسْمَاءُ الرِّجَالِ وَالطَّبَقَات جیسے اَہم ترین موضوعات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

۷۔ آپ نے کم و بیش 60 جلدوں پر مشتمل (جَامِعُ السُّنَّة فِيْمَا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ آخِرُ الْأُمَّة) [Encyclopedia of Sunna] اُمت کو دیا ہے، جس میں عقائد و عبادات، فضائلِ اَعمال، حقوق و فرائض، اَخلاق و آداب، اَذکار و دعوات، اَمن و سلامتی اور معاملات و عمرانیات جیسے مختلف النوع جدید موضوعات کا اِحاطہ کیا گیا ہے۔

۸۔ Encyclopedia of Sunna کے دوسرے حصے کا عنوان ہے: جَامِعُ الْأَحْكَام مِنْ أَحَادِيْثِ خَيْرِ الْأَنَام (اَلْأَدِلَّةُ الْحَنَفِيَّةُ مِنَ الْأَحَادِيْثِ النَّبَوِيَّة)۔ یہ حصہ زیادہ تر اَحکام و واجبات پر مشتمل آیات و احادیث اور آثار و اقوال کا اِحاطہ کرتا ہے اور ترجیحاً فقہ حنفی کی مؤید احادیث کا عدیم النظیر ذخیرہ ہے۔

۹۔ آج کے اَخلاقی اِنحطاط اور معاشرتی قدروں کے زوال کے دور میں آپ نے اِس موضوع کی ناگزیریت کے پیشِ نظر اس پر ایک جامع کتاب ترتیب دی ہے جو اصلاحِ زندگی کے لیے نصاب ہے۔ (اَلرَّوْضُ الْبَاسِمِ مِنْ خُلُقِ النَّبِيِّ الْخَاتِمِ ﷺ) سے مُعَنْوَن 4 جلدوں پر مشتمل اس ایمان افروز کتاب میں آیاتِ بینات، اَحادیث مبارکہ، آثارِ صحابہ اور سلف صالحین کے اَقوال کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ مقدسہ اور اُسوۂ حسنہ کیا تھا؟ آپ ﷺ نے کن اَخلاقِ حسنہ کی تعلیم فرمائی اور کن اَخلاقِ سیئہ سے اِجتناب کرنے کی تلقین فرمائی۔

۱۰۔ دورِ حاضر میں تصوف و طریقت اور روحانیت محض ایک مردہ رسم بن کر رہ گئی ہے۔ شیخ الاسلام نے تصوف کے علمی و عملی احیاء کا بیڑہ اٹھایا اور اصلاحِ احوالِ امت کے لئے آپ نے اس پہلو پر بھی مجددانہ نوعیت کا کام کیا ہے۔ تزکیہ و تربیتِ نفس اور روحانیات پر 5 جلدوں پر مشتمل (مِنْهَاجُ الصَّالِحِيْن) ضخیم کتاب تالیف فرمائی۔ جو اصلاحِ بندگی کے لیے نصاب ہے۔ جس میں آیاتِ

بینات، اَحادیث مبارکہ، آثارِ صحابہ اور سلف صالحین کے اَقوال کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے کہ پابندئ شریعت یعنی ظاہر سنوارنے کے ساتھ ساتھ تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب، نفس و روح میں للہیت و اخلاص پیدا کرنا، اور اخلاقِ حمیدہ جیسی صفات کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔

طریقت و تصوف، سلوک و معرفت، اور اَخلاقی و روحانی تربیت کے مراحل کیسے طے کیے جا سکتے ہیں۔ اس کتاب سے رویّوں کی عمدگی، فکر، قول اور عمل میں فیّاضی اور سخاوت پیدا ہو گی، سوچ میں خیر سگالی، وسعت، اور نظافت آئے گی، کلام میں لحاظ، حیاء، رعایت، اور لطافت پیدا ہو گی ہو۔

۱۱۔ اِسی طرح صدیوں سے وارِد شدہ اِشکال کا اِزالہ کرتے ہوئے آپ نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی مرویّات پر مشتمل کتاب (مُسْنَدُ الْإِمَامِ عَلِيٍّ علیہ السلام) [مِنْ مَرْوِيَّاتِ سَيِّدِنَا عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ علیہ السلام] ترتیب دی ہے، جس میں کم و بیش 12 ہزار روایات کو شامل کیا ہے۔

۱۲۔ پھر عربی زبان میں ہی آپ کی نادر و ضخیم ''شرحِ صحیح البخاری'' ہے۔ عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق تالیف کردہ (هَدْيُ الْبَارِي فِي شَرْحِ صَحِيْحِ الْبُخَارِي) 25 جلدوں پر مشتمل ہے۔

۱۳۔ دہشت گردی اور فتنہ خوارج کے خلاف آپ کا مبسوط تاریخی فتویٰ دنیا بھر میں قبولِ عام حاصل کر چکا ہے، جو عربی اردو انگریزی کے علاوہ متعدد زبانوں میں شائع ہو چکا ہے، اسے دنیا بھر کے محققین نے سراہا ہے۔ عالم اسلام کے سب سے بڑے تحقیقی ادارے مجمع البحوث الإسلامية (قاہرہ، مصر) نے اس کے مشتملات کی تائید کی ہے اور اس پر مفصل تقریظ بھی لکھی ہے۔

۱۴۔ بین المسالک ہم آہنگی، بین المذاہب رواداری اور انسانی حقوق کے فروغ کے لیے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی خدمات سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔ آپ نے قیامِ اَمن اور انتہا پسندی و دہشت گردی کی بیخ کنی کے لیے اُردو، انگریزی اور عربی زبان میں 50 کتب پر مشتمل 'فروغِ اَمن اور اِنسدادِ دہشت گردی کا اِسلامی نصاب (Islamic Curriculum on Peace and Counter-Terrorism)' تشکیل دیا ہے۔

۱۵۔ علاوہ ازیں شیخ الاسلام کے مختلف اِعتقادی، فکری و نظریاتی اور جدید موضوعات پر مقالات کا عظیم اِنسائیکلوپیڈیا عربی زبان میں 30 جلدوں میں مَجْمُوْعُ الْعُلُوْمِ وَالْأَفْكَارِ لِشَيْخِ الْإِسْلَامِ الدُّكْتُوْر مُحَمَّد طَاهِرُ الْقَادِرِي بھی زیرِ تکمیل ہے۔

خلاصۂ کلام

بات کرتا ہے کہ خوشبو کو بدن دیتا ہے
اس کا لہجہ تو گلابوں کو دہن دیتا ہے

کسے معلوم تھا کہ پنجاب یونیورسٹی کے زمانے 1972ء میں اولڈ کیمپس سے نیو کیمپس جاتے ہوئے یونیورسٹی بس کی چھت پر سفر کے دوران اپنی پہلی دو تصانیف (منطق شرح رسالہ ایساغوجی اور رسالہ کفر یزید) کے مسودہ کے گرنے اور ڈھونڈنے کی سر توڑ کوشش کے بعد نہ ملنے پر شدتِ غم سے ہفتوں علیل رہنے والا نوجوان سیکڑوں نایاب اور منفرد کتب کا مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ علم، بصیرت، حکمت اور امن و محبت کا ہمالیہ بن کر انسانیت کا فخر بن جائے گا۔

اگر اس ہمہ گیر تعمیری و اصلاحی کام کا بنظرِ غائر جائزہ لیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ یہ تجدید و احیاءِ دین ہی کے سلسلہ زریں کی ایک حسین کڑی ہے۔ اُمت کے پہلے مجدد سے لے کر آج تک جتنے مصلحین و مجددین ہوئے ہیں، آپ کی شخصیت میں تمام کا فیضان نظر آتا ہے۔ جب میں تاریخ کے اوراق پر ایک طائرانہ نظر ڈالتا ہوں تو مجھے عصرِ حاضر میں آپ ان اکابر اور سلف صالحین کے اوصاف کی حامل شخصیت نظر آتے ہیں، جن کے طیب نفس سے عالمِ اسلام معطر ہو رہا ہے۔۔۔ جن کی زبان قدسیہ سے صراط مستقیم کی شمعیں روشن ہو رہی ہیں۔۔۔ جن کے صالح اعمال کو دیکھ کر لوگ راہ ہدایت حاصل کر رہے ہیں۔ میرا یہ گمانِ غالب ہے کہ ان شاءاللہ! اگلے ایک ہزار سال تک اُمت کی رہنمائی کے لیے شیخ الاسلام کی فکر زندہ و تابندہ رہے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے اور ہمیں آپ کے فیوضات سے حصہ وافر عطا فرمائے۔

غوث اعظم کی امانت کا امین، طاہر ہے
اپنے طاہر کی طرح آپ حسیں، طاہر ہے
اس کی تحقیق میں انداز روانی دیکھو
دین اسلام کے چہرے پر جوانی دیکھو

معاشرتی و اخلاقی تطہیر میں مجدد المئة الحاضرہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا کردار

ڈاکٹر اجمل علی مجددی
اسسٹنٹ ڈائریکٹر FMRi ریسرچ انسٹیٹیوٹ

اِنسانی سیرت و کردار کی اِصلاح، اَخلاقی پاکیزگی اور تہذیبِ نفس دینِ اسلام کا مقصود ہے۔ قرآنِ حکیم نے جا بجا حسنِ اَخلاق کو ایمان کا لازمی تقاضا قرار دیا اور برے اَخلاق کو ہلاکت و بربادی کا سبب بتایا ہے۔ کسی بھی معاشرے کا سب سے بڑا المیہ اخلاقی بحران ہوتا ہے جس کی کوکھ سے دیگر کئی چھوٹے بڑے بحران جنم لیتے ہیں۔ انبیاء و رسل علیہم السلام چوں کہ اللہ تعالیٰ کے خاص نمائندے اور حقیقی پیام بر ہوتے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ ان کی ذات کو بھی مجموعۂ صفاتِ حسنہ بنا کر اِنسانیت کے لیے ایک مثالی نمونہ بناتا ہے۔ قرآنی احکامات اور حضور نبی اکرم ﷺ کے فرمودات اس امر کی نشان دہی کرتے ہیں کہ انبیاء و رسل علیہم السلام اعلیٰ ترین صفات و اخلاقیات کا کامل نمونہ تھے۔ اسی لیے فرمایا گیا کہ رسولِ مکرم کی ذاتِ کریم صاحبِ خُلقِ عظیم ہے اور آپ ﷺ کی زندگی قیامت تک کے اِنسانوں کے لیے اُسوۂ حسنہ ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد تکمیلِ مکارمِ اَخلاق ہے تاکہ اُمت کو اعلیٰ اِنسانی اَقدار اور نورانی صفات کی طرف راہ نُمائی حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے زندگی کے ہر شعبے میں اچھے اَخلاق کی ترغیب دی اور ہر اُس عادت سے منع فرمایا جو دلوں کو فساد، معاشرے کو بگاڑ اور اِنسان کو ربّ کی رحمت سے دُور کرنے والی ہو۔ اس لیے کہ اِنسانی شخصیت کا جو وصف اسے دیگر لوگوں سے

ممتاز و منفرد بناتا ہے، وہ صرف حسنِ اخلاق ہے۔ بہترین مسلمان وہی ہے جو مجسم حسنِ اخلاق ہو۔ ایسے افراد کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلند ترین درجات و مقامات سے نوازا جاتا ہے۔ اخلاقیات کی بدولت ہی ایک سچا مسلمان آخرت میں جنت اور اعلیٰ درجات حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے اور یہ اعلی مرتبہ اِنسان کو صدقِ مقال، حسنِ اَعمال، صحبتِ صالحہ اور اَخلاق حسنہ سے حاصل ہوتا ہے۔

احادیث مبارکہ میں اَخلاقِ رذیلہ جیسے کذب واِفترا، بدگمانی و تجسس، حسد و بغض، کینہ ورِیا، غرور و تکبر، نفاق و خود پسندی، ظلم و خیانت، قطعِ رحمی، حرص و بخل، غیبت و چغلی، فحاشی و بے حیائی، شراب و جوا اور دیگر رذائلِ اَخلاق سے اجتناب کی تاکید فرمائی گئی۔ اِن فرمودات کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مومن اپنے ظاہر و باطن کو ان آلودگیوں سے پاک رکھے اور اپنی ذات کو خیر، صدق، محبت، امانت اور عدل جیسے محاسن سے مزین کرے تاکہ فرد و معاشرہ دونوں اَمن و سکون اور سعادت سے بہرہ ور ہوں۔

گویا حضور نبی اکرم ﷺ کی اخلاقی تعلیمات فرد اور معاشرے کی اصلاح کے لیے بنیادی اہمیت رکھتی ہیں۔ ایک اسلامی معاشرہ اَخلاقی قدروں پر قائم ہوتا ہے، جہاں ہر شخص کا کردار اس کے ایمان کی سچائی کی عکاسی کرتا ہے۔ اس لیے اسلام نے نہ صرف اَعلیٰ اَخلاق کی ترغیب دی ہے بلکہ ان تمام اَخلاقِ سیئہ سے بچنے کا بھی حکم دیا ہے جو فرد اور معاشرے دونوں کے لیے نقصان دہ ہیں۔ اِس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ وہ معاشرہ حقیقی اسلامی و فلاحی معاشرہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے جس کے افراد اعلیٰ اخلاقی کردار کے حامل ہوں اور اپنے ظاہر و باطن کو ہر طرح کی خرافات و لغویات سے محفوظ رکھنے والے ہوں۔

۱۔ اَخلاقِ حسنہ کے معاشرے پر اثرات

جدید سائنسی تحقیق اس امر کی تصدیق کرتی ہے کہ اچھے اخلاق محض اخلاقی یا مذہبی اقدار نہیں بلکہ ایک مؤثر سماجی، نفسیاتی اور معاشی قوت ہیں۔

سماجی نفسیات کے مطابق سماج دوست رویّے انسانی فطرت کا حصہ ہیں اور یہ Social Learning کے ذریعے پروان چڑھتے ہیں۔ اعلیٰ اخلاقی اقدار کے تناظر میں سماج دوست رویّے (Prosocial Behaviors) اور نفسیات کا باہمی تعلق دراصل انسانی شخصیت کی تعمیر، سماجی ہم آہنگی اور اخلاقی بالیدگی کا بنیادی ستون ہے۔

سماج دوست رویّے سے مراد وہ رضاکارانہ طرزِ عمل ہے جو کسی ذاتی مفاد اور خود غرضی کے بجائے دوسروں کی بھلائی، مدد اور سہولت کے لیے اختیار کیا جائے، جیسے: ہمدردی اور خیر خواہی، ایثار اور

Dr. Hassan Mohi-ud-Din Qadri

We extend our heartfelt

Congratulations

to the esteemed

Shaykh-ul-Islam

Prof. Dr. Muhammad Tahir-ul-Qadri

On His 75th

Dr. Hussain Mohi-ud-Din Qadri

Shaykh Hammad Mustafa Al-Madani Al-Qadri

Shaykh Ahmad Mustafa Al-Arabi Al-Qadri

On this blessed occasion, Minhaj-ul-Quran International Queensland, Australia extends its heartfelt Birthday greetings to our beloved leader *Mujaddid al-Mi'a al-Hadira Huzoor Shaykh-ul-Islam Dr. Muhammad Tahir-ul-Qadri (damat barakatuhum al-'aliya)*.May Allah ﷻ grant you a long life, filled with good health, strength, and continued success in your tireless efforts to serve Islam, promote peace, knowledge, unity, and guide the Ummah. Your scholarship, vision and dedication continue to inspire millions across the globe. We pray that Allah ﷻ keeps you under His divine protection and accepts your lifelong services to the Deen-e-Islam. Ameen

Zaffar Khan
President MAPC

Dr Aamir Tanweer
President MQI Qld

Dr Shabbir Ahmed
Vice President MQI Qld

Dr Syed Moinbasha
Senior Vice President, MQI Qld

Khaja Naseeruddin
General Secretary MQI Qld

Sameer Ahmed
Deputy General Secretary

Sami ur Rahim Mohammed
Treasurer

Siraj Basha
Secretary Book Stall

Athiq Mohammed
Halqa-e-Durood Incharge

Minhaj-ul-Quran International Queensland, Australia

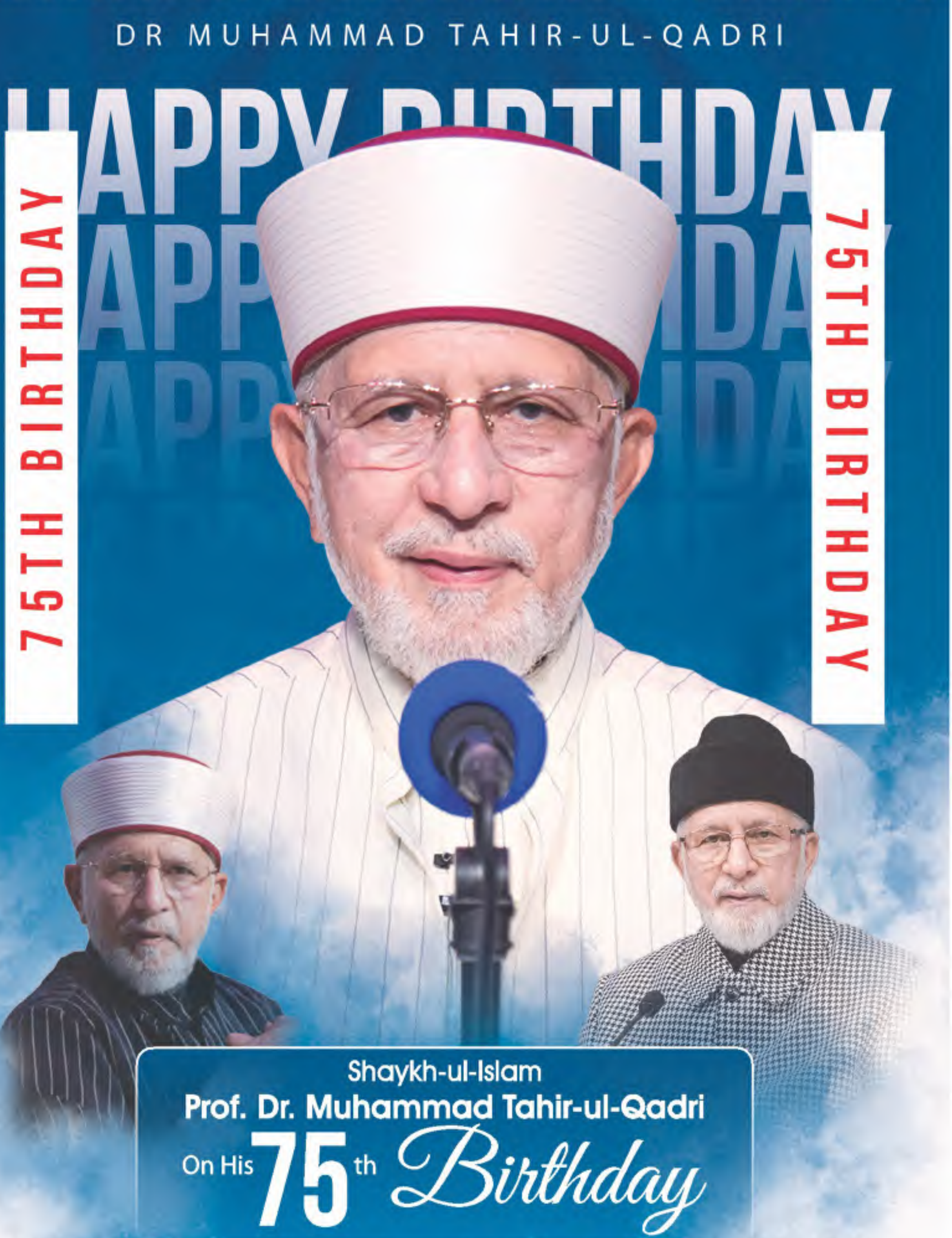

On behalf of Minhaj-ul-Quran International Victoria Your scholarly,spiritual, reformative, and intellectual contributions serve as a beacon of guidance for the Muslim Ummah. Under your leadership, Minhaj-ul-Quran has spread the message of peace, love and unity of Islam across the globe. We pray that Almighty ALLAH blesses you with good health, a long life and greater strength to continue serving Islam and may your shadow remain over the Ummah forever-Ameen

Minhaj-ul- Quran international Victoria Australia

Minhaj-ul-Quran International Victoria
organises monthly Halqa-e-Durood programs.

✓ Eid events which attracts more than 3k audiences
✓ Quaid Day ✓ Milad Conference
✓ Shab-e-meraj
✓ Shab-e-barat
✓ Shab-e-Qadr
✓ Zikr e Hussain Conference

Jamia Masjid Minhaj ul Quran Melbourne

Scan here

Contact for more Info & Donation.

MOHSIN SHAFIQ
PRESIDENT MQI Victoria Australia
+61 408 273 786
president@minhaj.org.au
www.minhajvic.org.au

SYED SHAH RAFIUDDIN QUADRI
GENERAL SECRETARY MQI Victoria Australia
+61 405 550 786
secretary@minhajvic.org.au
www.minhajvic.org.au

167 Faulkners Rd, Mount Cottrell VIC 3024, Australia

Happy BIRTHDAY
to our beloved
Shaykh ul Islam
DR MUHAMMAD TAHIR-UL-QADRI
75th Years of Wisdim
& Guidance
ALLAMA RAFIQ ALI SHAH
ALLAMA TAHIR RAFIQ
ALLAMA LATIF CHISHTY
JAWAID IQBAL
HAFIZ ISMAIL KHATIB
BASHARAT ALI
FIAZ AKBAR JAVANDA
RAJA BILAL AHMAD
JAWAID MAHER
MUHAMMAD AZEEM MALIK
AFZAL DITA
ASGHAR WARRICH
MUHAMMAD ASIF JAMIL
MOHSIN AYYAZ
MALIK SHOKAT ALI AWAN
NISAR AHMAD CHATTHA
ZEESHAN MUSTAFVI
MUHAMMED WASIF
MALIK ISTIKHAR AHMED ALVI AWAN
HAFIZ QASIM
MUHAMMAD DANISH
HAJI ABDUL RAZAQ
SARFARAZ HUSSAIN
MUHAMMAD HASSAN NASIR
HAFIZ M. RASHID ANWAR
MALIK AMIR
ALLAMA AYUB TOFAIL
RAJA JAWAD AFZAL
ASAD HUSSAINI
ALLAMA QARI SHAUKAT ALI MUSTAFAVI
JANAY ALLAM
MUHAMMAD USMAN
ZOHAIB ALI AWAN
FAROOZ AHMAD SADIQI
MUHAMMAD ABBAS
SHAHID ANWER BILLA
BILAL JAWAID
TANVEER AHMAD
MUHAMMAD WASEEM
HAFIZ JUNAID HUSSAIN ALVI AWAN
MUHAMMAD AYUB MALIK
UMAR BILAL
MUHAMMAD DANISH
UMAIR SABIR QADRI
Minhaj ul Quran international South Africa

قربانی، تعاون اور باہمی مدد، انصاف پسندی اور معافی، اعلیٰ اخلاقی اقدار میں یہ رویّے محض سماجی آداب نہیں بلکہ اندرونی اخلاقی شعور کی عملی صورت ہوتے ہیں۔

جب سماج میں سماج دوست رویّے عام ہوں تو باہمی اعتماد اور تعاون بڑھتا ہے، تنازعات اور تشدد میں کمی آتی ہے، اجتماعی ذہنی صحت (Collective Mental Health) بہتر ہوتی ہے، سماج اخلاقی استحکام اور فکری ہم آہنگی کی طرف بڑھتا ہے۔ یوں نفسیات اور اخلاق مل کر ایک صحت مند اور پُرامن معاشرہ تشکیل دیتے ہیں۔

اسلام میں سماج دوست رویّوں کو ایمان اور اخلاقِ عالیہ کا لازمی جزو قرار دیا گیا ہے، ایثار کو ایمان کی علامت، خدمتِ خلق کو عبادت اور حسنِ اخلاق کو کمالِ شخصیت کا معیار بنایا ہے۔ جب کہ نفسیاتی اعتبار سے یہ تعلیمات انسان کے باطن کو سنوار کر اس کے ظاہر کو سماج کے لیے مفید بناتی ہیں۔

الغرض! اعلیٰ اخلاقی اقدار کے تناظر میں سماج دوست رویّے نفسیات کا وہ عملی مظہر ہیں جو انسان کو خود مرکزیت سے نکال کر انسان دوستی، ذمہ داری اور اجتماعی بھلائی کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہی رویّے فرد کی ذہنی صحت اور سماج کی اخلاقی قوت دونوں کی ضمانت بنتے ہیں۔

۲۔ شخصیت کی تشکیل اور قائدانہ اوصاف کے لیے اچھے اخلاق کی اہمیت

شخصیت کی تشکیل (Personality Development) اور قیادت کی مہارتیں (Leadership Skills) کسی فرد کی کامیابی، سماجی قبولیت اور ادارہ جاتی اثرپذیری میں بنیادی کردار ادا کرتی ہیں۔ جدید نفسیات، تنظیمی علوم (Organizational Studies) اور قیادت کے نظریات اس امر پر متفق ہیں کہ اچھے اخلاق جیسے امانت و دیانت، صبر و تحمل، ہمدردی و دل جوئی، عدل و انصاف اور خود احتسابی محض اخلاقی خوبیاں نہیں بلکہ مؤثر شخصیت اور کامیاب قیادت کی بنیادی علمی و عملی بنیاد ہیں۔

(ا) اچھے اخلاق اور شخصیت کی تشکیل

نفسیاتی تحقیق کے مطابق شخصیت محض ظاہری صلاحیتوں کا مجموعہ نہیں بلکہ رویّوں، اقدار اور اخلاقی رجحانات کی عکاس ہوتی ہے۔ اچھے اخلاق فرد میں جذباتی توازن (Emotional Stability)، خود آگاہی (Self-awareness)، ضبطِ نفس (Self-control)، مثبت سماجی رویّہ کو فروغ دیتے ہیں۔ ایسے افراد سماجی دباؤ، اختلافِ رائے اور ناکامی کا سامنا زیادہ بالغ نظری سے کرتے ہیں، جو شخصیت کی پختگی کی علامت ہے۔ سائنسی اعتبار سے اخلاقی رویّے فرد کی ذہنی

صحت اور اعتمادِ نفس کو مستحکم کرتے ہیں، جو مضبوط شخصیت کی اساس ہیں۔

(۲) مؤثر قیادت اور اخلاقی اقدار

جدید قیادت کے نظریات خصوصاً Ethical Leadership اور Transformational Leadership اس بات پر زور دیتے ہیں کہ مؤثر لیڈر وہی ہوتا ہے جو اخلاقی اعتبار سے قابلِ اعتماد ہو۔ اچھے اخلاق قیادت میں اعتماد (Trust) پیدا کرتے ہیں، پیروکاروں میں وفاداری اور وابستگی بڑھاتے ہیں، فیصلوں میں انصاف اور شفافیت کو یقینی بناتے ہیں۔ تحقیق سے ثابت ہے کہ اخلاقی لیڈرز کی قیادت میں کام کرنے والی ٹیمیں زیادہ منظم، پُر امن اور پیداواری (Productive) ہوتی ہیں، کیونکہ افراد محض اختیار نہیں بلکہ کردار سے متاثر ہوتے ہیں۔

(۳) شخصیت اور قیادت کے باہمی ربط میں اخلاق کا کردار

شخصیت اور قیادت ایک دوسرے سے گہرا تعلق رکھتے ہیں، اور اس تعلق کی بنیاد اخلاقی اقدار پر قائم ہوتی ہے۔ ایک ایسا فرد جو دیانت دار ہو، اختلاف کو برداشت کر سکے، دوسروں کے احساسات کو سمجھتا ہو، وہ نہ صرف ایک متوازن شخصیت کا حامل ہوتا ہے بلکہ ایک کامیاب لیڈر بھی ثابت ہوتا ہے جبکہ اس کے برعکس اخلاقی کمزوری قیادت کو آمریت، خود غرضی اور عدمِ اعتماد میں بدل دیتی ہے، جو کسی بھی ادارے یا معاشرے کے لیے نقصان دہ ہے۔

اچھے اخلاق شخصیت کی تعمیر اور قیادت کی مہارتوں کے لیے ناگزیر حیثیت رکھتے ہیں۔ جدید سائنسی و انتظامی تحقیق کی روشنی میں یہ واضح ہے کہ اخلاقِ حسنہ کے بغیر نہ تو شخصیت میں پختگی پیدا ہو سکتی ہے اور نہ ہی قیادت مؤثر اور پائیدار بن سکتی ہے۔

۳۔ پاکستانی معاشرے کے تناظر میں تجزیاتی جائزہ

پاکستانی معاشرہ مذہبی، خاندانی اور برادری پر مبنی اقدار کا حامل ہے، جہاں اخلاقی رویّے سماجی زندگی میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔ مقامی اور علاقائی مطالعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسے سماجی ڈھانچے جن میں باہمی اعتماد، خاندانی تعاون اور مذہبی اخلاقیات مضبوط ہوں، وہاں سماجی ہم آہنگی نسبتاً بہتر پائی جاتی ہے۔

پاکستان میں کیے گئے تجرباتی مطالعات (خصوصاً تعلیمی اداروں، کمیونٹیز اور Work Places) اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ دیانت، احترام اور تعاون جیسے اخلاقی اصول ادارہ جاتی کارکردگی اور گروہی ہم آہنگی پر مثبت اثر ڈالتے ہیں۔ مثال کے طور پر اسکولوں اور جامعات میں اخلاقی

ماحول طلبہ کے رویّوں، نظم و ضبط اور تعلیمی وابستگی کو بہتر بناتا ہے، جبکہ اخلاقی قیادت (Ethical Leadership) کام کی جگہ پر اعتماد اور ٹیم ورک کو فروغ دیتی ہے۔

اسی طرح سماجی سطح پر دیکھا گیا ہے کہ جہاں اخلاقی کمزوری، بدعنوانی اور خود غرضی کے رجحانات غالب ہوں، وہاں سماجی اعتماد میں کمی، اداروں پر عدم اطمینان اور اجتماعی مسائل میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ شواہد اس امر کی تائید کرتے ہیں کہ پاکستان جیسے ترقی پذیر معاشروں میں اخلاقِ حسنہ نہ صرف سماجی ضرورت بلکہ پالیسی اور اصلاحِ معاشرہ کا ایک مؤثر ذریعہ ہیں۔

مزید برآں، مذہبی اجتماعات، فلاحی تنظیمیں اور رضاکارانہ سرگرمیاں پاکستان میں سماج دوست رویّوں (Prosocial Behaviors) کے فروغ کا اہم ذریعہ ہیں۔ تجرباتی طور پر یہ بات سامنے آئی ہے کہ ایسے افراد جو سماجی و فلاحی سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہیں، وہ نہ صرف نفسیاتی طور پر زیادہ مطمئن ہوتے ہیں بلکہ اپنی کمیونٹی کے ساتھ مضبوط تعلق بھی محسوس کرتے ہیں۔

یہ تجرباتی شواہد اس نتیجے کو تقویت دیتے ہیں کہ اگر تعلیمی نصاب، میڈیا اور پالیسی سازی میں اخلاقی اقدار کو منظم انداز میں شامل کیا جائے تو پاکستانی معاشرے میں سماجی ہم آہنگی، ذہنی صحت اور ادارہ جاتی اعتماد میں نمایاں بہتری لائی جاسکتی ہے۔

۴۔ معاشرتی و اخلاقی تطہیر میں شیخ الاسلام کا کردار

عصرِ حاضر میں امتِ مسلمہ جن فکری، اخلاقی اور سماجی بحرانوں سے دوچار ہے، ان کا حل محض وقتی اصلاحات میں نہیں بلکہ ہمہ گیر اخلاقی تطہیر اور فکری تجدید میں مضمر ہے۔ اس تناظر میں مجدد المئۃ الحاضرہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ ایک ایسی ہمہ جہت دینی و علمی شخصیت ہیں جنہوں نے اس کی ضرورت کو شدت سے محسوس کرتے ہوئے فرد اور معاشرے دونوں کی اخلاقی تطہیر و اصلاح کو اپنی دعوت، فکر اور عملی جدوجہد کا موضوع بنایا ہے۔

شیخ الاسلام کی فکر کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ تزکیۂ نفس، اصلاحِ احوالِ اُمت اور تطہیرِ اخلاق اور معاشرہ کو ایک مربوط نظام کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک فرد کی اخلاقی اصلاح کے بغیر اجتماعی اصلاح ممکن نہیں اور اجتماعی ماحول کی اصلاح کے بغیر فرد کی اخلاقی پختگی برقرار نہیں رہ سکتی۔

شیخ الاسلام کی تصنیفی خدمات اخلاقی تطہیر کے باب میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کی کتب اور خطابات میں اخلاقی موضوعات کو نہایت علمی، استدلالی اور عصری اسلوب میں پیش کیا گیا ہے۔ خصوصاً اُنہوں نے سیرتِ نبوی کو بطور اخلاقی نمونہ پیش کرتے ہوئے تزکیۂ نفس، اصلاحِ احوال، امن، رواداری

اور انسانی احترام کی ضرورت پر زور دیا ہے، جب کہ اس کے مقابلہ میں رذائلِ اخلاق، شدت پسندی اور فرقہ واریت کا فکری رد فرمایا ہے۔ ان کی تحریریں محض نظری مباحث نہیں بلکہ عملی رہنمائی فراہم کرتی ہیں، جو فرد کو اپنی ذات سے آغاز کر کے معاشرے کی اصلاح کی طرف لے جاتی ہیں۔

(۱) منہاج القرآن: معاشرتی اصلاح اور اخلاقی تطہیر کی عملی تحریک

شیخ الاسلام نے مصطفوی معاشرہ کی تشکیل کے لیے منہاج القرآن انٹرنیشنل کے پلیٹ فارم سے اخلاقی تطہیر کو ادارہ جاتی شکل دی۔ تعلیمی ادارے، تربیتی پروگرامز، اصلاحی خطابات اور فکری نشستیں یہ سب فرد سازی اور معاشرہ سازی کے منظم ذرائع ہیں۔ منہاج القرآن کے تحت نوجوانوں کی فکری و اخلاقی تربیت، خواتین میں اخلاقی و دینی شعور کی بیداری، بین المذاہب و بین المسالک ہم آہنگی، امن، برداشت اور مکالمہ کی ترویج یہ تمام اقدامات معاشرتی اخلاقیات کی عملی تطہیر کا مظہر ہیں۔

شیخ الاسلام کا ایک نمایاں کارنامہ اخلاقی انحراف اور مذہبی انتہاپسندی کے خلاف مدلل اور جرات مندانہ موقف ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ تشدید، تعسیر، تنفیر اور تکفیر اسلامی اخلاقیات سے صریحاً متصادم ہیں۔ ان کی علمی کاوشوں نے یہ ثابت کیا کہ حقیقی اسلامی معاشرہ امن، عدل، رحم اور انسانی وقار پر قائم ہوتا ہے۔

(۲) عصرِ حاضر میں شیخ الاسلام کی اصلاحِ معاشرہ کے لیے خدمات کی اہمیت

عالمی سطح پر اخلاقی بحران، مذہبی تصادم اور سماجی انتشار کے اس دور میں شیخ الاسلام کی فکر ایک متوازن، معتدل اور اخلاقی اسلامی بیانیہ فراہم کرتی ہے۔ ان کی دعوت فرد کو باطن کی اصلاح، اور معاشرے کو عدل و اخلاق کی بنیاد پر استوار کرنے کی تلقین کرتی ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اخلاقی تطہیر کو محض ایک نظری موضوع نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر تحریک کی صورت دی۔ ان کی علمی، فکری اور عملی کاوشیں فرد سازی اور معاشرہ سازی کا ایسا ماڈل پیش کرتی ہیں جو عصرِ حاضر کی اخلاقی و سماجی پیچیدگیوں کا مؤثر حل فراہم کرتا ہے۔

معاشرتی و اخلاقی تطہیر کے میدان میں ان کا کردار نہ صرف قابلِ تحسین ہے بلکہ آئندہ نسلوں کے لیے ایک روشن فکری و عملی رہنمائی بھی ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اخلاق کو عبادات، معاملات، سیاست اور معاشرت ہر سطح پر اسلام کی اساس کے طور پر پیش کیا اور اسے محض واعظانہ گفتگو تک محدود نہیں رکھا بلکہ ایک منظم فکری و عملی پروگرام کی صورت دی ہے۔

آپ نے تحریک منہاج القرآن کے رفقاء، اراکین اور کارکنان کے لیے اخلاقی، روحانی اور فکری بالیدگی کے لیے ایک جامع نصاب ترتیب دیا ہے۔ تحریک منہاج القرآن کی مجلس شوریٰ کے حالیہ اجلاس منعقدہ نومبر 2025ء میں شیخ الاسلام نے گفت گو کرتے ہوئے فرمایا:

مصطفوی انقلاب کے مستقبل کا وِژن اِن پانچ ذرائع پر ہے:

۱۔ علم　　۲۔ دعوت　　۳۔ فکر
۴۔ سیرت　　۵۔ فلاح

مراکزِ علم اور نظامت دعوت کے ذریعے اب ہم نے ان پانچ چیزوں پر فوکس کرنا ہے۔ اگر مراکز علم کا ہدف حاصل کرنا ہے تو ہم میں سے ہر ایک کو معلم بننا پڑے گا اور معلم بننے کے لیے ضروری ہے متعلم بننا۔ ہم سب کو داعی بننا پڑے گا تاکہ اس فکر کا کیر یئر بنیں اور امت کی اصلاح کی جا سکے۔

اس کے لیے درج ذیل نصاب کا تعین کیا جا رہا ہے۔ جہاں بھی دعوت و علم کا کام ہو گا وہاں یہی نصاب پڑھایا جائے گا اور ہر رفیق پر واجب ہے کہ اس نصاب کو بار بار پڑھے۔ اس میں درج ذیل کتب شامل ہیں:

۱۔ عرفان القرآن　　۲۔ الروض الباسم
۳۔ منہاج الصالحین　　۴۔ منہاج العقائد
۵۔ منہاج الاحکام　　۶۔ سیرتِ طیبہ

اس نصاب کا بنیادی مقصد معاشرے کے ان سات عناصر کی اصلاح اور تربیت ہے کہ جن کے مثالی ہو جانے سے ہی ایک معاشرہ مثالی کہلا سکتا ہے:

۱۔ مثالی ماں　　۳۔ مثالی مسکن　　۳۔ مثالی مکتب
۴۔ مثالی مسجد　　۵۔ مثالی معلم　　۶۔ مثالی معیشت
۷۔ مثالی معاشرت

جتنا ہم ان عناصر کو نکھارتے جائیں گے اتنا اپنی منزل مصطفوی معاشرہ کی تشکیل کے قریب ہوتے جائیں گے۔ گویا یہ نصاب معاشرہ کی اخلاقی تطہیر کا جامع لائحہ عمل ہے۔

ذیل میں ہم اس نصاب کی ایک اہم کتاب اَلرَّوْضُ الْبَاسِمِ مِنْ خُلُقِ النَّبِیِّ الْخَاتِمِ ﷺ کا مختصر جائزہ پیش کرتے ہیں:

۵۔ اَلرَّوْضُ الْبَاسِمِ مِنْ خُلُقِ النَّبِیِّ الْخَاتِمِ ﷺ کا تعارف

اس نصاب کی پہلی کتاب اَلرَّوْضُ الْبَاسِمِ مِنْ خُلُقِ النَّبِیِّ الْخَاتِمِ ﷺ سے مُعَنْوَن ہے، جو گزشتہ سال طبع ہو کر منظرِ عام پر آئی ہے۔ شیخ الاسلام کی یہ کتاب دراَصل 60 جلدوں پر مشتمل Encyclopedia of Sunna کا حصہ ہے۔ اس ایمان افروز کتاب میں آیاتِ

بینات، اَحادیث مبارکہ، آثارِ صحابہ اور سلف صالحین اور ائمہ کرام کے اَقوال کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا اُسوۂ حسنہ کیا تھا، آپ ﷺ نے کن اَخلاقِ حسنہ کی تعلیم فرمائی اور کن اَخلاقِ سیئہ سے اِجتناب کرنے کی تلقین فرمائی۔ اِسلام کا سچا پیروکار تاجدارِ اَنبیاء ﷺ کی خُلقی صفات سے آراستہ و پیراستہ ہوتا ہے اور اَخلاقِ محمدی کا پَرتَو ہوتا ہے۔ وہ ایک ذمہ دار فرد کی حیثیت سے اپنے اَخلاق و کردار کے ذریعے مصطفوی معاشرے کی تشکیل اور مثالی اِسلامی معاشرے کے قیام میں بھرپور حصہ لیتا ہے۔

شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ کی اس ایمان اَفروز اور روح پرور تصنیف کا منہج اور اُسلوب یہ ہے کہ اس میں کل 16 اَبواب قائم کیے گئے ہیں اور ہر باب کے ذیل میں متعدد فصول بنائی گئی ہیں۔ فصول کے تحت جہاں ممکن ہوا، قرآنی آیات کی سرخی - اَلْقُرْآن - بنا کر متعلقہ آیات بھی درج کی گئی ہیں۔ پھر ہر فصل میں اَلْحَدِیْث کی سرخی کے تحت مختلف ذیلی سرخیاں بھی بنائی گئی ہیں۔ فصل کے آخر میں جہاں ممکن ہوا، آثار و اقوال کی سرخی کے تحت ائمہ و سلف صالحین کے اقوال دیے گئے ہیں۔ یوں اِس تالیفِ لطیف میں 600 سے زائد آیاتِ مبارکہ، 2,300 سے زائد اَحادیثِ مبارکہ اور 700 سے زائد آثار و اَقوال شامل ہیں۔

آپ نے اِس تصنیفِ لطیف کی چار جلدوں میں 16 اَبواب کو یوں تقسیم کیا ہے:

☆ پہلی جلد میں درج ذیل 7 اَبواب شامل ہیں:

۱۔ وَصْفُ خُلُقِ النَّبِيِّ ﷺ
(حضور نبی اکرم ﷺ کے اَخلاقِ عظیمہ کا تذکرہ)

۲۔ خُلُقُ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ النَّاسِ فِي الْبِرِّ وَالصَّلَاحِ وَالْفَلَاحِ
(نیکی، بھلائی اور فلاح و بہبود کے باب میں حضور ﷺ کے اَخلاقِ مبارکہ)

۳۔ خُلُقُ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْإِحْسَانِ بِالْوَالِدَيْنِ
(والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کے باب میں حضور ﷺ کے اَخلاقِ مبارکہ)

۴۔ خُلُقُ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ الْأَطْفَالِ وَالْأَوْلَادِ
(بچوں اور اَولاد کے ساتھ شفقت و محبت کے باب میں حضور ﷺ کے اَخلاقِ مبارکہ)

۵۔ خُلُقُ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ الْبَنَاتِ وَالْأَخَوَاتِ
(بیٹیوں اور بہنوں کے ساتھ شفقت و محبت کے باب میں حضور ﷺ کے اَخلاقِ مبارکہ)

٦۔ خُلُقُ النَّبِيِّ ﷺ عَنْ صِلَةِ الْأَرْحَام
(خونی رشتوں کے ساتھ اِحسان کے باب میں حضور ﷺ کے اَخلاقِ مبارکہ)

٧۔ خُلُقُ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ النِّسَاءِ
(خواتین کے ساتھ حسنِ سلوک کے باب میں حضور ﷺ کے اَخلاقِ مبارکہ)

☆ دوسری جلد میں درج ذیل 7 ابواب شامل ہیں:

٨۔ خُلُقُ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ الزَّوْجَيْنِ
(میاں بیوی کے باہمی تعلق کے باب میں حضور ﷺ کے اَخلاقِ مبارکہ)

٩۔ خُلُقُ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ الْجِيْرَانِ
(ہمسایوں کے ساتھ حسنِ سلوک کے باب میں حضور ﷺ کے اَخلاقِ مبارکہ)

١٠۔ خُلُقُ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ عَامَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ
(عام مسلمانوں کے ساتھ حسنِ سلوک کے باب میں حضور ﷺ کے اَخلاقِ مبارکہ)

١١۔ خُلُقُ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ غَيْرِ الْمُسْلِمِيْن
(غیر مسلموں کے ساتھ حسنِ سلوک کے باب میں حضور ﷺ کے اَخلاقِ مبارکہ)

١٢۔ خُلُقُ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ الْعُصَاةِ والْمُنَافِقِيْنَ
(گنہگاروں اور منافقوں کے ساتھ حسنِ سلوک کے باب میں حضور ﷺ کے اَخلاقِ مبارکہ)

١٣۔ خُلُقُ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ الْمَسَاكِيْنَ وَالْمَحْرُوْمِيْنَ
(معاشرے کے محروم طبقات کے ساتھ حسنِ سلوک کے باب میں حضور ﷺ کے اَخلاقِ مبارکہ)

١٤۔ مُلَاطَفَةُ النَّبِيِّ ﷺ بِالْحَيَوَانَاتِ وَالنَّبَاتَاتِ
(حیوانات اور نباتات کے ساتھ حضور ﷺ کی رحمت و شفقت)

☆ چار جلدوں میں سے تیسری جلد ضخیم ترین ہے۔ اس میں اَخلاقِ حسنہ کے فضائل اور تعلیماتِ نبویہ کے بیان پر مشتمل درج ذیل جامع اور ایک ہی باب ہے:

١٥۔ فَضَائِلُ الْأَخْلَاقِ الْحَسَنَةِ وَالتَّعْلِيْمَاتُ النَّبَوِيَّةُ
(اَخلاقِ حسنہ کے فضائل اور تعلیماتِ نبویہ)

☆ چوتھی جلد میں اَخلاقِ سیئہ کے معائب و نقائص اور رذائل و قبائح کا تفصیلی بیان ہے۔

١٦۔قَبَائِحُ الْأَخْلَاقِ السَّيِّئَةِ وَالتَّعْلِيْمَاتُ النَّبَوِيَّةُ

(اَخلاقِ سیئہ کی قباحتیں اور تعلیماتِ نبویہ)

مذکورہ بالا عناوین اِس کتاب کی جامعیت اور آفاقیت پر شاہد عادل ہیں۔ یہ کتاب درحقیقت تعمیرِ شخصیت اور کردار سازی کے لیے ایک جامع دستور اور انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔اِس میں عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق عنوان بندی قائم کرتے ہوئے personality development اور leadership skills پر آیات و احادیث اور آثار و اَقوال کا خصوصی اِلتزام کیا گیا ہے۔ مسلم سماج کو دیگر معاشروں سے منفرد و ممتاز کرنے کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ نے عمدہ اقدار اور اَعلیٰ اَخلاق مثلاً نرم خوئی، خندہ پیشانی، حسنِ کلام، صلہ رحمی، حلم و بردباری، عفو و درگزر، پردہ پوشی، سخاوتِ نفس، امانت و دیانت، صدق و وفا، زُہد و ورع، جود و سخا، تسلیم و رضا، شفقت و ملاطفت، اُلفت و محبت اور عجز و انکساری جیسے بے شمار شخصی محاسن کو مسلم معاشرے کا جُزوِ لَا یَنفک بنا دیا۔

اس طرح ظلم و ناانصافی اور جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بھٹکتی ہوئی انسانیت کو آپ ﷺ نے دینِ اسلام کی ضیا پاشیوں سے ایسے منوّر و تاباں فرمایا کہ اَب ابنِ آدم تا قیامِ قیامت آپ ﷺ کی سیرتِ مقدسہ سے اِکتسابِ فیض کرنا باعثِ اِفتخار گردانتا رہے گا۔

یہ بات کہنا بے جا نہ ہو گا کہ شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ کا مرتب کردہ اخلاقی و روحانی نصاب اِنفرادی (individual) اور اِجتماعی (collective) ہر دو سطحوں پر بہترین اور معیاری اَخلاقیات کی اَفزودگی اور ترویج کے لیے ایک نسخہ کیمیا اور دستور کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر اس نصاب میں درج اخلاقی و روحانی تعلیمات کو کسی معاشرے کے افراد اپنے عمل کے سانچے میں ڈھال لیں تو وہ معاشرہ حقیقی معنوں میں مصطفوی معاشرہ بن سکتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں اِس نصاب کو حرزِ جاں بنانے، اس میں درج تعلیمات کو اپنانے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ کو عمرِ خضر عطا فرمائے کہ وہ اِس طرح کی حیات آفریں اور نفع بخش تالیفات اُمت و انسانیت کو عطا فرماتے رہیں اور خلقِ خدا تا اَبد ان کے علم سے مستفید و مستفیض ہوتی رہے۔ آمین بجاہِ سیدالمرسلین ﷺ

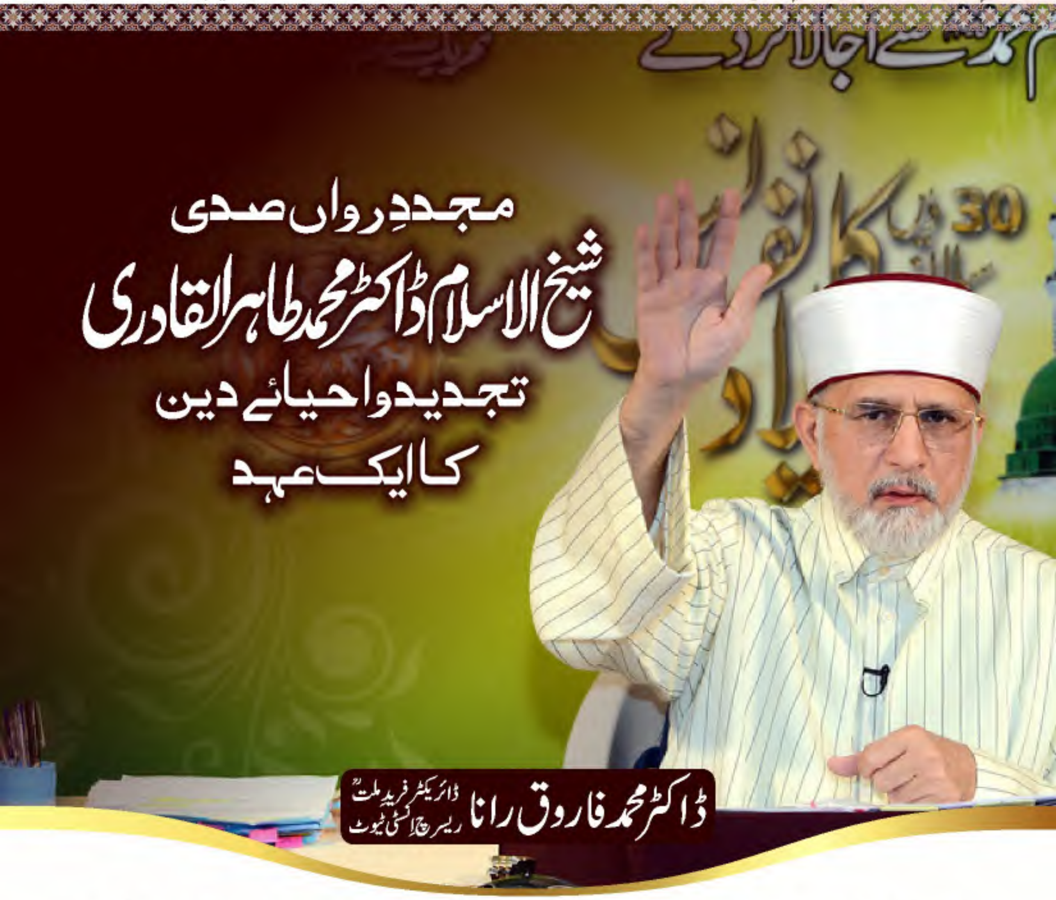

مجددِ رواں صدی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری تجدید و احیائے دین کا ایک عہد

ڈاکٹر محمد فاروق رانا
ڈائریکٹر فریدِ ملت ؒ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ

کسی بھی شخصیت کی علمی قد و قامت کا اندازہ اِس بات سے لگایا جاتا ہے کہ دنیا کے معتبر تعلیمی اور تحقیقی اداروں نے اسے کس حد تک موضوعِ بحث بنایا ہے۔ مُجَدِّدُ الْمِئَةِ الْحَاضِرَة شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری عصرِ حاضر کی وہ ہمہ جہت شخصیت ہیں جن کی تجدیدی واِحیائی، علمی و فکری، فلاحی و سماجی اور سیاسی خدمات نے نہ صرف عالمِ اسلام بلکہ عالمی برادری پر گہرے نقوش مرتب کیے ہیں۔ آپ کی فکر کا خاصہ قدامت اور جدت کا وہ حسین امتزاج ہے جو ایک طرف اسلام کی کلاسیکی اساس سے جڑا ہے اور دوسری طرف جدید دور کے پیچیدہ مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔

گزشتہ چند دہائیوں میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصانیف، خطابات اور ان کی قائم کردہ عالمی تحریک ''منہاج القرآن اِنٹرنیشنل'' نے عالمی سطح پر محققین کی توجہ اپنی جانب مبذول کروائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج یورپ، امریکہ، آسٹریلیا، مشرقِ وسطیٰ اور ایشیا کی نامور یونی ورسٹیوں میں آپ کی 'تجدیدی خدمات'، 'امن بیانیے (Counter-Terrorism Narrative)'، 'سیرت نگاری'، 'اسلامی معاشیات'، 'تصوف' اور 'سیاسی نظریات'

پر MA,BS، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح کے اعلیٰ پایہ کے مقالہ جات لکھے جارہے ہیں۔ یہ تحقیقی کام اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی فکر عالمی سطح پر ایک 'متبادل بیانیے' کے طور پر اُبھری ہے، جو انتہا پسندی کے خاتمے اور اِنسانی اَقدار کے فروغ میں کلیدی کردار ادا کررہی ہے۔

اگر BS، B.Ed، MA، M.Ed سطح پر شیخ الاسلام اور ان کی خدمات پر ہونے والے مقالہ جات کا ذکر کیا جائے تو اس کے لیے بیسیوں صفحات درکار ہیں۔ اس لیے زیرِ نظر مضمون میں ان تحقیقی کاموں میں سے صرف ایم فل اور Ph.D سطح کے مقالہ جات کا ایک مختصر جائزہ پیش کیا جارہا ہے، جن پر دنیا کی مختلف جامعات میں کام کیا گیا ہے:

۱۔ ڈاکٹر محمد رفیق حبیب الازہری نے اسکاٹ لینڈ (UK) کی University of Aberdeen سے شیخ الاسلام کی ideology کے تقابلی پہلو پر درج ذیل عنوان سے PhD کا مقالہ لکھا ہے:

A classical Analysis of the Ideology of Dr Muhammad Tahir-ul-Qadri with Special Reference to Islamic Revivalism

۲۔ پیرس (فرانس) میں National Institute of Oriental Languages and Civilizations میں اسلامک اسٹڈیز کے ایسوسی ایٹ پروفیسر Francesco Chiabotti نے فرانسیسی زبان میں The posthumous fortune of the hadith reported by Qushayri in the Risala کے عنوان سے 750 صفحات کا PhD کا مقالہ لکھا ہے۔ اس میں شیخ الاسلام اور آپ کی کتاب المرویات القشیریۃ کو quote کیا گیا ہے۔

۳۔ نیدرلینڈ میں Free University of Amsterdam کے Faculty of Social Sciences میں درج ذیل عنوان کے تحت PhD کا مقالہ پیش کیا گیا:

Purification of Hearts: Rituals, Devotion and Re-creation among the Minhaj-ul-Quran followers in Europe

۴۔ ڈاکٹر سمرہ مرسلین نے انگلینڈ کی ممتاز ''کوونٹری یونیورسٹی'' سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے امن بیانیہ پر پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ان کے مقالہ کا موضوع تھا:

"Islamic Theology as a Counter-Narrative to Terrorism: Analysing the Content, Extent and Impact of Dr Muhammad Tahir-ul-Qadri's Works on Counter-Terrorism"

۵۔ امریکہ میں اٹلانٹا (جارجیا) کی Emory University میں ثمر شعیب نے PhD کا مقالہ لکھا، جس کا عنوان یہ ہے:

Fulfilling the Mission: Minhaj-ul-Qur'an, Women's Authority and Reinstilling Love for the Prophet (pbuh)

۶۔ شیخ الاسلام کے تصورِ ولایت پر المصطفیٰ یونیورسٹی قم (ایران) میں ڈاکٹر فدا حسین عابدی نے ۔'مرجعیتِ علمی اَہل بیتِ اَطہار پر ڈاکٹر طاہر القادری کا نکتہ نظر' کے عنوان سے Ph.D کا مقالہ لکھا ہے۔

۷۔ یوسف جمالی نے المصطفیٰ یونیورسٹی قم (ایران) سے "تحلیل نقد ہای ڈاکٹر طاہر القادری بر سلفیہ وہابی باتاکید بر بررسی روش شناسی در موضوعاتِ توسل وشفاعت" (Analysis of Dr Tahir al-Qadri's criticisms of Salafiyya and Wahhabi with Emphasis on Examining Methodology in the Issues of Intermediation and intercession) کے موضوع پر PhD کا مقالہ لکھا ہے۔

۸۔ حیدر آباد انڈیا کی مولانا آزاد نیشنل یونی ورسٹی میں احمد ولی اللہ صدیقی نے "منہاج القرآن پبلی کیشنز کی اردو سے انگریزی میں ترجمہ کردہ کتابوں کا ایک جائزہ" کے موضوع پر Ph.D کا مقالہ لکھا۔

۹۔ بنگلادیش کی چٹاگانگ یونی ورسٹی میں شعبہ اِسلامیات کے اسسٹنٹ پروفیسر محمد مرشد الحق نے PhD کی سطح پر بنگالی زبان میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی فکر اور شخصیت پر مقالہ لکھا ہے۔ مقالہ کا عنوان ہے:

Dr Muhammad Tahir-ul-Qadri: His contribution in the dissemination of Islamic Education

۱۰۔ بنگلادیش کی چٹاگانگ یونی ورسٹی میں شعبہ عربی کے طالب علم محمد محی الدین PhD کی سطح پر بنگالی زبان میں "تصوف کے اِحیاء اور فروغ میں ڈاکٹر طاہر القادری کا کردار" کے موضوع پر مقالہ لکھا:

Dr Tahir-ul-Qadri's Contribution to the Revivalism and Spread of Tasawwuf

۱۱۔ ڈاکٹر نعیم انور نعمانی نے کراچی یونی ورسٹی سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی علم الحدیث میں خدمات پر PhD کا مقالہ لکھا۔

۱۲۔ غلام احمد خان نے منہاج یونی ورسٹی لاہور میں ''حسن البناء، سید مودودی اور ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے سیاسی افکار کا تقابلی مطالعہ'' کے موضوع پر مقالہ لکھا۔

۱۳۔ محمد فاروق رانا نے دی یونی ورسٹی آف لاہور سے ''مرجعِ ضمیر کا تعین (معروف اُردو تراجم قرآن کا تقابلی جائزہ)'' کے موضوع پر PhD کا مقالہ لکھا۔ اِس مقالہ میں معروف مکتبہ ہائے فکر کے 6 نمائندہ مترجمین کے تراجمِ قرآن کو زیرِ بحث لایا گیا ہے اور ان میں ایک ترجمہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا ''عرفان القرآن'' ہے۔

۱۴۔ سید محمد ثاقب گیلانی نے دی یونی ورسٹی آف لاہور سے ''اُردو مترجمین قرآن کے اصول ترجمہ کا تقابلی جائزہ'' کے موضوع پر PhD کا مقالہ لکھا۔ اِس مقالہ میں 11 تراجمِ قرآن کو زیرِ بحث لایا گیا ہے جن میں سے ایک ترجمہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا ''عرفان القرآن'' ہے۔

۱۵۔ محمد رفیق نجم نے منہاج یونی ورسٹی لاہور سے ''علوم اسلامیہ کی تشکیل جدید میں ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی خدمات کا تحقیقی جائزہ'' کے موضوع پر PhD کا مقالہ لکھا۔

۱۶۔ ایران میں ''شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری کی فکری و دینی کاوشیں'' کے عنوان سے یونس حیدری نے ایم فل کا مقالہ لکھا ہے۔

۱۷۔ مسلم دنیا کی قدیم ترین یونی ورسٹی جامعہ ازہر، قاہرہ میں کلیۃ اللغات والترجمۃ کے تحت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے عظیم علمی شاہکار 'سیرۃ الرسول ﷺ' کی نویں جلد پر نادیہ محمود جمعہ نے MPhil کا مقالہ لکھا ہے۔

۱۸۔ جامعہ ازہر کے کلیۃ اللغات والترجمۃ میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی ضخیم کتاب ''کتاب التوحید (جلد اول)'' پر استاذہ امل نے MPhil کا مقالہ لکھا ہے۔

۱۹۔ حافظ محمد ادریس الازہری نے جامعہ ازہر کے کلیۃ أصول الدین کی قسم الدعوۃ الإسلامیۃ کے تحت منظمۃ منہاج القرآن الباکستانیۃ ودورھا فی تبلیغ الدعوۃ وخدمۃ الأمۃ الإسلامیۃ کے عنوان سے MPhil کا مقالہ لکھا گیا ہے۔

۲۰۔ ارشاد حسین سعیدی نے کراچی یونی ورسٹی سے "اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی خدمات کا تحقیقی مطالعہ " کے موضوع پرMPhil کا مقالہ لکھا ہے۔

۲۱۔ ذکاءاللہ عباسی نے ناردرن یونی ورسٹی نوشہرہ خیبر پختونخواہ سے 'سیرۃ الرسول ﷺ کا لسانی جائزہ (پہلی دو جلدیں)'پرMPhil کا مقالہ لکھا ہے۔

۲۲۔ جی۔ سی۔ یونی ورسٹی فیصل آباد کے شعبہ علومِ اِسلامیہ میں سائرہ مہوش نے ''اِسلامی اِقتصادیات کے حوالے سے ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصانیف کا توضیحی مطالعہ'' کے موضوع پر MPhil کا مقالہ لکھا۔

۲۳۔ مہر طلحہ نواز لالی نے سرگودھا یونی ورسٹی سے شیخ الاسلام کی سوانح، سیاسی جدو جہد، دعوتی و تبلیغی خدمات، فلاحی خدمات، عوام الناس میں مقبولیت، آپ کے بے مثال ویژن اور پاکستان عوامی تحریک کے ملکی سیاست پر اثرات پر History Politics of Pakistan Awami Tehreek کے موضوع پر ایم فل کا مقالہ لکھا۔

۲۴۔ حسان منہاج الدین نے یونی ورسٹی آف لاہور سے 'پاکستان میں جدید تعلیم کے فروغ میں مدارس و جامعات کا کردار: منہاج القرآن انٹر نیشنل کی خدمات کا جائزہ' کے موضوع پرMPhil سطح کا مقالہ لکھا ہے۔

۲۵۔ بہاؤالدین زکریا یونی ورسٹی میں 'ملکی سیاست میں عورتوں کا کردار (ڈاکٹر طاہر القادری کے افکار کی روشنی میں)' کے موضوع پرMPhil سطح کا مقالہ لکھا گیا ہے۔

۲۶۔ بہاؤالدین زکریا یونی ورسٹی میں 'ڈاکٹر طاہر القادری اور مولانا مودودی کے سیاسی اَفکار کا تقابلی جائزہ' کے عنوان سے MPhil سطح کا مقالہ لکھا گیا ہے۔

۲۷۔ بہاؤالدین زکریا یونی ورسٹی میں 'عالمی سطح پر قیامِ اَمن کے سلسلے میں ڈاکٹر طاہر القادری کی خدمات' کے عنوان سے MPhil سطح کا مقالہ لکھا گیا ہے۔

۲۸۔ بہاؤالدین زکریا یونی ورسٹی میں 'ڈاکٹر طاہر القادری اور جاوید غامدی کے معاشی اَفکار کا تقابلی جائزہ' کے عنوان سے MPhil سطح کا مقالہ لکھا گیا ہے۔

۲۹۔ بہاؤالدین زکریا یونی ورسٹی میں 'حرکت زمین کے حوالے سے امام احمد رضا اور ڈاکٹر طاہر القادری کے اَفکار کا تقابلی جائزہ' کے عنوان سے MPhil سطح کا مقالہ لکھا گیا ہے۔

۳۰۔ منہاج یونی ورسٹی لاہور میں MPhil کی سطح پر 'شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے تفسیری تفردات' پر محمد حسین آزاد نے مقالہ مکمل کیا۔

۳۱۔ منہاج یونی ورسٹی لاہور میں وحید عزید نے MPhil اُردو کی سطح پر ''اقبال اور طاہر القادری کا فلسفہ انقلاب'' کے موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھا ہے۔

۳۲۔ زاہد بشیر نے منہاج یونی ورسٹی لاہور سے "ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے اِسلامی اِقتصادی اِفکار" کے موضوع پر MPhil کا مقالہ لکھا۔

۳۳۔ ''مولانا سید ابو الاعلی مودودی اور ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے تعلیمی نظریات/خدمات'' پر رحمت اللہ اچکزئی نے بلوچستان یونی ورسٹی سے MPhil کا مقالہ لکھا۔

۳۴۔ محمد رفیق نجم نے دی یونی ورسٹی آف فیصل آباد میں ''سیرۃ النبی ﷺ از مولانا شبلی نعمانی اور سیرۃ الرسول ﷺ از ڈاکٹر طاہر القادری کا تقابلی جائزہ'' کے موضوع پر MPhil کا مقالہ لکھا۔

۳۵۔ اَسرار حسین معاویہ نے گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی فیصل آباد میں ''آسان ترجمۃ القرآن از مفتی تقی عثمانی، عرفان القرآن از ڈاکٹر طاہر القاری اور تیسیر القرآن از عبد الرحمان کیلانی کا تقابلی مطالعہ'' کے موضوع پر MPhil کا مقالہ لکھا۔

۳۶۔ اِرم صبا نے قرطبہ یونی ورسٹی آف سائنس اینڈ اِنفارمیشن ٹیکنالوجی، ڈیرہ اِسماعیل خان میں ''شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی اَربعینات کا تحقیقی جائزہ'' کے موضوع پر MPhil کا مقالہ لکھا۔

۳۷۔ محمد سلیم نے MPhil کی سطح پر پنجاب یونی ورسٹی (شعبہ عربی) میں إسهام كلية الشريعة بمنهاج القرآن فی نشر اللغة العربية وآدابها کے عنوان سے مقالہ لکھا۔ اس مقالہ میں کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز کا تعارف اور عربی زبان وادب کی اشاعت میں اس کے کردار کے حوالے سے مفصل تحقیق کی گئی ہے۔

۳۸۔ جاوید اقبال نے MPhil کی سطح پر منہاج یونی ورسٹی لاہور (شعبہ عربی) میں تربية الأطفال فی الأدب الدینی للدکتور محمد طاهر القادری (دراسة تحليلية) کے عنوان سے مقالہ لکھا۔ مقالہ نگار نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے دینی لٹریچر (کتب و خطابات) میں بچوں کی تربیت اور تعمیرِ شخصیت کے حوالے سے پائے جانے والے مواد پر تحقیق کی ہے، اور اس کا تجزیہ کیا ہے۔

۳۹۔ سلمیٰ بتول نے منہاج یونی ورسٹی لاہور میں MPhil علومِ اسلامیہ کے لیے ''ترجمہ عرفان القرآن از ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے اِعتقادی مباحث کا تحقیقی جائزہ (توحید، رِسالت، عصمتِ انبیاء)'' کے موضوع پر مقالہ لکھا۔

۴۰۔ محمد علی قادری نے منہاج یونی ورسٹی لاہور سے MPhil علومِ اِسلامیہ کے لیے ''عرفان القرآن از ڈاکٹر محمد طاہر القاری کی سائنسی تعبیرات کا تحقیقی جائزہ'' کے موضوع پر مقالہ لکھا۔

۴۱۔ محمد حسین نے منہاج یونی ورسٹی لاہور میں MPhil کے لیے درج ذیل موضوع پر مقالہ لکھا:

Reality of Philosophy of Islamic Revolution (Comparison between Maulana Obaid Allah Sindhi and Dr Muhammad Tahir-ul-Qadri)

۴۲۔ انیلا افضل نے منہاج یونی ورسٹی لاہور سے MPhil اُردو کے لیے ''عرفان القرآن از ڈاکٹر محمد طاہر القاری کے تخصصات: اِکیسویں صدی کے نثری تراجمِ قرآن کے تناظر میں'' کے موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھا۔

۴۳۔ یونی ورسٹی آف اوسلو (ناروے) میں Katheryne Syversen نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے تاریخی فتویٰ کا تجزیہ کرتے ہوئے ماسٹر زلیول کا مقالہ لکھا۔ اس کا عنوان تھا:

The Dogs of Hell: A discourse analysis of the Fatwa on Terrorism and Suicide Bombings

۴۴۔ جاپان کی Meiji Gakuin University کے اسسٹنٹ پروفیسر Dr. Reiko Okawa نے تحقیقی جریدے International & Regional Studies میں جاپانی زبان میں درج ذیل موضوع پر مضمون لکھا تھا:

Muslim Thought on Counter-Terrorism and Its Educational Practice in the UK Tahir-ul-Qadri's FATWA (Legal Opinion)

مذکورہ بالا فہرست اور تحقیقی کاموں کا جائزہ لینے کے بعد یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ مُجَدِّدُ الْمِئَةِ الْحَاضِرَة شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی فکر کسی ایک مسلک، گروہ یا ملک تک محدود نہیں بلکہ یہ فلاحِ اِنسانیت کا عالمی منشور بن چکی ہے۔ آپ کی فکر پر دنیا کے 5 براعظموں کی نامور جامعات میں تحقیق ہو رہی ہے۔ یہ تحقیق صرف مذہب تک محدود نہیں بلکہ معاشیات، عمرانیات، حقوقِ نسواں، عالمی امن اور سائنسی تعبیرات جیسے جدید موضوعات کا احاطہ کرتی ہے۔ برطانیہ کی کوونٹری یونی ورسٹی سے لے کر مصر کی جامعہ ازہر تک، اور ناروے کی اوسلو یونی ورسٹی سے لے کر امریکہ کی ایموری یونی ورسٹی تک، محققین کا آپ کی فکر پر تحقیق کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ کا علمی کام عصری تقاضوں کے عین مطابق ہے۔

ہر جگہ آپ کی تصانیف کو مستند حوالہ (Authentic Reference) مانا جا رہا ہے۔ خاص طور پر دہشت گردی کے خلاف آپ کا تاریخی فتویٰ اور امن بیانیہ (Peace Narrative) عالمی سطح پر اسلام کا وہ روشن چہرہ پیش کر رہا ہے جس کی آج پوری دنیا کو ضرورت ہے۔ ان مقالہ جات کا تنوع، جس میں معاشیات، عمرانیات، لسانیات، اور سیاسیات جیسے علوم شامل ہیں، آپ کی شخصیت کی ہمہ گیریت (versatility) کو ظاہر کرتا ہے۔ صرف اردو یا انگریزی ہی نہیں بلکہ فرانسیسی، جاپانی، بنگلہ اور عربی زبانوں میں تحقیق ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا پیغام زبان کی حدیں عبور کر چکا ہے۔ یہ اَمر بھی ملحوظ رہے کہ ہم نے اِس مختصر مضمون میں تمام تحقیقی مقالات کا اِحاطہ نہیں کیا، بلکہ اِختصار کے پیشِ نظر محدود رکھا ہے؛ وگرنہ ماسٹرز، الشہادۃ العالمیۃ اور بی۔ ایس کی سطح پر بے شمار مقالات جات مختلف جامعات میں لکھے گئے ہیں۔ دعا ہے کہ باری تعالیٰ ہمیں مُجَدِّدُ الْمِئَةِ الْحَاضِرَة شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تجدیدی واِحیائی خدمات سے کماحقہٗ مستفید ہونے کا فہم عطا فرمائے۔

شیخ الاسلام کی فکری راہ نمائی میں مدارسِ دینیہ کے نصابِ تعلیم کی تشکیلِ نو

عین الحق بغدادی
ناظم امتحانات
نظام المدارس پاکستان

تعلیم کسی قوم کا محض ایک شعبہ نہیں بلکہ اس کی روح، فکر اور تہذیبی شناخت ہوتی ہے۔ اگر یہ روح منقسم ہو جائے تو قوم کی فکری وحدت پارہ پارہ ہو جاتی ہے اور اگر یہ متوازن، ہمہ گیر اور بامقصد ہو تو وہی قوم تاریخ کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتی ہے۔

اسلامی تہذیب کی تاریخ اس حقیقت کی روشن مثال ہے کہ جب مسلمانوں نے علم کو وحدت کے ساتھ اپنایا — جہاں مسجد اور مکتب، عبادت اور تجربہ، وحی اور عقل ایک ہی فکری نظام کے اجزاء تھے — تو انہوں نے نہ صرف دینی میدان میں بلکہ سائنس، فلسفہ، طب، قانون اور سماجیات میں بھی دنیا کی قیادت کی۔ اس کے برعکس، جب نوآبادیاتی دور میں دانستہ یا نادانستہ طور پر تعلیم کو دینی اور عصری خانوں میں تقسیم کر دیا گیا تو یہی تقسیم رفتہ رفتہ فکری انتشار، اخلاقی بحران، سماجی خلیج اور تہذیبی کمزوری کا سبب بن گئی۔

انسانی تہذیب کی پوری تاریخ اس حقیقت پر شاہد ہے کہ قوموں کی اصل شناخت ان کے محلات، اسلحے یا خزانے نہیں ہوتے، بلکہ ان کے اذہان ہوتے ہیں۔ اور اذہان کی تشکیل کا سب سے طاقتور، خاموش اور دیرپا ذریعہ نصابِ تعلیم ہے۔ نصاب وہ فکری سانچہ ہے جس میں ایک نسل کی سوچ،

ترجیحات، اقدار اور خواب ڈھالے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نصاب کبھی محض تعلیمی مسئلہ نہیں رہا بلکہ ہمیشہ ایک تہذیبی، فکری اور نظریاتی معاملہ رہا ہے۔ نصاب اس بات کا تعین کرتا ہے کہ طالب علم کن سوالات کو اہم سمجھے گا، کن تصورات کو حق سمجھے گا، کن حدود میں سوچے گا اور معاشرے میں اپنا کردار کیسے متعین کرے گا۔ اگر نصاب مضبوط فکری بنیادوں پر استوار ہو تو وہ صرف طلبہ نہیں بلکہ رہنما، مفکر اور مصلح پیدا کرتا ہے اور اگر نصاب فکری انتشار کا شکار ہو تو وہ قوم کو بھی منتشر کر دیتا ہے۔

نصاب محض کتاب نہیں، فکری منشور ہوتا ہے

یہ سمجھ لینا ایک بنیادی غلطی ہے کہ نصاب محض درسی کتب کا مجموعہ ہوتا ہے۔ حقیقت میں نصاب ایک فکری منشور (Intellectual Manifesto) ہوتا ہے، جو خاموشی سے یہ اعلان کرتا ہے کہ ہم اپنی آنے والی نسلوں کو کیسا انسان بنانا چاہتے ہیں؟ کیا ہم ایسا انسان چاہتے ہیں جو صرف ہنر مند ہو مگر اخلاق سے خالی ہو؟ یا ایسا جو عبادت گزار ہو مگر سماجی شعور سے عاری ہو؟ یا ایسا متوازن انسان جو علم، اخلاق، بصیرت اور عمل ــــ سب کو یکجا رکھتا ہو؟ ان تمام سوالات کا جواب نصاب دیتا ہے، خواہ ہم شعوری طور پر اس کا اعتراف کریں یا نہ کریں۔

اکیسویں صدی میں نصاب کی اہمیت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے، کیونکہ آج علم کی رفتار تیز ہے، فکری یلغار شدید ہے، میڈیا اور بیانیہ براہِ راست ذہن سازی کر رہے ہیں۔ ایسے میں اگر نصاب مضبوط فکری ڈھال فراہم نہ کرے تو نوجوان ذہن آسانی سے انتہا پسندی، الحاد یا فکری غلامی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا آج نصاب کا کام صرف علم دینا نہیں بلکہ فکری تحفظ (Intellectual Immunity) فراہم کرنا بھی ہے۔ نصاب قوم کی فکری سمت متعین کرتا ہے، تہذیبی شناخت کی حفاظت کرتا ہے، معاشرتی توازن پیدا کرتا ہے اور آنے والی نسلوں کے مستقبل کا فیصلہ کرتا ہے۔ اسی لیے نصاب کی تشکیل یا اصلاح کوئی معمولی کام نہیں بلکہ ایک قوم ساز ذمہ داری ہے۔

اسلامی تصورِ علم اور نصاب

اسلام میں علم محض معلومات نہیں بلکہ ہدایت ہے۔ قرآن مجید میں علم کو تزکیہ، عدل اور ذمہ داری سے جوڑا گیا ہے۔ پہلی وحی ہی ''اقرأ'' سے شروع ہوتی ہے، مگر وہ پڑھنا جس کا مقصد رب کی معرفت، انسان کی اصلاح اور معاشرے کی تعمیر ہو۔ لہٰذا اسلامی تناظر میں ایسا نصاب جو علم کو اخلاق، مقصد اور جواب دہی سے الگ کر دے، وہ اسلامی تصورِ علم کی روح سے متصادم ہو جاتا ہے۔ اسلامی تاریخ کے سنہری ادوار میں

نصاب وحی اور عقل کو یکجا رکھتا تھا۔ فقہ کے ساتھ ریاضی، طب اور فلکیات پڑھائی جاتی تھی۔ عالم مسجد، عدالت اور درسگاہ ——سب میں مؤثر ہوتا تھا۔ یہی توازن مسلمانوں کو علمی قیادت تک لے گیا۔

دینی نصاب کی خصوصیات

دینی نصاب کسی بھی مسلم معاشرے میں محض تعلیمی سرگرمی کا نام نہیں بلکہ یہ امت کی فکری بقا، تہذیبی شناخت اور روحانی تسلسل کا سب سے مضبوط ضامن ہوتا ہے۔ دینی نصاب وہ ذریعہ ہے جس کے ذریعے ایک نسل کو نہ صرف مذہبی معلومات دی جاتی ہیں بلکہ اسے یہ شعور بھی منتقل کیا جاتا ہے کہ وہ کون ہے، اس کی ذمہ داریاں کیا ہیں، اور اس کا تعلق اپنے رب، اپنے معاشرے اور پوری انسانیت سے کس نوعیت کا ہے۔

اسلام میں علم کی تقسیم کبھی "دینی" اور "غیر دینی" خانوں میں نہیں کی گئی۔ قرآن مجید نے علم کو ہدایت سے جوڑا اور رسول اکرم ﷺ نے علم کو حاصل کرنا بلا تخصیص فرض قرار دیا۔ تاہم امت کی تاریخ میں دینی نصاب ہمیشہ اس لیے ممتاز رہا کہ وہ وحی کے علم کا امین تھا، اور وحی وہ مرکز ہے جس کے گرد پوری اسلامی تہذیب گھومتی ہے۔

(۱) دینی نصاب: وحی سے جڑا ہوا علم

دینی نصاب کی اصل اہمیت اس حقیقت سے جنم لیتی ہے کہ یہ براہِ راست قرآن و سنت سے مربوط ہوتا ہے۔ قرآن محض ایک مذہبی کتاب نہیں بلکہ، عقیدہ بھی ہے، اخلاق بھی، قانون بھی ہے، تہذیب بھی اور نظامِ حیات بھی۔ دینی نصاب کے ذریعے طالب علم قرآن کو صرف تلاوت کی حد تک نہیں بلکہ فہم، تدبر اور تطبیق کے ساتھ سیکھتا ہے۔ اسی طرح حدیث نبوی ﷺ محض روایات کا مجموعہ نہیں بلکہ عملی زندگی کی مکمل رہنمائی ہے، جسے دینی نصاب نسل در نسل منتقل کرتا ہے۔ اگر دینی نصاب کمزور پڑ جائے تو دراصل قرآن کا فہم سطحی ہو جاتا ہے، سنت کا عملی پہلو اوجھل ہو جاتا ہے اور دین رسموں تک محدود ہو جاتا ہے اسی لیے دینی نصاب کی مضبوطی امت کی روحانی زندگی کی مضبوطی ہے۔

(۲) دینی نصاب اور کردار سازی

دینی نصاب کی ایک عظیم خصوصیت یہ ہے کہ یہ محض ذہن نہیں بلکہ کردار بناتا ہے۔ یہ طالب علم کو حلال و حرام کا شعور، جواب دہی کا احساس، اخلاقی ذمہ داری اور تقویٰ سکھاتا ہے۔ دنیا کے کسی بھی عصری نصاب میں یہ پہلو اس شدت اور جامعیت کے ساتھ موجود نہیں۔ دینی نصاب طالب علم کو یہ

احساس دلاتا ہے کہ علم امانت ہے، اختیار امتحان ہے اور زندگی جواب دہی کا نام ہے۔ یہی شعور فرد کو خود غرضی، بد عنوانی اور ظلم سے روکتا ہے۔

(۳) دینی نصاب اور فکری استقامت

عصرِ حاضر میں مسلمانوں کو جن بڑے مسائل کا سامنا ہے، ان میں سے ایک فکری انتشار ہے۔ نوجوان سوالات، شکوک اور نظریاتی یلغار کا شکار ہیں۔ ایسے میں دینی نصاب کی اہمیت اس لیے بڑھ جاتی ہے کہ وہ عقیدے میں استقامت، فکر میں وضاحت اور شناخت میں اعتماد پیدا کرتا ہے۔ مضبوط دینی نصاب نوجوان کو الحاد سے بچاتا ہے، شدت پسندی سے روکتا ہے اور فکری غلامی سے نجات دیتا ہے۔ بشرطیکہ یہ نصاب جامد نہ ہو بلکہ زندہ اور مربوط ہو۔

(۴) دینی نصاب: روایت اور تجدید کا سنگم

دینی نصاب کی اصل قوت اس میں ہے کہ وہ روایت اور تجدید کے درمیان توازن قائم رکھے۔ محض روایت پر اصرار نصاب کو غیر مؤثر بنا دیتا ہے اور محض تجدید روایت کو کاٹ دیتی ہے۔ ایک مؤثر دینی نصاب وہی ہے جو نصوص کا احترام کرے، اکابر کی محنت کو تسلیم کرے، مگر نئے سوالات سے نہ گھبرائے۔

دینی نصاب امت کی روحانی بنیاد ہے، تہذیبی شناخت کا محافظ ہے، اخلاقی و فکری استقامت کا ذریعہ ہے اور کردار سازی کا سب سے مؤثر نظام ہے۔ تاہم اس کی اصل افادیت اسی وقت سامنے آتی ہے جب اسے عصرِ حاضر سے ہم آہنگ اطلاقی اور فکری طور پر زندہ رکھا جائے۔ یہی شعور آگے چل کر دینی و عصری نصاب کے امتزاج کی بنیاد بنتا ہے۔

تاریخِ اسلام میں دینی نصاب کا کردار

اسلامی تاریخ کے ہر دور میں دینی نصاب نے مرکزی کردار ادا کیا ہے۔ عہدِ نبوی ﷺ میں مسجدِ نبوی ﷺ محض عبادت گاہ نہیں بلکہ درسگاہ، عدالت، مشاورتی مرکز اور تربیت گاہ تھی۔ یہی وہ پہلا دینی نصاب تھا جو وحی، اخلاق اور سماجی عمل کو یکجا کرتا تھا۔ خلافتِ راشدہ کے دور میں یہی نصاب، قاضی، منتظم، مجاہد اور مصلح پیدا کرتا تھا۔ بعد کے ادوار میں بغداد، قرطبہ، دمشق، قاہرہ اور سمرقند جیسے مراکز میں جو عظیم علمی روایت قائم ہوئی، اس کی بنیاد دینی نصاب ہی تھا، جس میں تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، منطق اور فلسفہ سب ایک مربوط نظام کے تحت پڑھائے جاتے تھے۔ یہ دینی نصاب ہی تھا جس نے امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام غزالی، ابن تیمیہ، شاہ ولی اللہ اور ہزاروں دیگر اکابرین پیدا کیے، جو محض عالم نہیں بلکہ عہد ساز شخصیات تھیں۔

برصغیر میں دینی نصاب کی روایت

برصغیر پاک و ہند میں دینی نصاب کی روایت نہایت مضبوط رہی ہے۔ یہاں مدارس نے اسلامی تشخص کی حفاظت کی، استعمار کے فکری دباؤ کا مقابلہ کیا اور عوام کو دین سے جوڑے رکھا۔ درسِ نظامی نے صدیوں تک اس خطے میں دینی ضروریات کو پورا کیا۔ اس نصاب نے ایسے علماء پیدا کیے جنہوں نے فتویٰ بھی دیا، تدریس بھی کی، دعوت بھی دی اور استعمار کے خلاف فکری مزاحمت بھی کی۔ یہ سب دینی نصاب کی برکت تھی۔

یاد رکھیں! تہذیبیں اس وقت زوال پذیر ہوتی ہیں جب وہ اپنی تعلیمی بنیادیں کھو دیتی ہیں۔ جب نصاب اپنی اقدار سے کٹ جائے، دوسروں کی فکری غلامی قبول کر لے یا محض وقتی مفادات کا تابع ہو جائے تو وہ قوم اپنی سمت کھو بیٹھتی ہے۔ نوآبادیاتی دور میں مسلمانوں کے ساتھ یہی ہوا۔ نصاب کے ذریعے دینی اور دنیاوی علم کو الگ کر دیا گیا۔ ایک طبقہ مذہب تک محدود ہو گیا، دوسرا مذہب سے بیگانہ ہو گیا۔ یہ تقسیم محض تعلیمی نہیں بلکہ ذہنی اور تہذیبی تھی، جس کے اثرات آج تک محسوس کیے جا رہے ہیں۔

پس یہ ایک علمی دیانت کا تقاضا ہے کہ تسلیم کیا جائے کہ وقت گزرنے کے ساتھ دینی نصاب میں جمود پیدا ہو گیا۔ نصاب نے روایت کو تو محفوظ رکھا مگر عصری سوالات سے ربط کمزور پڑ گیا، اطلاقی پہلو پیچھے رہ گیا اور جدید معاشرتی تناظر نظر انداز ہونے لگا۔ یہاں سے دینی نصاب کی تشکیلِ نو کی ضرورت نے جنم لیا۔

عصری نصاب کی اہمیت

دینی نصاب کے بعد اگر کسی عنصر کو عصرِ حاضر میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے تو وہ عصری نصاب ہے۔ ہر دور کی ایک زبان ہوتی ہے — نظریاتی، فکری اور علمی۔ آج کی دنیا کی زبان سائنس، ٹیکنالوجی، معیشت، قانون اور ابلاغ ہے۔ جو قوم اس زبان سے ناواقف ہو، وہ چاہے کتنی ہی اخلاقی برتری کی دعوے دار ہو، عالمی مکالمے میں مؤثر کردار ادا نہیں کر سکتی۔ عصری نصاب دراصل اسی زبان کو سکھانے کا ذریعہ ہے۔

مسلمان اگر جدید علوم سے کٹ جائیں تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ فیصلے تو دینا چاہتے ہیں مگر جدید حقائق کو سمجھے بغیر اور نتیجتاً ان کی بات غیر مؤثر ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عصری نصاب کو محض دنیاوی ضرورت سمجھنا ایک بڑی فکری غلطی ہے؛ حقیقت میں یہ دعوت، قیادت اور اثر پذیری کی شرط ہے۔

اسلام اور عصری علوم: کوئی تضاد نہیں

یہ تصور کہ عصری علوم دین سے متصادم ہیں، نہ قرآن سے ثابت ہے اور نہ تاریخِ اسلام سے۔ اسلام نے علم کو ہمیشہ خیر، نفع اور خدمتِ انسانیت کے زاویے سے دیکھا۔ نبی اکرم ﷺ نے جنگی حکمتِ عملی سیکھی، طب سے فائدہ اٹھایا، مختلف تہذیبوں کے تجربات قبول کیے۔ بشرطیکہ وہ اخلاقی حدود کے اندر ہوں۔

اسلامی تاریخ میں الخوارزمی نے ریاضی کو فروغ دیا، ابن الہیثم نے سائنسی طریقِ تحقیق وضع کیا، ابن سینا نے طب کو عروج دیا یہ سب عصری علوم ہی تھے، مگر دینی شعور کے تابع۔ لہٰذا اصل مسئلہ عصری نصاب کا ہونا نہیں بلکہ اس کا بے مقصد اور بے اخلاق ہونا ہے۔

آج کی دنیا میں بیانیہ طاقت کا سب سے مؤثر ہتھیار ہے۔ میڈیا، سوشل نیٹ ورکس اور ڈیجیٹل پلیٹ فارمز ذہن سازی کے بڑے ذرائع بن چکے ہیں۔ اگر دینی طبقہ ان میدانوں سے ناواقف رہے تو اس کا بیانیہ کمزور پڑ جاتا ہے اور دوسروں کا بیانیہ غالب آ جاتا ہے۔ عصری نصاب طالب علم کو ابلاغ کے اصول، میڈیا کی نفسیات اور جدید اظہار کے ذرائع سکھاتا ہے تاکہ وہ دین اور اخلاق کی بات موثر انداز میں پیش کر سکے۔

اکیسویں صدی کا سب سے بڑا چیلنج صرف عسکری نہیں بلکہ فکری ہے۔ الحاد، مادیت، نسبیت (Relativism) اور ثقافتی استعمار ایسے نظریات ہیں جو نوجوان ذہنوں کو متاثر کر رہے ہیں۔ عصری فلسفہ، سوشل سائنسز اور جدید فکر سے ناواقفیت دینی بیانیے کو کمزور اور نوجوان کو غیر محفوظ بنا دیتی ہے۔ عصری نصاب طالب علم کو جدید نظریات کی ساخت، ان کے پس منظر، اور ان کے کمزور پہلو سمجھنے کی صلاحیت دیتا ہے، تاکہ وہ دفاع بھی کر سکے، مکالمہ بھی اور تنقید بھی مگر علمی بنیاد پر۔

دینی اور عصری نصاب کے یکجا ہونے کی اہمیت

تعلیم کی تاریخ میں جب بھی کسی قوم نے فکری وحدت، تہذیبی توازن اور علمی ہمہ گیری کو اپنایا، وہ قوم نہ صرف اپنے زمانے کی قیادت پر فائز ہوئی بلکہ آنے والی صدیوں کے لیے بھی فکری سمت متعین کرنے میں کامیاب رہی۔ اس کے برعکس، جب تعلیم کو مصنوعی خانوں میں تقسیم کر دیا گیا——ایک طرف روحانیت اور روایت، دوسری طرف مادیت اور جدت——تو نتیجہ انتشار، تضاد اور زوال کی صورت میں ظاہر ہوا۔ یہی وہ پس منظر ہے جس میں دینی اور عصری نصاب کے امتزاج کی اہمیت محض ایک تعلیمی تجویز نہیں بلکہ ایک تہذیبی ضرورت بن جاتی ہے۔

برصغیر کے تعلیمی منظرنامے کا سب سے بڑا المیہ یہ رہا ہے کہ یہاں تعلیم کو کبھی ایک وحدانی نظام کے طور پر نہیں دیکھا گیا، بلکہ اسے دو متحارب خانوں میں تقسیم کر دیا گیا: دینی تعلیم اور عصری تعلیم۔ یہ تقسیم ابتدا میں وقتی اور انتظامی نوعیت کی تھی، مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ ایک فکری خلیج میں بدل گئی، جس نے نہ صرف تعلیمی نظام کو نقصان پہنچایا بلکہ معاشرے کی فکری وحدت کو بھی پارہ پارہ کر دیا۔ دینی و عصری نصاب کی یہ دوئی محض نصابی مسئلہ نہیں رہی، بلکہ اس نے دو الگ ذہن، دو الگ مزاج، دو الگ سماجی طبقات اور بالآخر دو متضاد قومی بیانیے پیدا کر دیے۔ یہی وہ بنیادی نکتہ ہے جس کی تفہیم کے بغیر تعلیمی اصلاح کی کوئی بھی کوشش بار آور نہیں ہو سکتی۔

اسلامی تصورِ علم کی بنیاد ہی وحدت پر ہے۔ قرآن مجید انسان کو کائنات میں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے، تاریخ سے سبق سکھاتا ہے، فطرت کے قوانین پر تدبر کی ترغیب دیتا ہے اور ساتھ ہی اخلاق، عبادت اور روحانیت کو انسانی زندگی کا محور قرار دیتا ہے۔ اس تناظر میں علم کو دینی اور دنیاوی خانوں میں بانٹ دینا اسلامی فکر کی روح کے منافی ہے۔ لہٰذا دینی و عصری نصاب کا یکجا ہونا دراصل اسلامی علمی روایت کی طرف واپسی ہے۔

(۱) فکری وحدت اور متوازن ذہن کی تشکیل

دینی اور عصری علوم کے امتزاج کا سب سے بڑا فائدہ متوازن ذہن کی تشکیل ہے۔ ایسا ذہن جو وحی کی روشنی میں سوچتا ہو، عقل کو وحی کا معاون سمجھتا ہو اور جدید علم کو اخلاقی حدود کے اندر استعمال کرتا ہو۔ جب ایک طالب علم قرآن و سنت کے ساتھ ساتھ سماجیات، معیشت، قانون، سائنس اور ٹیکنالوجی سے بھی واقف ہوتا ہے تو اس کی سوچ یک رخی نہیں رہتی، ردِ عمل کے بجائے فہم پر مبنی ہوتی ہے اور جذبات کے بجائے دلیل سے کام لیتی ہے۔ یہی متوازن ذہن معاشرے میں فکری اعتدال کو فروغ دیتا ہے اور انتہاپسندی، تنگ نظری اور فکری جمود کے راستے مسدود کر دیتا ہے۔

(۲) دین کا جامع اور عصری فہم

جب دینی تعلیم عصری علوم کے ساتھ جڑتی ہے تو دین محض مسجد اور مدرسے تک محدود نہیں رہتا بلکہ ریاست، معیشت، سماج اور بین الاقوامی تعلقات تک وسعت اختیار کر لیتا ہے۔ ایسا عالمِ دین جدید قانونی مسائل پر بصیرت رکھتا ہے، معیشت اور مالیات کے تقاضوں کو سمجھتا ہے، میڈیا اور ابلاغ کی طاقت سے واقف ہوتا ہے اور عالمی تناظر میں اسلام کا مؤثر مقدمہ پیش کر سکتا ہے یوں دین ایک زندہ، متحرک اور رہنمائی فراہم کرنے والا نظام بن کر سامنے آتا ہے، نہ کہ ماضی کی یادگار۔

(۳) عصری علوم کی اخلاقی تطہیر

عصری علوم بذاتِ خود نہ اچھے ہوتے ہیں نہ برے، ان کی قدر و قیمت کا تعین اس مقصد سے ہوتا ہے جس کے لیے انہیں استعمال کیا جائے۔ جب عصری تعلیم دینی اقدار سے خالی ہو تو وہ طاقت تو پیدا کرتی ہے مگر ذمہ داری نہیں، وسائل تو دیتی ہے مگر انصاف نہیں۔ دینی و عصری نصاب کے امتزاج سے عصری علوم کو اخلاقی سمت، انسانی ہمدردی اور اجتماعی فلاح کا مقصد ملتا ہے۔ اس امتزاج کے نتیجے میں پیدا ہونے والا فرد کامیاب پروفیشنل ہونے کے ساتھ باکردار انسان بھی ہوتا ہے۔ یہی وہ طبقہ ہے جو ریاست، اداروں اور معاشرے کو اخلاقی بنیاد فراہم کر سکتا ہے۔

(۴) علماء کا قومی دھارے میں مؤثر کردار

دینی و عصری نصاب کے یکجا ہونے سے سب سے بڑی تبدیلی علماء کے کردار میں آتی ہے۔ ایسا عالم ریاست سے کٹا ہوا نہیں ہوتا، جدید اداروں سے خوفزدہ نہیں ہوتا اور قومی معاملات میں رائے دینے کی اہلیت رکھتا ہے۔ وہ قانون سازی میں رہنمائی کر سکتا ہے، سماجی مسائل پر مؤثر آواز بن سکتا ہے اور نوجوان نسل کے سوالات کا مدلل جواب دے سکتا ہے۔ یوں عالمِ دین محض مذہبی رہنما نہیں بلکہ قومی مفکر کے طور پر ابھرتا ہے۔

(۵) نوجوان نسل کے فکری بحران کا حل

آج کی نوجوان نسل سب سے زیادہ جس بحران کا شکار ہے وہ مقصدیت کا فقدان، اخلاقی ابہام اور شناخت کا بحران ہے۔ دینی و عصری نصاب کا امتزاج نوجوان کو زندگی کا واضح مقصد، علم کا صحیح مصرف اور کردار کی مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے۔ ایسا نوجوان نہ مذہب سے بیزار ہوتا ہے، نہ جدید دنیا سے خوفزدہ بلکہ دونوں کو ایک وحدت میں دیکھتا ہے۔ یہی نسل مستقبل کی قیادت کے لیے موزوں ہوتی ہے۔

(۶) اجتہاد، تحقیق اور فکری ارتقا

اسلامی تہذیب کی روح اجتہاد میں ہے، اور اجتہاد اس وقت ہی ممکن ہے جب نصوص کا گہرا فہم ہو اور زمانے کے تقاضوں سے آگاہی ہو۔ دینی و عصری نصاب کا امتزاج تحقیق کے نئے دروازے کھولتا ہے، فقہی فکر کو تازگی بخشتا ہے اور اسلامی قانون کو جدید دنیا کے قابل بناتا ہے۔ یہی امتزاج اسلامی فکر کو جمود سے نکال کر ارتقا کی طرف لے جاتا ہے۔

(۷) قومی وحدت اور مشترکہ بیانیہ

جب ایک ہی نصاب سے عالم بھی نکلے، دانشور بھی، وہ ماہرِ قانون بھی ہو اور معیشت و سائنس دان بھی تو قوم کے اندر فکری ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے، طبقاتی خلیج کم ہوتی ہے اور قومی بیانیہ مضبوط ہوتا ہے، دینی و عصری نصاب کا امتزاج دراصل قوم کو ایک زبان، ایک فکر اور ایک سمت فراہم کرتا ہے۔

(۸) عالمی سطح پر مؤثر نمائندگی

آج کی دنیا مکالمے کی دنیا ہے۔ اسلام کی مؤثر نمائندگی کے لیے ایسے افراد درکار ہیں جو اسلامی فکر میں مستحکم ہوں، جدید علمی زبان جانتے ہوں اور عالمی مسائل کا ادراک رکھتے ہوں۔ دینی و عصری نصاب کا امتزاج ہی ایسے افراد پیدا کر سکتا ہے جو اسلاموفوبیا کا علمی جواب دیں، بین الاقوامی فورمز پر مدلل گفتگو کریں اور امت کا مقدمہ وقار کے ساتھ پیش کریں۔

(۹) تہذیبی بقا اور فکری خود اعتمادی

سب سے بڑھ کر، دینی و عصری نصاب کا امتزاج تہذیبی خود اعتمادی پیدا کرتا ہے، غلامانہ ذہنیت کا خاتمہ کرتا ہے اور امت کو اپنی علمی روایت پر فخر سکھاتا ہے۔ یہ امتزاج اس بات کا اعلان ہے کہ مسلمان نہ ماضی کے قیدی ہیں، نہ مغرب کے محتاج بلکہ ایک مستقل، خود مختار اور متوازن تہذیب کے وارث ہیں۔

دینی و عصری نصاب کی تشکیلِ نو میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا کردار

تعلیمی اصلاح محض چند کتابوں کی تبدیلی یا چند مضامین کے اضافے کا نام نہیں ہوتی، بلکہ یہ دراصل فکر کی تشکیلِ نو، زاویۂ نگاہ کی تبدیلی اور تہذیبی سمت کے تعین کا عمل ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کسی قوم کے تعلیمی نظام میں حقیقی اور دیرپا اصلاح آئی، اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی ایسی فکری شخصیت ضرور موجود تھی جس نے زمانے کے سوالات کو سمجھا، روایت کی روح کو محفوظ رکھا اور مستقبل کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھا۔ برصغیر کے موجودہ تعلیمی منظر نامے میں یہ کردار جس جامعیت، وسعتِ نظر اور فکری استقامت کے ساتھ سامنے آتا ہے، وہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی ذات ہے۔ شیخ الاسلام کا امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے تعلیم کو نہ صرف بطورِ عالم دیکھا بلکہ بطورِ مفکر، مصلح، قانون دان اور بین الاقوامی سطح کے اسکالر اس پر غور کیا۔ یہی ہمہ جہتی فکر انہیں محض ایک مدرس یا داعی کے بجائے ایک نصاب ساز مفکر کے درجے پر فائز کرتی ہے۔

(۱) شیخ الاسلام کا تصورِ علم: وحدت، مقصدیت اور ہمہ گیری

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے نزدیک علم کی سب سے بڑی تقسیم مفید اور غیر مفید کی ہے، نہ کہ دینی اور دنیاوی کی۔ ان کا تصورِ علم براہِ راست قرآن وسنت سے ماخوذ ہے، جہاں علم کو معرفتِ الٰہی کا ذریعہ، انسانیت کی خدمت کا وسیلہ اور عدل واحسان کے قیام کا آلہ قرار دیا گیا ہے۔ ان کی فکر میں وحی عقل کی دشمن نہیں، عقل وحی کی متبادل نہیں بلکہ دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ یہی نظریۂ وحدتِ علم نظام المدارس پاکستان کے نصاب کی فکری بنیاد بنا، جس میں دینی و عصری علوم کو ایک متوازن، مربوط اور مقصدی نظام میں سمویا گیا۔

(۲) برصغیر کے تعلیمی بحران کی درست تشخیص

کسی بھی اصلاحی منصوبے کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ مسئلے کی تشخیص کتنی درست ہے۔ شیخ الاسلام نے برصغیر کے تعلیمی بحران کو نہایت گہرائی سے سمجھا اور واضح کیا کہ اصل مسئلہ مدارس کا وجود نہیں، یونیورسٹیوں کا قیام نہیں بلکہ تعلیمی تقسیم (Educational Dualism) ہے۔ انہوں نے بارہا اس امر کی نشاندہی کی کہ مدارس کو پسماندہ کہنا ناانصافی ہے اور جدید تعلیم کو دین دشمن قرار دینا جہالت۔ اصل خرابی اس ذہن میں ہے جو علم کو خانوں میں بانٹتا ہے۔ یہی تشخیص نظام المدارس پاکستان کے قیام اور اس کے نصاب کی تشکیلِ نو کا نقطۂ آغاز بنی۔

(۳) دینی و عصری علوم کے جامع نصاب کی تشکیل

محض دینی نصاب، اگر عصری شعور سے خالی ہو، تو وہ دین کو محدود اور جامد بنا دیتا ہے اور محض عصری نصاب، اگر اخلاقی و روحانی بنیاد سے محروم ہو، تو وہ انسان کو طاقت تو دیتا ہے مگر حکمت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دینی اور عصری نصاب کو الگ الگ رکھنا نہ دین کے حق میں مفید ہے، نہ دنیا کے اور نہ ہی قوم کے مستقبل کے لیے۔ اس تقسیم نے ایسے ذہن پیدا کیے جو یا تو دین سے کٹے ہوئے ہیں یا دنیا سے نابلد، اور یہی فکری دوئی آج امتِ مسلمہ کے بیشتر مسائل کی جڑ ہے۔

اس کے برعکس دینی و عصری علوم کا امتزاج متوازن شخصیت کی تشکیل کرتا ہے، علم کو مقصدیت عطا کرتا ہے، اخلاق اور مہارت کو یکجا کرتا ہے، قوم کو ایک مشترکہ فکری بیانیہ فراہم کرتا ہے۔ یہ امتزاج نہ صرف علماء کو قومی دھارے میں مؤثر بناتا ہے بلکہ نوجوان نسل کو شناخت، مقصد اور سمت بھی فراہم کرتا ہے۔ یہی وہ تعلیمی ماڈل ہے جو شدت پسندی، فکری جمود اور اخلاقی انحطاط کا دیرپا علاج بن سکتا ہے۔ اسی تناظر میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا کردار غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ انہوں نے محض نصاب پر تنقید نہیں کی بلکہ مسئلے کی گہری تشخیص کی اور ایک متوازن تعلیمی

فلسفہ پیش کیا اور اس فلسفے کو نظام المدارس پاکستان کی صورت میں عملی قالب عطا کیا۔

ان کی قیادت میں تشکیل پانے والا نصاب نہ روایت کا انکار ہے، نہ جدت کا بے لگام قبول، بلکہ ایک ایسا معتدل، مربوط اور ارتقائی تعلیمی نظام ہے جو قرآن و سنت کی بنیاد پر قائم ہے، اسلامی علمی روایت سے جڑا ہوا ہے اور عصرِ حاضر کے تقاضوں کا شعوری جواب ہے۔ نظام المدارس پاکستان کا نصاب اس بات کا عملی اعلان ہے کہ دین اور دنیا ایک دوسرے کی ضد نہیں بلکہ ایک ہی حقیقت کے دو تکمیلی پہلو ہیں۔ یہ نصاب اس امید کی کرن ہے کہ اگر اسے خلوص، تسلسل اور فکری دیانت کے ساتھ آگے بڑھایا گیا تو مدارس اور ریاست کے درمیان خلیج کم ہو سکتی ہے، علماء جدید معاشرے میں رہنمائی کا مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں اور پاکستان ایک متوازن، معتدل اور فکری طور پر مضبوط تعلیمی ماڈل دنیا کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔

(۴) نظام المدارس پاکستان: تصور سے نظام تک

شیخ الاسلام کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے محض نظری گفتگو پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تصور دیا، ادارہ قائم کیا، نصاب تشکیل دیا، امتحانی نظام بنایا، اسناد کو قومی و بین الاقوامی سطح پر تسلیم کروایا۔ نظام المدارس پاکستان دراصل ان کے تعلیمی فلسفے کا عملی اظہار ہے۔ یہ نظام اس سوچ پر قائم ہے کہ مدرسہ جدید ریاست کا حصہ ہو، عالمِ دین قومی دھارے میں کردار ادا کرے اور تعلیم یکساں معیار کی حامل ہو یہی وجہ ہے کہ نظام المدارس کے نصاب میں قرآن، حدیث، فقہ اور عقائد کے ساتھ ساتھ سماجی علوم، قانون، معیشت، کمپیوٹر، زبانیں اور تحقیق کو باقاعدہ اور مربوط انداز میں شامل کیا گیا۔

(۵) نصاب کی تشکیل: روایت کی حفاظت، جدت کی شمولیت

شیخ الاسلام نے نصاب سازی میں دو انتہاؤں سے شعوری طور پر اجتناب کیا۔ قدیم نصاب کو جوں کا توں نافذ کر دینے اور مغربی نصاب کی غیر تنقید کے بجائے تقلید انہوں نے ایک تیسرا راستہ اختیار کیا، جس میں روایت کو بنیاد بنایا گیا مگر اس پر جمود مسلط نہیں کیا گیا، جدت کو قبول کیا گیا مگر تہذیبی خود سپردگی نہیں کی گئی۔ یہی متوازن حکمتِ عملی نظام المدارس کے نصاب کو ایک انقلابی مگر قابلِ قبول نصاب بناتی ہے۔

(۶) عالمِ دین کے تصور کی تشکیلِ نو

شیخ الاسلام کی سب سے بڑی خدمات میں سے ایک عالمِ دین کے تصور کی تشکیلِ نو ہے۔ ان کے نزدیک عالم صرف فتوے دینے والا نہیں صرف محراب و منبر تک محدود نہیں بلکہ معاشرتی رہنما، فکری رہبر اور زندہ ضمیر ہونا چاہیے۔ اسی تصور کے تحت نصاب میں تنقیدی سوچ، تحقیقی

منہج، عصری مسائل کا فہم اور ابلاغی صلاحیت کو بنیادی حیثیت دی گئی، تاکہ فارغ التحصیل علماء زمانے سے خوفزدہ نہ ہوں، بلکہ اس کی رہنمائی کر سکیں۔

(۷) شدت پسندی کے فکری اسباب کا علمی حل

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا امتیاز یہ بھی ہے کہ انہوں نے شدت پسندی کا مقابلہ نعروں سے نہیں، طاقت سے نہیں بلکہ علم اور نصاب کے ذریعے کیا۔ ان کے نزدیک انتہا پسندی کا بڑا سبب محدود فہم، یک رخی تعلیم اور عصری شعور کی کمی ہے۔ چنانچہ نظام المدارس کے نصاب میں اعتدال، مکالمہ، اختلاف کا ادب اور مقاصدِ شریعت کے ساتھ ساتھ معیشت، قانون، عمرانیات، سیاسیات اور کمپیوٹر کی تعلیم کو مرکزی حیثیت دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ نصاب تشدد نہیں، برداشت، تنگ نظری نہیں بلکہ فکری وسعت پیدا کرتا ہے اور نظری نہیں بلکہ عملی جدوجہد کا حامل بناتا ہے۔

(۸) بین الاقوامی تناظر اور عالمی قبولیت

شیخ الاسلام نے نصاب کو محض مقامی ضرورت تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے بین الاقوامی معیار کے مطابق مرتب کیا، جدید تعلیمی اصولوں سے ہم آہنگ کیا اور عالمی سطح پر قابل قبول بنایا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ نظام المدارس کی اسناد تسلیم کی جا رہی ہیں، اس کے فارغ التحصیل عالمی فورمز پر کردار ادا کر رہے ہیں اور اسلامی تعلیم ایک مہذب، مدلل اور علمی زبان میں پیش ہو رہی ہے۔

(۹) تسلسل، نگرانی اور ارتقا

شیخ الاسلام کا کردار نصاب کی منظوری پر ختم نہیں ہو جاتا۔ وہ اس کی مسلسل نگرانی کرتے ہیں، بدلتے حالات کے مطابق اصلاح کرتے ہیں اور نصاب کو جمود سے بچاتے ہیں۔ یہی تسلسل کسی بھی تعلیمی نظام کی کامیابی کی اصل ضمانت ہوتا ہے۔

پس یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ دینی و عصری علوم کے امتزاج پر مبنی شیخ الاسلام کا مرتب کردہ نصاب محض ایک تعلیمی منصوبہ نہیں بلکہ امت کی فکری تشکیلِ نو کا ایک سنجیدہ اور بامقصد اقدام ہے۔ یہ اقدام اس یقین کی بنیاد پر کھڑا ہے کہ علم عبادت بھی ہے، ذمہ داری بھیاور امانت بھی اور اس امانت کو جس بصیرت، جرأت اور وسعتِ نظر کے ساتھ اٹھایا گیا ہے، اس میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی فکری قیادت اور نظام المدارس پاکستان کی تعلیمی کاوشیں تاریخ میں ایک نمایاں باب کی حیثیت رکھتی ہیں۔

اخلاص و وفا، مہر و مروت کی ہے تفسیر
ایثار و محبت کا ہے خُوگر میرا قائد

ہم نوجوان نسل کی فکری آبیاری اور انہیں الحاد کے فتنوں سے بچانے والی اس عظیم شخصیت کو

75 ویں سالگرہ پر مبارکباد پیش کرتے ہیں

مجدد رواں صدی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

کی ذات اس عہد میں عشقِ رسول ﷺ اور اتباعِ سنت کا معتبر ترین حوالہ ہے آپ نے علم کو عمل کی حرارت عطا کی اور منتشر دلوں کو مرکزِ مصطفی ﷺ پر جمع کیا۔ آپ کی جدوجہد امت کے روشن مستقبل کی نوید ہے۔

منہاج القرآن انٹرنیشنل

نیو ساوتھ ویلز (NSW) آسٹریلیا

پرچم اٹھا کے جس نے احیائے دینِ حق کا
عزم و یقیں کے موتی دامن میں بھر دیئے ہیں

تجدید دین اور احیائے اسلام کی اس توانا آواز

مجدد المئۃ الحاضرہ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کو 75 ویں

سالگرہ مبارک!

دعا ہے کہ آپ کا یہ علمی و فکری سفر تا قیامت جاری و ساری رہے

منہاج القرآن انٹرنیشنل

نیو ساوتھ ویلز (NSW) آسٹریلیا

On this momentous occasion of his

75th Birthday

we humbly extend our heartfelt greetings to

SHAYKH-UL-ISLAM DR. MUHAMMAD TAHIR-UL-QADRI

a beacon of knowledge, guidance, and spiritual wisdom.

We extend our profound and heartiest felicitations to His Eminence, Shaykh-ul-Islam Dr. Muhammad Tahir-ul-Qadri, on the auspicious occasion of his 75th Birthday. We celebrate three-quarters of a century of a life dedicated to the illumination of souls and the service of humanity.May Almighty Allah grant him a long, healthy life and preserve his shadow over the Ummah for years to come. On this joyous day, we solemnly pledge our unwavering loyalty to his mission. We commit to remaining steadfast in the struggle for a "Mustafavi Revolution," vowing to carry his torch of peace and knowledge to every corner of the world.

Minhaj Welfare Foundation Australia

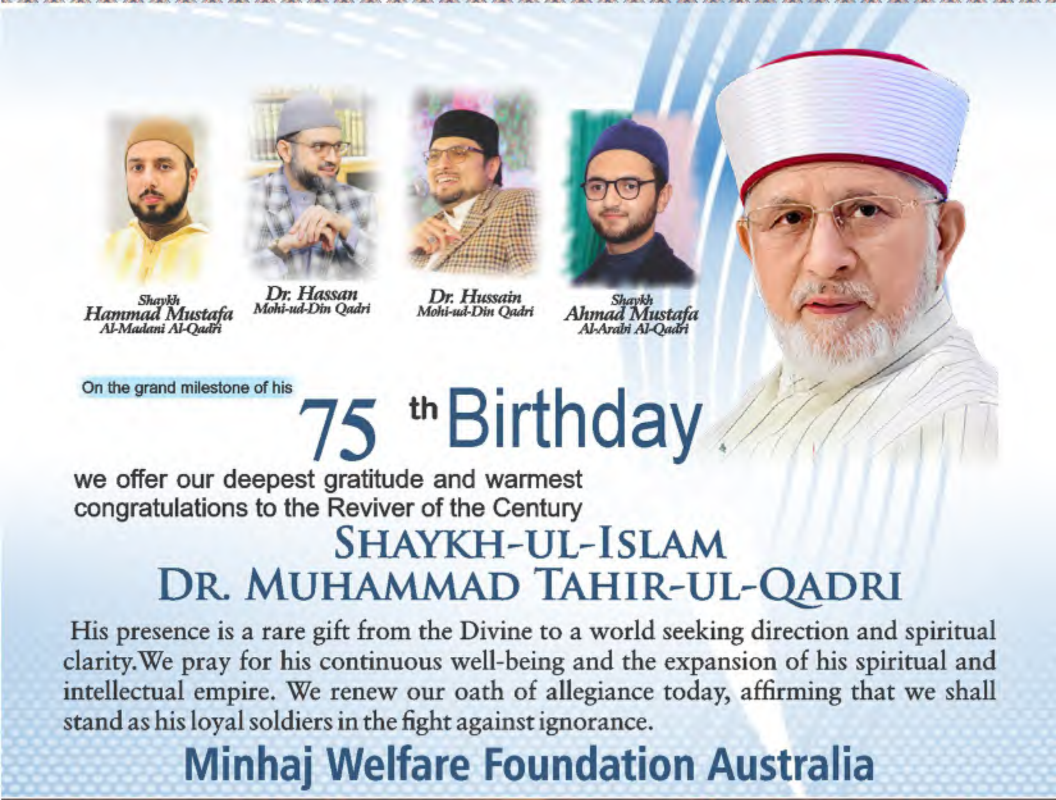

Shaykh Hammad Mustafa Al-Madani Al-Qadri
Dr. Hassan Mohi-ud-Din Qadri
Dr. Hussain Mohi-ud-Din Qadri
Shaykh Ahmad Mustafa Al-Arabi Al-Qadri
On the grand milestone of his
75 th Birthday
we offer our deepest gratitude and warmest congratulations to the Reviver of the Century
SHAYKH-UL-ISLAM
DR. MUHAMMAD TAHIR-UL-QADRI
His presence is a rare gift from the Divine to a world seeking direction and spiritual clarity. We pray for his continuous well-being and the expansion of his spiritual and intellectual empire. We renew our oath of allegiance today, affirming that we shall stand as his loyal soldiers in the fight against ignorance.
Minhaj Welfare Foundation Australia

مجدد المئة الحاضرة
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کو
75 ویں سالگرہ مبارک
آپ کی زندگی استقامت اور حق گوئی کا وہ مینار ہے
جس سے آنے والی نسلیں رہنمائی لیتی رہیں گی۔
حاجی مبشر علی
حافظ بلال شاہد
محمد ابرار
ناصر مجید
حافظ اَبش ملک
کاظم رضا
محمد منہاج چاند
علی احمد تارڑ
منہاج القرآن انٹرنیشنل ساؤتھ افریقہ
رانا توحید ریاست
محمد عرفان شفقت جٹ
محمد اویس یونس
مسعود خان
محمد رانا وہاب جمیل
وقار علی

علم ظاہر کا ہیں آفتاب کمال — علم باطن کا مہر منیر آپ ہیں
کون سمجھے گا یہ اسرار و رموزِ نہاں — پرتوِ فیضِ خیر کثیر آپ ہیں

تجدیدِ دین و احیائے اسلام کے لیے ہمہ وقت مصروفِ عمل عظیم قائد

مجدد المئۃ الحاضرۃ **شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری** مدظلہ

کو حیاتِ مبارکہ کے **75** ویں سنگِ میل کی تکمیل پر دلی مبارکباد اور سلامِ محبت

سالگرہ مبارک

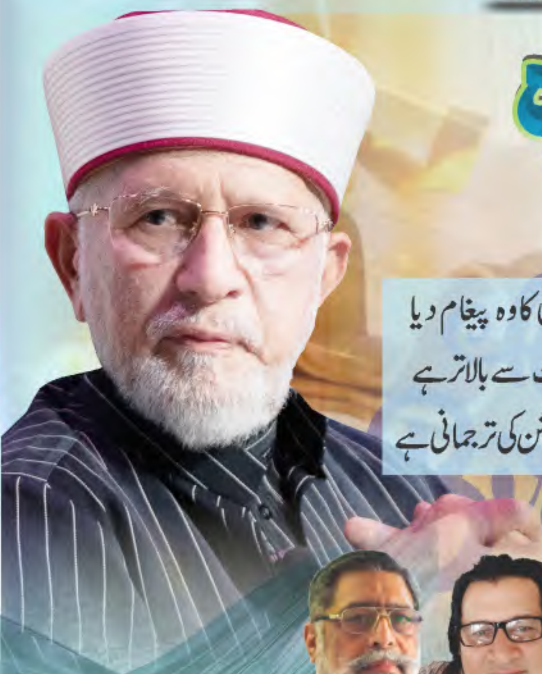

آپ نے انسانیت کو محبت اور رواداری کا وہ پیغام دیا
جو سرحدوں اور رنگ و نسل کے امتیازات سے بالاتر ہے
آپ کی عالمی امن پسندی اسلام کے آفاقی مشن کی ترجمانی ہے

یا رب! شیخ الاسلام کے فیض کو چہار دانگِ عالم میں عام فرما۔ ہم عہد کرتے ہیں کہ آپ کے علمی مشن کو گھر گھر پہنچانے کے لیے اپنی بہترین صلاحیتیں وقف کریں گے۔

منہاج القرآن انٹرنیشنل ناروے

دعوتِ دین کے فروغ میں جدید ذرائع کا مثبت استعمال

شیخ الاسلام کی انفرادیت و امتیاز

عبدالستار منہاجین
ڈائریکٹر منہاج انٹرنیٹ بیورو

اِسلام کی دعوت ہمیشہ وقت کے تقاضوں کے مطابق اپنے اِظہار کے نئے راستے تلاش کرتی رہی ہے۔ اِبتدائی دور میں خطبات، مکتوبات اور شخصی ملاقاتیں ذریعۂ تبلیغ تھیں؛ بعد ازاں درسگاہیں، کتب، جرائد اور تربیتی مراکز قائم ہوئے۔ عصرِ حاضر کی دنیا معلومات، رابطے اور ذرائع اِبلاغ کی برق رفتاری سے بدل رہی ہے۔ آج دعوتِ دین کے میدان میں وہی فکر مؤثر ثابت ہوتی ہے جو وقت کے تقاضوں کو پہچان کر علم کی روشنی اور پیغامِ ہدایت کو جدید ترین ذرائع کے ذریعے عام کرے۔ اَب ڈیجیٹل میڈیا، اسمارٹ فون، یوٹیوب، فیس بک، انسٹا گرام، پوڈکاسٹ اور AI جیسے پلیٹ فارمز دعوت کے نئے منبر بن چکے ہیں۔ یہ حقیقت سمجھنے والا داعی ہی عصرِ جدید میں مؤثر کردار ادا کر سکتا ہے۔

اِسی پس منظر میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی دعوتی حکمتِ عملی منفرد بھی ہے اور ممتاز بھی۔ آپ نے نہ صرف علمی اور فکری سطح پر جدید انسان کی ضرورتوں کا جواب دیا ہے بلکہ جدید ذرائع کے مثبت اِستعمال کو دعوتِ دین کے فروغ کا طاقتور ترین ذریعہ بنا کر ایک نئی روایت قائم کی ہے۔

قرآنِ کریم نے جس تصورِ ابلاغ کو تبلیغ کی بنیاد بنایا ہے، وہ محض اِطلاع رسانی یا پیغام پہنچانے تک محدود نہیں بلکہ اُسے ”دعوت“ کے جامع، ہمہ گیر اور بلیغ تصور کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ دعوت ایسی

نداء ہے جو اپنے اندر پیغام، اُسلوب، ذریعہ، مخاطب، قبولیت اور موثریت؛ سب کو سموئے ہوئے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دعوت محض بول دینے یا لکھ دینے کا نام نہیں بلکہ وہ عمل ہے جس کے ذریعے پیغام دل میں اُترے، ذہن کو قائل کرے اور عمل پر آمادہ کرے۔

دعوت: ایک قرآنی تصورِ ابلاغ

دعوت کے اِس قرآنی تصور میں یہ بات واضح ہے کہ اِسلام کسی ایک ذریعہ اِبلاغ تک محدود نہیں۔ دعوت اپنے اندر ہر اُس وسیلہ کو سمو لیتی ہے جو حق کے پیغام کو موثر انداز میں اِنسانوں تک پہنچا سکے۔ چنانچہ دعوت کا میدان فرد سے لے کر جماعت اور مقامی سطح سے لے کر عالمی دائرے تک پھیلا ہوا ہے۔

قرآنِ حکیم نے دعوتِ دین کو دو بنیادی دائروں میں تقسیم کیا ہے: دعوتِ عامہ اور دعوتِ خاصہ۔

'دعوتِ عامہ' وہ فریضہ ہے جو اُمتِ محمدیہ کے ہر فرد پر عائد کیا گیا ہے۔ ہر مسلمان، اپنے علم، فہم اور استعداد کے مطابق، خیر و فلاح کی طرف بلانے کا ذمہ دار ہے۔

دعوتِ عامہ کیلئے داعی کی کوئی مخصوص شرائط نہیں ہیں، اُمتِ محمدیہ کا ہر فرد اپنے علم اور صلاحیت کے مطابق داعی ہے اور دعوتِ دین سرانجام دیتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں ارشادِ ربانی ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ. (آل عمران، ۳: ۱۱۰)

"تم بہترین اُمّت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کیلئے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

اس کے برعکس 'دعوتِ خاصہ' ایک منظم، باخبر اور باصلاحیت جماعت کا تقاضا کرتی ہے۔ یہ وہ دعوت ہے جو تعلیم، اصلاح، تربیت اور فکری رہنمائی پر مشتمل ہوتی ہے۔ قرآنِ مجید نے اس جماعت کے وجود کو اُمت کی کامیابی سے مشروط قرار دیا:

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ. (آل عمران: ۱۰۴)

"اور تم میں سے ایسے لوگوں کی ایک جماعت ضرور ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائیں اور بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں، اور وہی لوگ بامراد ہیں۔"

اس آیتِ مبارکہ میں دعوتِ خاصہ کے تین بنیادی اُصول متعین کئے گئے ہیں:

۱۔ دعوت کیلئے منظم جماعت ۲۔ دعوت کا خیر پر مبنی ہونا

۳۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اساس بنانا

دعوت کا اسلوب: حکمت، موعظۂ حسنہ اور جدالِ احسن

قرآنِ مجید نے دعوت کے طریقِ کار کو ایک جامع اُصول میں سمو دیا:

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ. (النحل، ۱۶: ۱۲۵)

"(اے رسولِ معظّم!) آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلائیے اور ان سے بحث (بھی) ایسے انداز سے کیجئے جو نہایت حسین ہو، بیشک آپ کا رب اس شخص کو (بھی) خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو (بھی) خوب جانتا ہے۔"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ دعوت کا پہلا تقاضا اِخلاص ہے، یعنی وہ دعوت صرف اللہ رب العزت کی طرف ہو۔ اس کے بعد دعوت کے تین اُسلوب بیان ہوئے:

(۱) دعوت بالحکمت (۲) موعظۂ حسنہ (۳) جدال احسن

- حکمت سے مراد مخاطب کی ذہنی سطح، نفسیاتی کیفیت، سماجی ماحول اور فکری پس منظر کو سمجھ کر گفتگو کرنا ہے۔
- موعظۂ حسنہ جذبات، دل اور احساسات کو مخاطب بناتی ہے۔
- جدالِ اَحسن سے مراد اختلاف کے باوجود شائستگی، وقار اور حسنِ اَخلاق کو برقرار رکھنا ہے۔

حکمت میں یہ بھی شامل ہے کہ داعی مخاطب کی ضرورت کو سامنے رکھے۔ قرآن مجید میں ہے کہ اللہ رب العزت نے جتنے انبیاء کو بھیجا اُس قوم کی زبان میں بھیجا تاکہ قوم اُن کی بات سمجھ سکے:

وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ. (ابراھیم، ۱۴: ۴)

"اور ہم نے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر اپنی قوم کی زبان کے ساتھ تاکہ وہ ان کے لیے (پیغامِ حق) خوب واضح کر سکے۔"

زبان سے مراد صرف لغت وادب اور زبان وبیان نہیں، بلکہ لسان کے معنٰی میں قوم کی نفسیات، ادبی زبان، شعور، معاشرت اور اُس دور کے تقاضے بھی شامل ہیں۔

جب داعی کا مخاطب عام آدمی ہو جسے سائنس، فلسفہ اور منطقی موضوعات سے غرض نہ ہو بلکہ اُس پر جذبات کی بات اثر کرتی ہو تو ایسی صورت میں داعی اُس کے دل کی کیفیت پر اثر انداز ہونے کیلئے موعظۂ حسنہ کے اُصول پر دعوت دے گا۔ اسی طرح دعوت کے عمل میں کئی بار داعی کا مخاطب دین سے

بُغض رکھنے والا طبقہ ہوتا ہے، اُس صورت میں داعی کیلئے ضروری ہے کہ وہ موعظۂ حسنہ کی بجائے جدالِ اَحسن کے اُصول پر عمل کرے۔

اس طبقے کے ساتھ داعی عمدہ انداز کے ساتھ جدال (debate) کرے۔ مذکورہ آیت مبارکہ کے الفاظ 'بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ' سے مراد بھی یہی ہے کہ صرف عمدہ طریقے سے نہیں بلکہ نہایت ہی اَحسن طریقے کے ساتھ مخالف سے بات کی جائے۔ کیونکہ قرآن مجید نے داعی کے لیے شرط لگا دی کہ جب وہ مخالف سے بات کرے تو اُس کو نہ تو للکارے، نہ جھگڑے کے انداز میں بات کرے، نہ اُس پر تہمت لگائے، نہ فتویٰ بازی کرے، نہ اُس کی تذلیل و تحقیر کرے، نہ اُسے اسلام سے خارج کرے۔ اگر وہ غیر مسلم ہے تو بات کا آغاز یہاں سے نہ کرے کہ تم کافر ہو، مشرک ہو، تم تو سیدھے جہنم میں جاؤ گے، بلکہ ایسے افراد کے ساتھ بات کرنے کا انداز اور سلیقہ بھی قرآن مجید ہمیں سکھاتا ہے اور وہ 'جدالِ احسن' ہے کہ ایسے افراد سے صرف اچھے طریقے سے نہیں بلکہ بہت ہی اچھے طریقے سے۔۔۔ صرف عمدہ طریقے سے نہیں بلکہ بہت ہی عمدہ طریقے سے۔۔۔ صرف پیار بھرے انداز سے نہیں بلکہ بہت ہی پیارے انداز سے دعوت دی جائے۔

دعوت اور جدید ذرائع: ایک ناگزیر حقیقت

دعوت ایک زندہ عمل ہے، جمود اس کا دشمن ہے۔ فکری، اِصلاحی اور اِنقلابی تحریکوں کی کامیابی یا ناکامی کا دار و مدار بڑی حد تک دعوت کی مؤثریت پر ہوتا ہے اور دعوت کی مؤثریت براہِ راست اُس کے ذرائع سے جڑی ہوتی ہے۔ فرسودہ ذرائع بہترین پیغام کو بھی غیر مؤثر بنا دیتے ہیں۔

اِسلام چونکہ ایک عالمگیر اور تاقیامت رہنے والا دین ہے، اس لئے وہ زمانے کی تبدیلیوں سے خائف نہیں۔ اِسلامی تعلیمات جدید ایجادات کو محض اُن کے ماخذ کی بنا پر رد نہیں کرتیں، بلکہ اُن کے اِستعمال کی اَخلاقی و شرعی حدود متعین کر کے اُنہیں دعوتِ حق کیلئے قابلِ استعمال بناتی ہیں۔

بدقسمتی سے جن دہائیوں میں عالمِ مغرب میں جدید ذرائع اِبلاغ ایجاد ہو رہے تھے اُن دنوں عالمِ اسلام زوال کے دور سے گزر رہا تھا۔ اُن ذرائع کو اِسلام کے خلاف اِستعمال کیا گیا، جس کے نتیجے میں ہمارے ہاں ردِ عمل کی نفسیات پیدا ہوئیں۔ اس فضا میں عالمِ مغرب کی ہر نئی اِیجاد کو شک کی نگاہ سے دیکھا گیا اور اُس کے اِستعمال سے گریز کو دینداری سمجھا گیا۔ ابتداءً لاؤڈ اسپیکر، کیمرہ، ویڈیو، ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کو فتنہ اور کفر قرار دے کر اُن سے کنارہ کشی اِختیار کر لی گئی۔

یہ فتاویٰ بلاشبہ خلوصِ نیت سے اَخلاقی بگاڑ، فحاشی و عریانی کے سدّ باب کیلئے دیئے گئے تھے، مگر اُس دور کے مفتی اِس حقیقت کا اِدراک نہ کر سکے کہ زمانہ اپنی رفتار بدل چکا ہے۔ جدید ذرائع اِبلاغ کے منفی اِستعمال کے جواب میں اُن پر کفر کا فتویٰ لگانے سے مغربی ثقافت کا سیلاب نہیں رُک سکتا، ٹیلی ویژن توڑنے کی ترغیب اَخلاقی اِصلاح کا ذریعہ نہیں بن سکتی اور انٹرنیٹ کو ممنوع قرار دینے سے نسلِ نو اُس کے اِستعمال سے باز نہیں رہ سکتی۔ یہ رویہ اَخلاقی بگاڑ کو روکنے میں اس لئے ناکام رہا، کیونکہ 'منفی اِستعمال' کا جواب اِنکار نہیں بلکہ 'مثبت متبادل' ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری: فکری بصیرت اور دعوتی جدت

ایسے ماحول میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے ایک بالکل مختلف راستہ اِختیار کیا۔ آپ نے جدید ذرائع اِبلاغ کو بذاتِ خود خیر یا شر قرار دینے کی بجائے اُنہیں محض آلات قرار دیا؛ جن کی قدر و قیمت اُن کے اِستعمال سے متعین ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنی ہمہ جہت مساعی کے روزِ اوّلین سے ہی اِحیائے اسلام، تجدید دین، دعوت و تبلیغِ اسلام اور مصطفوی مشن کے فروغ کیلئے روایتی و غیر روایتی ذرائع اِبلاغ کو نہایت مہارت اور مؤثر انداز میں اِستعمال کیا، جن میں چند مثالیں ذیل میں موجود ہیں:

(۱) خطابات کی آڈیو ویڈیو ریکارڈنگ

1980ء کی دہائی میں، جب روایتی مذہبی طبقہ فوٹو گرافی اور تصویر کی حرمت کا قائل تھا، شیخ الاسلام نے ''قال اللہ و قال الرسول'' کی ترویج اور فروغِ عشقِ مصطفی ﷺ کیلئے آڈیو ویڈیو ریکارڈنگ کو اِستعمال میں لانے کا فیصلہ کیا۔ 1982ء میں نظامتِ منہاج پروڈکشنز کا قیام عمل میں آیا۔ تب سے اب تک منہاج پروڈکشن شیخ الاسلام کے 7000 سے زائد خطابات کی آڈیو، ویڈیو ریکارڈنگ محفوظ کر چکی ہے، جو اگلی نسلوں کیلئے علمی و فکری اثاثہ ہیں۔ اسی ریکارڈ کی بدولت مکمل خطابات اور شارٹ کلپس شیخ الاسلام کے آفیشل یوٹیوب چینل (youtube.com/DrQadri) اور تحریک کے دیگر سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر روزانہ کی بنیاد پر شائع ہوتے ہیں۔

(۲) پاکستان ٹیلی ویژن (PTV)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے نہ صرف عوامی سطح پر خطابات کے ذریعے بلکہ قومی سطح پر پاکستان ٹیلی ویژن کے ذریعے بھی اسلام کی حقیقی تعلیمات کے فروغ کا طریقہ اِختیار فرمایا۔ 11 اپریل 1983ء کو پاکستان ٹیلی ویژن پر شیخ الاسلام کا پروگرام ''فہم القرآن'' کے نام سے شروع ہوا۔ اُس پروگرام کو عوام میں ایسی مقبولیت ملی کہ لوگ ہفتہ بھر اس پروگرام کا اِنتظار کرتے اور پروگرام آن ایئر

ہوتے ہی اپنی جملہ مصروفیات چھوڑ کر ہمہ تن گوش ہو کر TV کے آگے بیٹھ جاتے۔ یہ پروگرام لاکھوں کروڑوں افراد تک دعوتِ دین کو پہنچانے کا باعث بنا۔

(۳) دینی و عصری علوم کا امتزاج

پاکستان میں تعلیمی نظام طویل عرصے سے زوال کا شکار ہے۔ سکولوں، کالجوں اور جامعات سے نکلنے والے طلبہ میں تخلیقی صلاحیتیں نمایاں ہیں اور نہ ہی فکری پختگی۔ قومی و نظریاتی وابستگی کمزور ہوتی جا رہی ہے، جبکہ دوسری طرف دینی مدارس بھی مجموعی طور پر وہ فکری وسعت اور تحقیقی گہرائی پیدا نہیں کر پا رہے جو ماضی کے علمی مراکز کا خاصہ تھی۔ عصرِ حاضر کی تیز رفتار سائنسی اور فکری ترقی کے مقابلے میں بعض مذہبی حلقوں کا فکری جمود اور کہیں کہیں شدت پسندانہ رجحانات نے اِس بحران کو مزید گہرا کر دیا ہے۔

اِن حالات میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے دینی و عصری تعلیم کی دُوئی اور ثنویت کو قومی زوال کی بنیادی وجہ قرار دیتے ہوئے ایک جامع تعلیمی ماڈل پیش کیا۔ اُسی سوچ کے تحت 18 ستمبر 1986ء کو لاہور میں جامعہ اِسلامیہ منہاج القرآن کا قیام عمل میں آیا، جو بعد ازاں کالج آف شریعہ اینڈ اِسلامک سائنسز کے نام سے منہاج یونیورسٹی لاہور کے اوّلین کالج کی حیثیت اِختیار کر گئی۔ اِس ادارے میں علومِ شریعہ کے ساتھ جدید عصری تعلیم، منظم نظم و نسق اور اَخلاقی و روحانی تربیت کو یکجا کیا گیا ہے۔

اِس تعلیمی اِدارے کا مقصد ایسی متوازن قیادت کی تیاری ہے جو تحقیق و اجتہاد کی صلاحیت رکھتی ہو، فرقہ واریت اور اِنتہا پسندی سے بالاتر ہو اور جدید تعلیم یافتہ ذہن سے مؤثر مکالمہ کر سکے۔ دین اور دنیا کی مصنوعی تقسیم کے خاتمے پر مبنی یہ تعلیمی ماڈل ایک اہم تجدیدی قدم قرار دیا جاتا ہے، جس کے اَثرات اَب دیگر دینی اِداروں میں بھی محسوس کئے جا رہے ہیں، جہاں عصری تعلیم کو بتدریج نصاب کا حصہ بنایا جا رہا ہے۔ آج تین دہائیاں گزرنے کے بعد بہت سے مدارس اِس 'تجدیدی حکمت' کو سمجھنے کے بعد اپنے ہاں دُنیاوِی تعلیم کا اِنتظام شروع کر رہے ہیں۔

(۴) کمپیوٹرائزڈ ممبر شپ

تحریکِ منہاج القرآن کی رفاقت سازی کا آغاز 17 اکتوبر 1980ء کو ہوا۔ رفقاء و اراکین کی معلومات جامع ڈیٹا بیس میں منظم رکھنے اور تحریکی لٹریچر کی ترسیل کیلئے 1984ء میں نظامتِ ممبرِ شپ کا قیام عمل میں آیا۔ 90 کی دہائی تک، جب حکومتی اِداروں میں بھی ریکارڈ کمپیوٹرائزڈ کرنے کا رجحان نہیں تھا، نظامتِ ممبر شپ نے اپنا تمام ریکارڈ کمپیوٹرائزڈ کر لیا تھا۔ بعد ازاں منہاج انٹرنیٹ بیورو نے نظامتِ ممبر شپ کیلئے 'ممبر شپ سافٹ ویئر' تیار کیا، جس کی مدد سے تحریک منہاج القرآن اور اس

کے جملہ فورمز کے رفقاء و وابستگان کا ڈیٹا منظم کیا گیا۔ منہاج 365 میں آن لائن ممبر شپ کی سہولت بھی مہیا کر دی گئی ہے۔

(۵) رسائل و جرائد

پرنٹ میڈیا کی اہمیت اور عصری تقاضوں کے پیش نظر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے 1987ء میں ماہنامہ منہاج القرآن اور 1992ء میں ماہنامہ دخترانِ اسلام کا اِجراء کیا۔ یہ دونوں شمارے پاکستان کے کثیر الاشاعت جرائد میں شامل ہیں، اور اپنی اِشاعت کے اوّلین دن سے بغیر کسی تعطل کے شائع ہو رہے ہیں۔ ماہنامہ منہاج القرآن اور ماہنامہ دخترانِ اسلام، تحریک منہاج القرآن کے علمی و تحقیقی جرائد کی ویب سائٹ www.minhaj.info پر شائع کیے جاتے ہیں۔

(۶) تحقیق و تصنیف

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے دعوتِ دین کے فروغ کیلئے جہاں الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا سے بھرپور اِستفادہ کیا، وہیں تحقیق و تصنیف کے میدان میں بھی ایک منظم اور جدید ماڈل متعارف کرایا۔ 1980ء کی دہائی میں خطبات اور دروس کے بڑھتے ہوئے علمی ذخیرے کو مستقل تحقیقی اور مطبوعہ صورت میں محفوظ کرنے کے لیے 7 دسمبر 1987ء کو منہاج القرآن رائٹرز پینل قائم کیا گیا، جو بعدازاں فریدِ ملتؒ ریسرچ انسٹیٹیوٹ (FMRi) کے نام سے ایک جامع تحقیقی اِدارہ بن گیا۔

یہ اِدارہ جدید اُسلوبِ تحقیق کو اِختیار کرتے ہوئے اِسلام کے حقیقی پیغام کی اِشاعت اور نئی نسل کو فکری و اَخلاقی بحرانوں سے نکالنے کے مقصد پر کام کر رہا ہے۔ اِدارے کے مختلف تحقیقی شعبہ جات کی وساطت سے قائدِ تحریک کے دینی، سماجی، فکری اور سائنسی موضوعات پر خطابات کو کتابی صورت میں مرتب کیا جاتا ہے۔ اَب تک 650 علمی و تحقیقی کتب شائع ہو چکی ہیں، جن میں سے بیشتر ڈیجیٹل فارمیٹس میں عام قارئین کیلئے مفت دستیاب ہیں۔

قابلِ ذکر اَمر یہ ہے کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اپنی کتب اور خطابات پر کوئی رائلٹی وصول نہیں کرتے اور اُن سے حاصل ہونے والی آمدن کو تحریکِ منہاج القرآن کے لئے وقف کرنے کا اِعلان اُن کے فکری اِستغناء اور دعوتی اِخلاص کی بہترین مثال ہے۔

(۷) منہاج القرآن پبلی کیشنز

1982ء میں ہی منہاج القرآن پبلی کیشنز کا قیام عمل میں لایا جا چکا تھا۔ یہ شعبہ جہاں مرکزی سیل سنٹر سمیت پاکستان کے چھوٹے بڑے شہروں میں بک سٹالز پر کتب کی دستیابی کو یقینی بناتا ہے،

وہیں گھر بیٹھے آن لائن خریداری کی سہولت بھی مہیا کرتا ہے۔ شیخ الاسلام کی تصانیف کی آن لائن خریداری کیلئے ویب سائٹ www.minhaj.biz ملاحظہ فرمائیں۔

(۸) پرنٹنگ پریس

دعوتِ دین اور فکری ابلاغ میں مطبوعہ لٹریچر کی اہمیت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے منہاج القرآن نے بروقت ایک منظم طباعتی نظام قائم کیا۔ اِسی ضرورت کے تحت 23 جون 1989ء کو منہاج القرآن پرنٹنگ پریس کا باقاعدہ آغاز کیا گیا۔ اس پریس کا بنیادی مقصد فریدِ ملت رحمۃ اللہ علیہ ریسرچ اِنسٹیٹیوٹ اور منہاج القرآن پبلیکیشنز کے اِشتراک سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصانیف، مرکز سے شائع ہونے والے رسائل و جرائد، تحریکی و فکری لٹریچر اور منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کی نصابی کتب کی بروقت اور معیاری اِشاعت کو یقینی بنانا ہے۔ اِس اِقدام کے ذریعے اِشاعتی عمل کو خود کفیل، منظم اور معیار کے تقاضوں سے ہم آہنگ کیا گیا، جس نے تحریک کے فکری پیغام کو وسیع تر حلقوں تک پہنچانے میں مؤثر کردار ادا کیا۔

(۹) آفیشل ویب سائٹس

تحریک منہاج القرآن کی مرکزی ویب سائٹ www.minhaj.org کے نام سے 1994ء میں منظر عام پر آئی۔ یہ وہ وقت تھا جب پاکستان میں پڑھا لکھا طبقہ بھی انٹرنیٹ سے شناسا نہیں تھا۔ www.minhaj.org کو کسی بھی آرگنائزیشن کی پہلی پاکستانی ویب سائٹ ہونے کا اِعزاز حاصل ہے۔

1996ء میں اشاعتِ اسلام کی غرض سے کی جانے والی تحریک منہاج القرآن کی جملہ مساعی کو سائبر سپیس پر پیش کرنے کیلئے مرکزی سیکرٹریٹ پر منہاج انٹرنیٹ بیورو کا قیام عمل میں آیا۔ تحریکِ منہاج القرآن کا پیغام عالمی سطح پر عام کرنے کے لئے منہاج انٹرنیٹ بیورو نے minhaj.org کے

علاوہ 60 سے زائد مختلف ویب سائٹس ڈویلپ کر رکھی ہیں۔ لٹریچر پر مبنی ویب سائٹس میں عرفان القرآن، The Manifest Quran، منہاج بکس اسلامک لائبریری، منہاج اسلامک انسائیکلوپیڈیا، منہاج ٹی وی وی، ماہانہ میگزین، دی فتویٰ وغیرہ بطورِ خاص قابل ذکر ہیں۔ مرکزی سیکرٹریٹ کے مختلف شعبہ جات کی ضرورت کے مطابق 20 سافٹ ویئر ڈویلپ کر رکھے ہیں۔ نیز موبائل ایپس کی ڈویلپمنٹ کا سلسلہ بھی جاری ہے۔

(١٠) موبائل ایپس

(١١) منہاج 365 (تنظیمی و سوشل میڈیا پورٹل)

منہاج القرآن انٹرنیشنل کا آفیشل ڈیجیٹل پورٹل، جو مرکز اور تنظیمات کو ایک خود کار نظام کے تحت مربوط کرتا ہے۔ اِس پورٹل میں سوشل میڈیا، مراکز علم، تنظیمات، ٹریننگ، آن لائن ممبرشپ، عطیہ خون، فہم دین جیسی سہولتوں کے ساتھ ساتھ سالانہ ختم البخاری، شہر اعتکاف، عالمی میلاد کانفرنس اور نیشنل یوتھ ایوارڈ جیسے اہم ایونٹس سے متعلقہ ماڈیولز شامل ہیں۔ اس کی مدد سے مرکز سے جاری ہونے والے ٹاسکس ذیلی عہدیداروں تک خود کار طریقے سے پہنچتے ہیں۔ تنظیمات اور کارکنان کی پیش رفت اور رپورٹس بالترتیب بالائی عہدیداران کو دکھائی دیتی ہیں، تاکہ ہر عہدیدار اور کارکن ایک منظم، مربوط اور فعال نظام کا حصہ بن سکے۔ یہ پورٹل آئی فون اور اینڈرائیڈ سٹورز کے علاوہ ویب سائٹ کی صورت میں بھی دستیاب ہے:

www.minhaj365.org

(١٢) ای لرننگ (eLearning)

دسمبر 2009ء میں شیخ الاسلام کی رہنمائی میں فاصلاتی تدریسی پروگرام کے آغاز کے لیے ویب سائٹ www.equranclass.com کا آغاز کیا گیا، جس کا مقصد بیرون ملک مقیم مسلمانوں اور ان کے بچوں کو اسلامی علوم سے آراستہ کرنا ہے۔ بعد ازاں 2017ء میں طالبات کے لیے www.femaletutor.com کے نام سے الگ کیمپس قائم کیا گیا، جس میں منہاج کالج برائے خواتین کی فاضلات تدریسی فرائض انجام دیتی ہیں۔ اس تدریسی پروگرام کے ذریعے ہونے والے درجن بھر کورسز جاری ہیں۔

شیخ الاسلام کا ویژن اور چند نمایاں تاریخی فیصلے

- 1982ء: ریکارڈنگ آڈیو خطابات

- 1984ء : ریکارڈنگ ویڈیو خطابات۔ جب ابھی تصویر بنانا حرام تھا۔
  - نقل مسودات، خطابات کی کتابی شکل میں اِشاعت
- 1987ء : کمپیوٹرائزڈ ممبر شپ ریکارڈ۔ جب حکومتی اِدارے بھی کمپیوٹرائزڈ نہ تھے۔
- 1989ء: پرنٹنگ پریس کا قیام
- 1993ء : جامعہ اسلامیہ کیلئے کمپیوٹر کورسز۔ جب ملک کے تعلیمی اداروں میں بنیادی سطح کی کمپیوٹر ایجوکیشن بھی میسر نہ تھی۔

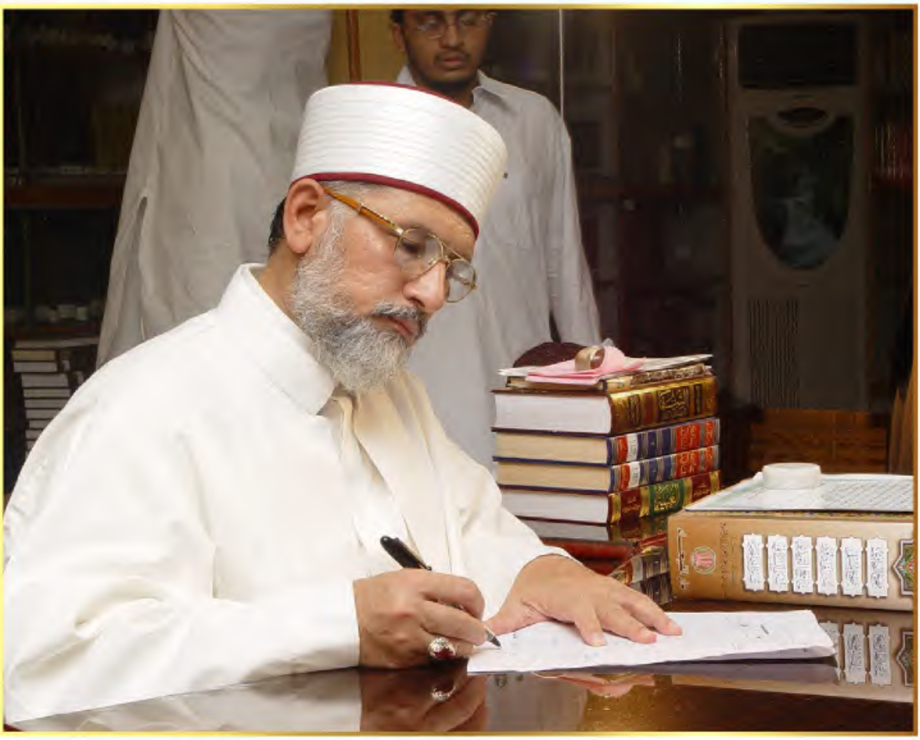

- 1994ء : منہاج القرآن انٹرنیشنل کی ویب سائٹ کا اِجراء۔ جب ملک میں کسی حکومتی ادارے، کسی صحافتی ادارے، کسی تعلیمی ادارے، کسی بینک کی کوئی ویب سائٹ نہ تھی۔
- 1996ء : منہاج انٹرنیٹ بیورو کا قیام
- 1997ء : پہلی آن لائن نشریات بر موقع لیلۃ القدر
- 1998ء : منہاج یونیورسٹی میں ماڈرن ٹیکنالوجی کلاسز کا آغاز
- 2001ء : تحقیق و تصنیف میں جدید ٹیکنالوجی سے اِستفادہ۔ ہزاروں ڈیجیٹل کتب کو فرید

ملت ریسرچ انسٹیٹیوٹ کا حصہ بنا دیا گیا۔

- 2002ء: منہاج ٹی وی ویب سائٹ کا اِجراء
- 2005ء : سوشل میڈیا ٹولز سے اِستفادہ
- 2006ء: یوٹیوب پر خطابات کا آغاز
- 2009ء : اسکالر آن لائن / ویڈیو کانفرنسنگ کا آغاز
- 2009ء : فاصلاتی تعلیم کیلئے اِی لرننگ پروگرام کا آغاز
- 2011ء : منہاج ٹی وی ڈیپارٹمنٹ کا قیام
- 2016ء : منہاج یونیورسٹی میں CMS کا آغاز
- 2021ء : فہم دین پراجیکٹ کا آغاز
- 2022ء : منہاج اسلامک انسائیکلوپیڈیا کا اِجراء
- 2024ء : منہاج 365 کا اِجراء۔ تنظیمی و سوشل میڈیا پورٹل

خلاصۂ کلام

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی اصل اِنفرادیت یہ ہے کہ آپ نے دعوتِ دین کو ماضی پرستی میں قید کیا، نہ جدیدیت کے ہاتھوں مغلوب ہونے دیا، بلکہ قرآن کے اَبدی اُصولوں کی روشنی میں جدید ذرائع کو مسخر کر کے اِسلام کی حقیقی، متوازن اور حسین تصویر دنیا کے سامنے پیش کی۔ آپ نے یہ ثابت کیا کہ جدید ذرائع سے گریز نہیں بلکہ اُن کی تطہیر اور درست اِستعمال ہی دعوتِ دین کا مستقبل ہے۔ اِسی فکری جرأت، دعوتی حکمت اور اِدارہ جاتی نظم نے تحریکِ منہاج القرآن کو عصرِ حاضر کی نمایاں اور مؤثر دینی تحریکوں میں ایک منفرد مقام عطا کیا ہے۔ یہ محض اِدارہ جاتی کامیابی نہیں بلکہ ایک فکری اِنقلاب کی علامت ہے۔

آخر پر نوجوان قارئین کیلئے پیغام ہے کہ وہ اپنی قیادت کے دست و بازو بنیں اور جدید ذرائع اِبلاغ اور سوشل میڈیا کے ذریعے اُن کا پیغام پھیلانے میں ہر ممکن حصہ لیں۔

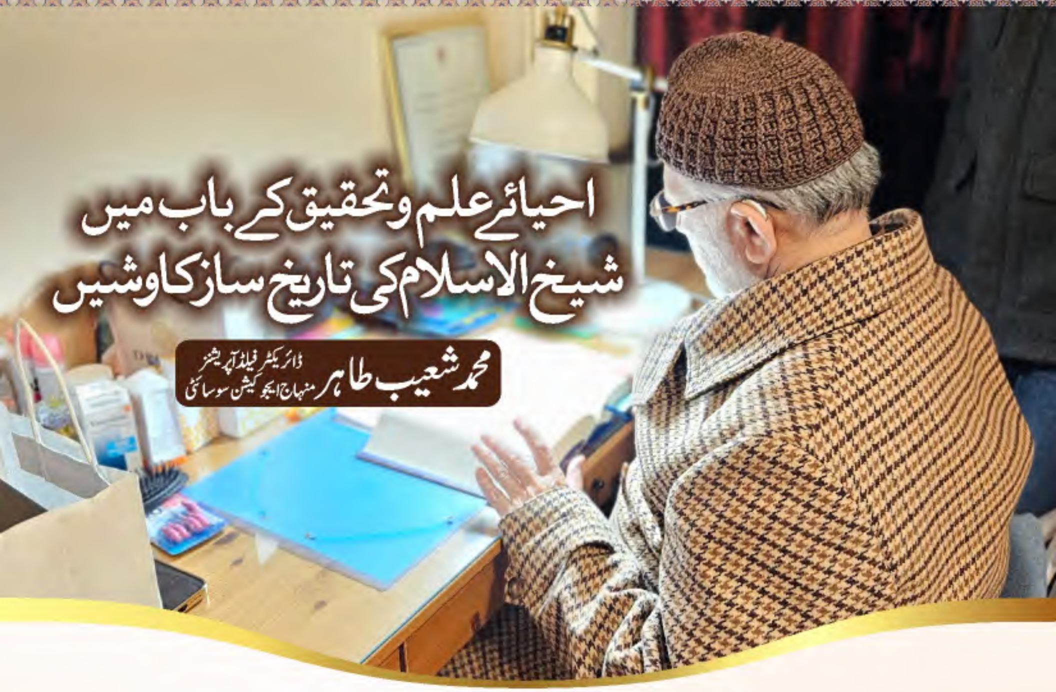

احیائے علم و تحقیق کے باب میں شیخ الاسلام کی تاریخ ساز کاوشیں

محمد شعیب طاہر
ڈائریکٹر فیلڈ آپریشنز
منہاج ایجوکیشن سوسائٹی

پاکستان اس وقت جن ہمہ گیر قومی چیلنجز سے دوچار ہے، ان میں سب سے زیادہ تشویشناک اور دور رس اثرات رکھنے والا مسئلہ تعلیم ہے۔ تعلیم کسی بھی قوم کی فکری، اخلاقی، سماجی اور معاشی ترقی کی اساس ہوتی ہے۔ یہ نہ صرف افراد کو شعور اور مہارت عطا کرتی ہے بلکہ اقوام کو سمت، شناخت اور مقصد بھی فراہم کرتی ہے۔ بدقسمتی سے پاکستان میں تعلیم نہ تو قومی ترجیح بن سکی اور نہ ہی اسے ایک جامع، مربوط اور دوراندیش فکری نظام کے تحت فروغ دیا جا سکا۔

پاکستان میں آج بھی لاکھوں بچے اسکول سے باہر ہیں۔ بالخصوص دیہی علاقوں، پسماندہ طبقات اور خواتین میں تعلیمی شرح انتہائی تشویشناک حد تک کم ہے۔ غربت، سماجی روایات، کمزور تعلیمی ڈھانچہ اور حکومتی عدمِ توجہ اس تعلیمی محرومی کے بنیادی اسباب ہیں۔

تعلیم کی کمی کے نتیجے میں بے روزگاری میں اضافہ، انتہا پسندی اور عدم برداشت کا فروغ، سماجی ناہمواری، فکری پسماندگی اور قومی یکجہتی کا فقدان جیسے سنگین مسائل جنم لیتے ہیں۔ یوں تعلیمی بحران محض ایک تعلیمی مسئلہ نہیں رہتا بلکہ قومی سلامتی، معاشی ترقی اور سماجی استحکام کے لیے ایک بڑا خطرہ بن جاتا ہے۔

اس غفلت کا نتیجہ یہ نکلا کہ معاشرہ فکری انتشار، اخلاقی زوال اور تخلیقی جمود کا شکار ہوتا چلا گیا۔ علم، تحقیق اور تنقیدی سوچ کا فقدان ایک قومی المیہ کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ اگر اس تعلیمی بحران کے اسباب و وجوہات کا جائزہ لیا جائے تو درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

۱۔ پاکستان کے تعلیمی بحران کے بنیادی اسباب میں تعلیم کے لیے ناکافی بجٹ، اساتذہ کی غیر معیاری پیشہ ورانہ تربیت، تحقیق اور جدت پر عدم توجہ، ادارہ جاتی احتساب کا فقدان اور تعلیم و اخلاق کی علیحدگی شامل ہیں۔ جب تعلیم مقصد، وژن اور اخلاقی بنیاد سے محروم ہو جائے تو وہ قوم کو سمت دینے کے بجائے انتشار اور بے سمتی کا باعث بن جاتی ہے۔

۲۔ پاکستان کا تعلیمی نظام قیامِ پاکستان کے ابتدائی برسوں ہی سے ساختی اور فکری تضادات کا شکار رہا ہے۔ ایک طرف سرکاری تعلیمی ادارے وسائل کی شدید کمی، ناقص انفراسٹرکچر، غیر معیاری تدریسی سہولیات اور کمزور انتظامی ڈھانچے سے دوچار ہیں تو دوسری طرف نجی تعلیمی ادارے تیزی سے ایک منافع بخش صنعت میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ ان اداروں میں تعلیم کو زیادہ تر کاروباری نقطۂ نظر سے دیکھا جاتا ہے، جس کے باعث معیار، رسائی اور اخلاقی تربیت ثانوی حیثیت اختیار کر جاتی ہے۔ ان دونوں نظاموں کے درمیان معیار، مواقع اور نتائج کا فرق وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا چلا جا رہا ہے، جو معاشرتی عدمِ مساوات کو مزید گہرا کر رہا ہے۔

۳۔ تعلیمی بحران کی ایک بڑی وجہ تعلیمی پالیسیوں میں عدمِ تسلسل ہے۔ ہر نئی حکومت اپنی سیاسی ترجیحات کے تحت نئی تعلیمی پالیسی متعارف کراتی ہے، مگر ان پالیسیوں میں عملی نفاذ، نگرانی اور تسلسل کا فقدان رہتا ہے۔ نتیجتاً تعلیمی نظام مستقل تجربات کی زد میں رہتا ہے اور طلبہ ایک غیر یقینی اور غیر مستحکم تعلیمی ماحول میں تعلیم حاصل کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اس عدمِ استحکام نے نہ صرف تعلیمی معیار کو متاثر کیا بلکہ اساتذہ، والدین اور طلبہ کے اعتماد کو بھی مجروح کیا ہے۔

۴۔ پاکستان کا موجودہ نصاب نہ تو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہے اور نہ ہی قومی و سماجی ضرورتوں کی مکمل عکاسی کرتا ہے۔ نصاب میں تحقیق، تنقیدی سوچ اور تخلیقی صلاحیتوں کو فروغ دینے کے بجائے رٹے پر مبنی تعلیم کو ترجیح دی جاتی ہے۔ امتحانی نظام

زیادہ تر یادداشت کو جانچنے تک محدود ہے، جس کے باعث طلبہ میں تجزیاتی، تخلیقی اور تحقیقی صلاحیتیں پروان نہیں چڑھ پاتیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اخلاقی، شہری اور سماجی تعلیم کا فقدان بھی نمایاں ہے، جس کا نتیجہ ایک ایسے نوجوان طبقے کی صورت میں نکلتا ہے جو معلومات تو رکھتا ہے مگر شعور، کردار اور ذمہ داری سے محروم ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری: فروغِ علم و شعور اور قوم سازی کا سفر

ایسے سنگین حالات میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی تعلیمی فکر اور عملی کاوشیں ایک ایسے متبادل ماڈل کے طور پر سامنے آتی ہیں جو تعلیم کو محض ڈگری یا روزگار کا ذریعہ نہیں بلکہ قوم سازی، کردار سازی اور فکری احیا کا مؤثر وسیلہ قرار دیتی ہیں۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے تعلیم کو اپنی دعوت، اصلاحی مشن اور فکری جدوجہد کا مرکزی ستون قرار دیا۔ 1981ء میں قائم ہونے والی تحریک منہاج القرآن کا ایک بنیادی مقصد تعلیمی اور فکری احیا تھا۔ اس تحریک کے تحت ملک بھر میں تعلیمی اداروں کا ایک منظم نیٹ ورک قائم کیا گیا، جس کا مقصد معیاری، متوازن اور اقدار پر مبنی تعلیم کی فراہمی تھا۔

شیخ الاسلام نے روایتی دینی مدارس اور جدید تعلیمی اداروں کے درمیان حائل خلیج کو ختم کرنے کی عملی کوشش کی۔ جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن اور اس سے منسلک ادارے اس تصور کی عملی مثال ہیں جہاں قرآن و حدیث، فقہ و اصول کے ساتھ ساتھ جدید سماجی علوم، تحقیقاتی طریقہ کار اور عصری مضامین کو ایک مربوط نظام کے تحت پڑھایا جاتا ہے۔ یہ ماڈل دینی اور عصری علوم کے امتزاج کی ایک کامیاب اور قابلِ تقلید مثال ہے۔

قوموں کی تاریخ میں وہ شخصیات ہمیشہ مرکزی حیثیت رکھتی ہیں جو محض اپنے عہد کے مسائل پر بات نہیں کرتیں بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے فکری سمت متعین کرتی ہیں۔ ایسی شخصیات علم کو محض معلومات کے ذخیرے کے طور پر نہیں بلکہ شعور، اخلاق اور اجتماعی ذمہ داری کی تشکیل کے آلے کے طور پر دیکھتی ہیں۔ برصغیر کی فکری روایت میں سر سید احمد خانؒ، علامہ اقبالؒ اور دیگر مصلحین نے اسی تصورِ تعلیم کو فروغ دیا جس کا مقصد فرد کی ذہنی نشوونما کے ساتھ ساتھ قوم کی اجتماعی تعمیر تھا۔ عصرِ حاضر میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کو اسی فکری تسلسل کا ایک نمایاں اور مؤثر حوالہ قرار دیا جا

سکتا ہے، جنہوں نے علم، فکر، دعوت، تنظیم اور عملی ادارہ سازی کے میدان میں ایک جامع اور مربوط تعلیمی وژن پیش کیا۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی علمی شناخت کسی ایک شعبے تک محدود نہیں۔ آپ ایک محقق، مفسر، محدث، فقیہ، مفکر، ماہرِ تعلیم اور سماجی مصلح کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ آپ کی تصانیف کی تعداد سیکڑوں میں ہے جو قرآن، حدیث، فقہ، سیرت، تصوف، سیاسیات، انسانی حقوق، امن، دہشت گردی کے انسداد، اور تعلیمی فلسفے جیسے متنوع موضوعات کا احاطہ کرتی ہیں۔ ان تصانیف کا امتیاز یہ ہے کہ یہ محض علمی مباحث نہیں بلکہ عصرِ حاضر کے عملی مسائل سے براہِ راست جڑی ہوئی ہیں۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی علمی خدمات کا ایک نمایاں پہلو تحقیق ہے۔ آپ کی سیکڑوں تصانیف، تحقیقی مقالات اور علمی منصوبے اس بات کا ثبوت ہیں کہ آپ علم کو محض روایت نہیں بلکہ مسلسل تحقیق اور اجتہاد کا تقاضا سمجھتے ہیں۔ ان کاوشوں کے ذریعے اسلامی فکر کو جدید تناظر میں پیش کیا گیا، انتہا پسندی کے بیانیہ کو علمی بنیادوں پر رد کیا گیا اور تعلیم و امن کے باہمی تعلق کو واضح کیا گیا۔

شیخ الاسلام کی فکر کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ علم اگر شعور، اخلاق اور مقصد سے خالی ہو تو وہ فرد اور معاشرے دونوں کے لیے نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ اسی لیے آپ نے ہمیشہ علم کے ساتھ تربیت، کردار سازی اور سماجی ذمہ داری کو لازم قرار دیا۔ یہی فکر بعد ازاں ایک منظم تعلیمی نظام کی صورت میں سامنے آئی، جسے ہم منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کے نام سے جانتے ہیں۔

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جن اقوام نے تعلیم کو محض روزگار کے حصول کا ذریعہ سمجھا، وہ وقتی ترقی تو کر سکیں مگر پائیدار قومی کردار تشکیل نہ دے سکیں۔ اس کے برعکس، جن معاشروں میں تعلیم کو اخلاقی اقدار، سماجی شعور اور قومی مقصد کے ساتھ جوڑا گیا، وہی اقوام تاریخ میں رہنمائی کا کردار ادا کرتی رہیں۔

برصغیر میں علی گڑھ تحریک اسی شعور کی نمائندہ تھی۔ سر سید احمد خانؒ نے محسوس کیا کہ مسلمان قوم زوال کا شکار اس لیے ہے کہ وہ جدید علوم، سائنسی فکر اور عصری تقاضوں سے کٹ چکی ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایک ایسا تعلیمی ماڈل پیش کیا جس نے مسلمانوں کو فکری طور پر بیدار کیا۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اسی تاریخی تجربے کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق آگے بڑھایا۔

آپ کا یہ قول: ”سر سید احمد خانؒ نے قوم کو ایک علی گڑھ دیا، میں اس قوم کو سو علی گڑھ دوں گا۔“ یہ درحقیقت ایک جذباتی نعرہ نہیں بلکہ ایک واضح تعلیمی حکمتِ عملی کا اعلان تھا، جس کی عملی شکل منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کی صورت میں سامنے آئی۔

منہاج ایجوکیشن سوسائٹی: قیام اور ارتقا

منہاج ایجوکیشن سوسائٹی (MES) کا قیام 1994ء میں عمل میں آیا۔ اس وقت پاکستان کا تعلیمی منظر نامہ طبقاتی نظام، اخلاقی تربیت کے فقدان اور دیگر کئی مسائل سے دوچار تھا۔ ایسے ماحول میں MES کا قیام ایک مختلف اور متبادل تعلیمی ماڈل کے طور پر سامنے آیا۔ ابتدا میں یہ ایک محدود دائرے میں قائم ہونے والا ادارہ تھا، مگر واضح وژن، منظم منصوبہ بندی اور فکری یکسوئی کے باعث یہ نیٹ ورک بتدریج پھیلتا چلا گیا۔ آج MES پاکستان کے طول و عرض میں سیکڑوں اسکولز، کالجز، اور تربیتی اداروں پر مشتمل ایک منظم تعلیمی نظام کی صورت اختیار کر چکا ہے۔

(۱) MES کا تعلیمی فلسفہ: دین اور دنیا کا امتزاج

منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کا بنیادی امتیاز اس کا تعلیمی فلسفہ ہے، جو دین اور دنیا کی تفریق کو رد کرتا ہے۔ یہاں تعلیم کو نہ تو محض مذہبی دائرے تک محدود کیا گیا ہے اور نہ ہی اسے خالصتاً مادی ترقی کا ذریعہ سمجھا گیا ہے۔ MES کے تعلیمی ماڈل میں درج ذیل امور کو یکجا کیا گیا ہے:

۱۔ جدید سائنسی اور سماجی علوم
۲۔ ٹیکنالوجی اور تحقیق
۳۔ تنقیدی اور تخلیقی سوچ
۴۔ اخلاقی اقدار
۵۔ روحانی و نظریاتی تربیت

اس کا مقصد ایسے طلبہ تیار کرنا ہے جو نہ صرف پیشہ ورانہ طور پر اہل ہوں بلکہ اخلاقی طور پر مضبوط اور سماجی طور پر ذمہ دار بھی ہوں۔

(۲) کردار سازی، شہری تربیت، سماجی انصاف اور تعلیمی مساوات

MES میں تعلیم کا مقصد صرف امتحان میں کامیابی یا ڈگری کا حصول نہیں بلکہ کردار سازی ہے۔ نصاب کے ساتھ ساتھ ہم نصابی سر گرمیوں، تربیتی پروگراموں، اساتذہ کی رول ماڈلنگ اور ادارہ جاتی کلچر کے ذریعے طلبہ میں درج ذیل اوصاف پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے:

۱۔ دیانت
۲۔ نظم و ضبط
۳۔ برداشت
۴۔ قیادت
۵۔ قومی شعور

یہی وہ عناصر ہیں جو ایک فرد کو ذمہ دار شہری اور ایک قوم کو مستحکم معاشرہ بناتے ہیں۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تعلیمی فکر کا ایک اہم پہلو سماجی انصاف ہے۔ MES کے تحت فری ایجوکیشن، اسکالر شپس، دیہی اور پسماندہ علاقوں میں اداروں کا قیام، اور سرکاری اسکولوں کی بہتری کے منصوبے اس بات کی عملی مثال ہیں کہ تعلیم کو صرف اشرافیہ تک محدود نہیں رکھا گیا۔

یہ نقطۂ نظر جدید تعلیمی تحقیق سے بھی ہم آہنگ ہے، جو یہ ثابت کرتی ہے کہ معاشرتی ترقی اس وقت ممکن ہوتی ہے جب تعلیم تک مساوی رسائی فراہم کی جائے۔ MES اسی اصول کو عملی سطح پر نافذ کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

(۳) موجودہ دور کے تقاضے اور MES کا کردار

اکیسویں صدی میں تعلیم کے تقاضے تیزی سے بدل رہے ہیں۔ ڈیجیٹل ٹیکنالوجی، گلوبلائزیشن، اور فکری تنوع نے نئے چیلنجز پیدا کر دیے ہیں۔ MES نے ان تبدیلیوں کو قبول کرتے ہوئے اپنے تعلیمی ڈھانچے میں جدید ٹولز، آئی ٹی سکلز، اساتذہ کی تربیت، ادارہ جاتی مضبوطی اور عصری موضوعات کو شامل کیا، تاہم بنیادی اقدار اور فکری سمت کو برقرار رکھا۔

یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ منہاج ایجوکیشن سوسائٹی محض تعلیمی اداروں کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک فکری و تربیتی تحریک ہے۔ یہ تحریک اس تصور کو عملی شکل دے رہی ہے کہ تعلیم اگر درست فکر، اخلاقی بنیاد اور قومی مقصد کے ساتھ جڑی ہو تو وہ معاشرے میں حقیقی اور پائیدار تبدیلی لا سکتی ہے۔

آج MES کے پھیلتے ہوئے نیٹ ورک کو دیکھ کر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا "سو علی گڑھ" کا خواب محض ایک تصور نہیں رہا بلکہ ایک جاری عمل بن چکا ہے۔ یہ سفر ابھی مکمل نہیں ہوا، مگر اس کی سمت واضح، بنیاد مضبوط اور مقصد قوم کی فکری و اخلاقی تعمیر ہے۔ بلاشبہ، علم، شعور اور قوم سازی کا یہ سفر پاکستان کے روشن مستقبل کی ایک سنجیدہ اور قابلِ اعتماد امید ہے۔

تجدید و احیائے دین، دعوت و تبلیغ حق، اصلاح احوال امت اور ترویج و اقامت اسلام کے عظیم مصطفوی مشن کے فروغ اور اسلام کی حقیقی تعلیمات سے آگہی کے لئے

ماہنامہ منہاج القرآن کی سالانہ خریداری حاصل کریں

زیرِ سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

فی شمارہ: 60 روپے
سالانہ خریداری: 700 روپے

اپنے علاقے میں موجود پبلک لائبریریز، کالجز، سکولز، عوامی مقامات، دوست احباب اور علاقے کی موثر شخصیات کو سالانہ خریداری کی صورت میں تحفۃً بھجوائیں

365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 042-111-140-140 Ext: 128
0300-8886334 Whatsapp: 0300-8105740
Web:www.minhaj.info Email:mqmujallah@gmail.com

شہرِ ظلمات میں ہاں اک دیا ہے روشن اپنے فیضان سے تاباں یہ اجالے رکھنا
تندیٔ بادِ مخالف نہ بجھانے پائے میرے قائد میرے طاہر کو سلامت رکھنا

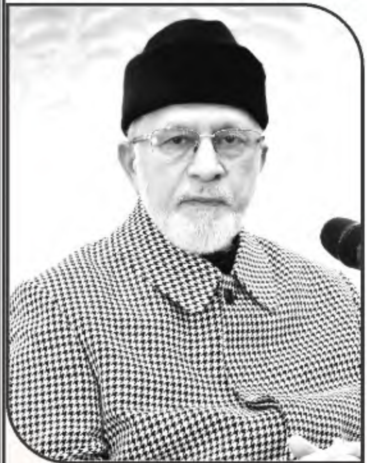

ہم دینِ مبین کی عصری تعبیر اور بے مثال تحقیقی خدمات کی حامل اس علمی شخصیت کو

75 ویں سالگرہ پر مبارکباد پیش کرتے ہیں

مجدد رواں صدی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

نے اجتہادی بصیرت کے ذریعے فقہِ اسلامی کو جدید دور کے پیچیدہ مسائل کا حل بنا کر پیش کیا۔ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ نئی فکر کی تخلیق میں گزرا۔ آپ نے روایت کی پاسداری بھی کی اور جدت کی ضرورت کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ آپ کی فکر امت کا سرمایہ افتخار ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے قلم کی جولانیوں کو سدا سلامت رکھے۔
ہم عہد کرتے ہیں کہ آپ کے فکری استدلال کو اپنا کر
علمی دنیا میں اسلام کا پرچم بلند کریں گے۔

منہاج القرآن انٹرنیشنل یونان

مراکزِ علم: مصطفوی مشن کی بنیاد

تعارف، اہمیت و افادیت اور لائحہ عمل

علامہ محمود مسعود قادری

علم انسانی فضیلت اور عظمت کی اساس ہے۔ اللہ رب العزت نے جب عالمِ انسانیت کا آغاز فرمایا تو انسانی شرف، تاریخِ انسانیت اور سلسلۂ نبوت کی بنیاد علم پر رکھی۔ یہ محض ایک فکری نکتہ نہیں بلکہ ایک قرآنی حقیقت ہے کہ انسان کو جو امتیاز عطا ہوا، وہ علم ہی کے سبب عطا ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں کے سامنے سجدہ کروائے جانے کا سبب بھی یہی علم تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کے اسماء کا علم عطا فرما کر واضح کر دیا کہ انسانی فضیلت کی بنیاد نہ نسل ہے، نہ قوت، نہ کثرتِ عبادت بلکہ علم ہے۔ گویا انسانیت کی ابتدا ہی علم اور تعلم سے ہو رہی ہے۔ جہاں اللہ رب العزت خود معلم ہے اور آدم علیہ السلام متعلم ہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی اپنے عمل سے علم اور اہلِ علم کی فضیلت کا اظہار فرمایا۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن اپنے کسی حجرے سے نکلے اور مسجد میں داخل ہوئے، آپ نے اس میں دو حلقے دیکھے، ایک تلاوت قرآن اور ذکر و دعا میں مشغول تھا، اور دوسرا تعلیم و تعلم میں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

كُلٌّ عَلَى خَيْرٍ هَؤُلَاءِ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ وَيَدْعُونَ اللهَ، فَإِنْ شَاءَ أَعْطَاهُمْ، وَإِنْ شَاءَ مَنَعَهُمْ، وَهَؤُلَاءِ يَتَعَلَّمُونَ، وَإِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا فَجَلَسَ مَعَهُمْ۔

دونوں حلقے نیکی کے کام میں ہیں، یہ لوگ قرآن پڑھ رہے ہیں، اور اللہ سے دعا کر رہے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں دے اور چاہے تو نہ دے، اور یہ لوگ علم سیکھنے اور سکھانے میں مشغول ہیں، اور میں تو صرف معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں، پھر آپ ﷺ ان ہی کے ساتھ بیٹھ گئے۔

(سنن ابن ماجه، أبواب كتاب السنة، حديث: ٢٢٩)

آپ ﷺ نے حلقۂ علم کو اختیار فرما کر اپنے عمل سے واضح فرما دیا کہ علم اور نفلی عبادت میں سے اگر کسی کو اختیار کرنا ہو تو بہر صورت علم کو اختیار کیا جائے۔

25 ہزار مراکزِ علم کے قیام کا اعلان

آج ہم ایک ایسے دورِ فتن میں سانس لے رہے ہیں، جہاں ہم علمی و عملی، اخلاقی و روحانی، سیاسی و معاشی اور سماجی و معاشرتی الغرض ہمہ گیر زوال کا نا صرف شکار ہو چکے ہیں بلکہ ہر گزرتے دن کے ساتھ زوال کی ہمہ گیریت و گہرائی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ جس کا نتیجہ قلوب و اذہان کے تناؤ، باہمی چپقلش اور معاشرتی رویوں کی ٹوٹ پھوٹ کی صورت میں سامنے آئی ہے۔

ایسے ماحول میں نباضِ ملتِ اسلامیہ اور مجددِ عصرِ حاضر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے امت کی نبض پر ہاتھ رکھا، مسائل کی تشخیص کی اور بتایا کہ اس وقت امتِ مسلمہ کے بالعموم اور اہلِ پاکستان کے بالخصوص تمام امراض کی وجہ جہالت ہے جبکہ تمام مسائل، مشکلات، مصائب اور امراض کا حل صرف اور صرف علم و شعور کے فروغ میں ہے۔

تحریک منہاج القرآن مصطفوی معاشرے کے قیام، بنیادی تعلیم کے فروغ، اخلاقی و روحانی تربیت اور بیدارئ شعور کے لیے ملک بھر میں سکولز، کالجز، مدارس، اکیڈمیز، مساجد اور گھروں میں مراکز علم کا قیام عمل میں لا رہی ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اَفرادِ معاشرہ کی اصلاح اور اُن کی تعلیم و تربیت کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے آئندہ پانچ سالوں میں ملک بھر میں 25 ہزار مراکزِ علم کے قیام کا اعلان فرمایا ہے۔

مراکزِ علم کے راستے جنت کے راستے ہیں

علم کی طلب میں اٹھایا گیا ہر قدم باعثِ نجات ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ (صحیح مسلم/الذکر والدعاء ۱۸: ۲۶۹۹)

جو علم حاصل کرنے کے ارادہ سے کہیں جائے، تو اللہ اس کے لیے جنت کے راستے کو آسان (و ہموار) کر دیتا ہے۔

یہ فضیلت صرف سیکھنے والوں ہی کے لیے نہیں بلکہ ان گھروں کے لیے بھی ہے جو علم کے مراکز بنتے ہیں۔ حدیثِ نبوی ﷺ کے مطابق جب لوگ کسی گھر میں قرآن کی تلاوت اور اس کے فہم و تدبر کے لیے جمع ہوتے ہیں تو چار عظیم نعمتیں ان پر نازل ہوتی ہیں:

نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ۔

(صحیح مسلم/الذکر والدعاء ۱۱: ۲۶۹۹)

اس پر سکینت نازل ہوتی ہے۔۔۔ اسے اللہ کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے۔۔۔ فرشتے اسے گھیرے میں لے لیتے ہیں۔۔۔ اور اللہ تعالیٰ اس کا ذکر ان لوگوں میں کرتا ہے، جو اس کے پاس رہتے ہیں یعنی مقربین ملائکہ میں۔

یہ سکینت، رحمت، فرشتوں کا گھیراؤ اور اللہ کا ذکر ہے جو مراکز علم کو دیگر مجالس پر فوقیت دیتا ہے۔

علم سے دعوت تک

علم انسان کو متعلم بناتا ہے، پھر معلم، اور آخر کار داعی۔ یہی وہ تسلسل ہے جو دین کی بقا اور فروغ کی ضمانت ہے۔ قرآن نے داعی کے منصب کو انبیاء کا وصف قرار دیا اور نبی اکرم ﷺ کو واضح طور پر داعی الی اللہ فرمایا:

وَدَاعِيًا إِلَى اللهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا۔ (الاحزاب، ۳۳: ۴۶)

مرکزِ علم کا قیام محض ایک تعلیمی سرگرمی نہیں بلکہ ایک ہمہ جہت دینی و دعوتی عمل ہے۔ یہی عمل افراد کو سنوارتا ہے، معاشرے کو بیدار کرتا ہے اور مصطفوی مشن کو عملی شکل دیتا ہے۔ اگر ہر صاحبِ ایمان اپنے گھر کو ہفتہ وار مرکزِ علم بنالے تو ہزاروں مراکز بغیر کسی مالی بوجھ کے وجود میں آسکتے ہیں۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ نے مراکز علم کی اہمیت اور قیام کے حوالے سے رہنمائی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

در حقیقت علم ہی انسانیت کے شرف اور فضیلت کی بنیاد ہے۔ اسی علم سے سلسلۂ نبوت و رسالت کا آغاز ہوا، اسی کے باعث حضرت آدم علیہ السلام کو ملائکہ کے سامنے سجدہ کروایا گیا، اور اسی علم نے انسان کو ملائکہ کے ساتھ کھڑا کر کے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی میں شریک کر دیا۔ جب علم کو یہ مقام حاصل ہے تو اسے گھروں میں جگہ دینا کوئی اضافی بوجھ نہیں بلکہ ایک اعزاز ہے۔

مصطفوی انقلاب کی بنیاد علم ہے۔ اسی تصور کے تحت 25 کروڑ آبادی والے ملک میں 25 ہزار مراکزِ علم کا قیام کوئی ناقابلِ عمل منصوبہ نہیں، بلکہ ایک نہایت سادہ اور قابلِ عمل حکمتِ عملی ہے۔ اس کے لیے نہ کسی مالی وسائل کی ضرورت ہے، نہ نئی عمارتیں خریدنے کی حاجت، نہ تعمیر اور نہ ہی کرائے پر جگہ لینے کی۔ اس کا آسان ترین طریقہ یہ ہے کہ وہی گھر، جن میں لوگ خود رہتے ہیں، علم کے مراکز قرار دے دیے جائیں اور ہفتہ میں سے کسی ایک دن کو مختص کر کے اس علمی، فکری اور روحانی سرگرمی کو منعقد کیا جائے۔

لہٰذا ہر رفیق کے لیے یہ کام نہایت آسان ہے کہ وہ اپنے گھر کو مرکزِ علم بنائے۔ ہفتے میں چند لمحات علم کے لیے مخصوص کر دینا، ایک سادہ سا حلقۂ علم قائم کرنا اور تعلیم و تعلّم کے اس سلسلے کو جاری رکھنا ہی اس عظیم مقصد کی عملی صورت ہے۔ یہی وہ راستہ ہے جس کے ذریعے علم گھر گھر پہنچ سکتا ہے اور مصطفوی انقلاب کی بنیاد مضبوط ہو سکتی ہے"

مراکزِ علم کے قیام کے مقاصد

تحریک منہاج القرآن کے زیرِ اہتمام قائم ہونے والے کسی بھی مرکزِ علم سے مراد ایک ایسا مرکز ہے جہاں قرآن و حدیث اور سیرت و اخلاقِ نبوی ﷺ پر مشتمل اصلاحِ اعمال و احوال کی ایسی تعلیمی جدوجہد کی جائے، جس کے نتیجے میں مصطفوی معاشرے کا قیام ممکن ہو سکے۔ ملک بھر میں قائم ہونے والے مراکزِ علم کے مقاصد درج ذیل ہیں:

۱۔ قرآن فہمی اور سنتِ رسول ﷺ پر عمل کی ترغیب دینا۔

۲۔ عقیدہ صحیحہ اور افکارِ اسلامیہ کا فہم حاصل کرنا۔

۳۔ ذاتِ مصطفی ﷺ سے حبی و عشقی تعلق پختہ کر کے اس کے ذریعے آپ ﷺ کی اطاعت و اتباع کا داعیہ بیدار کرنا۔

۴۔ معاشرے کو اُسوہ محمدی ﷺ کا عملی نمونہ بنانا۔

۵۔ اخلاقی و روحانی اُمور کی ترغیب اور تزکیۂ نفس کی عملی تربیت دینا۔

۶۔ افرادِ معاشرہ کی ذہنی و فکری بالیدگی کا اہتمام کرنا۔

۷۔ معاشرے میں احترامِ انسانیت اور خدمتِ خلق کے جذبات کو پروان چڑھانا۔

۸۔ بنیادی اور ناگزیر فقہی مسائل سے آگاہی دینا۔

۹۔ محض مطالبۂ حق کی بجائے فرائض کی ادائیگی کے رجحان کو فروغ دینے کے لیے حقوق و فرائض کی تعلیم پر خصوصی توجہ دینا۔

۱۰۔ معاشرہ میں باہمی اخوت و بھائی چارہ کا فروغ کرنا۔

مراکزِ علم کے بنیادی خدّ و خال

۱۔ یہ ایک اکیڈمی/تربیت گاہ کی طرز کا عوامی (تعلیمی و فلاحی) مرکز ہے۔

۲۔ ان مراکزِ علم کے قیام کے لیے کسی ایک مخصوص جگہ پر قیام کی شرط نہیں لگائی گئی بلکہ تعلیمی اداروں، مساجد، مدارس، دفاتر اور گھروں میں جہاں بھی سازگار ماحول اور سہولیات میسر ہوں، قائم کیے جارہے ہیں۔

۳۔ ایک مرکز علم میں کم از کم 15 سے 20 افراد تعلیم حاصل کررہے ہیں۔

۴۔ مرکز کی طرف سے فراہم کردہ سلیبس ہی مرکزِ علم میں پڑھایا جاتا ہے۔

۵۔ مرکز علم میں تدریس ہفتہ وار 1 گھنٹہ ہوتی ہے۔

۶۔ اختتام پر شرکاء کو سرٹیفکیٹ جاری کیا جاتا ہے۔

۷۔ ہر مرکزِ علم پر تدریس کے فرائض مرکزی نظامت ای پی ڈی کی طرف سے تربیت یافتہ معلم ہی سرانجام دیتا ہے۔ منتظم اگر خود تدریس کے فرائض سرانجام دینے کی صلاحیت رکھتا ہو تو اس کی معلمین ٹریننگ ورکشاپ میں شرکت لازمی ہوتی ہے۔

۸۔ خواتین کے مراکز علم کا قیام، نگرانی، معلمات کی فراہمی اور معاونت منہاج القرآن ویمن لیگ کے ذمہ ہوتی ہے۔

۹۔ منتظم/معلم مرکز علم سلیبس میں دی گئی عملی ورکشاپ اور سرگرمیوں کے انعقاد کو یقینی بناتا ہے۔

نصاب کی تفصیل

- نصاب 6 ماہ پر مشتمل ہے۔ جس میں کل 24 لیکچرز ہیں۔ ایک لیکچر کا دورانیہ 1 گھنٹہ ہے اور ہر لیکچر میں تین مضمون رکھے گئے ہیں۔ ہر لیکچر کے آخر میں مرکز سے جاری کردہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا شارٹ ویڈیو کلپ چلایا جاتا ہے۔
- نصاب کے پہلے مرحلے میں 8 مضامین کا انتخاب کیا گیا ہے۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

1۔ تجوید و قراءت   2۔ ترجمہ و تفسیر

3۔ سیرت الرسول ﷺ   4۔ فقہ

5۔ آدابِ زندگی   6۔ افکار

7۔ شخصیت سازی   8۔ مواخات

منہاج 365 پر مرکز علم کی رجسٹریشن اور رپورٹنگ کا نظام

۱۔ تنظیمی عہدیدار، رفقاء و وابستگان اور عوام الناس میں سے کوئی بھی فرد مرکز علم قائم کر سکتا ہے۔

۲۔ مراکزِ علم کے قیام کا خواہش مند مرکز کی طرف سے جاری کردہ منہاج 365 ایپ میں رجسٹریشن کروائے گا۔

۳۔ منہاج 365 ایپ میں ''مرکز علم'' موڈیول میں اپنا مرکز علم رجسٹرڈ کرنا ہوگا۔

۴۔ رجسٹریشن کے بعد ''کلاس رپورٹ جمع کرائیں'' بٹن پر کلک کرکے مرکز علم کے شرکاء کی تفصیل شامل کرے گا۔

۵۔ مرکز علم کی حاضری رپورٹ جمع کروانے کے لیے باری باری تمام شرکاء کی تفصیلات شامل کی جائیں گی (ان تفصیلات میں تین بنیادی معلومات نام، ولدیت اور جنس ضروری جبکہ فون نمبر، ای میل اور تعلیم آپشنل ہیں)۔

۶۔ شرکاء کی تفصیلات شامل کرنے کے بعد ''کلاس حاضری لگائیں'' بٹن پر کلک کرکے سلیبس میں پڑھے گئے لیکچر کا انتخاب، مرکز علم کلاس میں پڑھے گئے درود پاک کی تعداد اور شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ کے کلپ کا عنوان درج کریں گے۔ اس کے نیچے شرکاء کے نام لسٹ کی صورت میں آرہے ہوں گے جن میں سے صرف غیر حاضر ہونے والے فرد کو کلک کرکے حاضری رپورٹ جمع کرا دی جائے گی۔

مراکزِ علم کے قیام میں نظامت ایجوکیشن اینڈ پروفیشنل ڈیولپمنٹ (ای پی ڈی) کا کردار

نظامت ایجوکیشن اینڈ پروفیشنل ڈویلپمنٹ نے روایتی تعلیمی اداروں کے ساتھ ساتھ فروغِ علم کے لیے غیر روایتی ذرائع کو بھی اپنایا ہے۔ اس کے لیے بنیادی دینی علوم وفنون پر مشتمل بیسیوں کورسز ترتیب دیے گئے جن میں سے قابلِ ذکر: ڈپلومہ ان قرآن سٹڈیز، عرفان القرآن کورس، عرفان الحدیث کورس، حفظ الحدیث کورس، فنِ خطابت و نقابت کورس، عریبک لینگویج کورس، سفر نور کورس (مضامین قرآن)، عرفان التجوید والقراءۃ اور اسلامک لرننگ کورس شامل ہیں۔

نظامت ایجوکیشن اینڈ پروفیشنل ڈیولپمنٹ (EPD) کو مراکز علم کے عظیم الشان پراجیکٹ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی ذمہ داری دی گئی ہے جو ملک بھر کی تنظیمات کے ساتھ مل کر اس پروگرام کو کامیاب بنانے کیلئے سرگرم عمل ہے۔

مراکز علم کی تنفیذ کے مراحل

۱۔ پہلے مرحلے میں ملک کے ستر سے زائد شہروں میں وزٹس اور تربیتی پروگرامز کے ذریعے ہزار ہا لوگوں کو اس پراجیکٹ کے تعارف اور تفصیلات سے آگاہ کیا گیا۔

۲۔ دوسرے مرحلے میں تنظیمی ڈھانچے کا قیام تقریباً ستر فیصد تک مکمل کر لیا گیا ہے۔ اس مرحلے میں نائب ناظمین اعلیٰ زونز، صدور فورمز اور تنظیمات کے ذریعے ناظمین مراکز علم کی تقرری کا عمل تیزی سے تکمیل پذیر ہے اور ان کے نوٹیفکیشنز جاری کیے جا رہے ہیں۔

۳۔ تیسرے مرحلے میں ملک بھر میں سیکڑوں کی تعداد میں مراکز علم کھلنے شروع ہو گئے ہیں علاوہ ازیں زون وائز/فورم وائز لانچنگ کا اہتمام بھی کیا جا رہا ہے۔

۴۔ چوتھے مرحلے میں نظامت ای پی ڈی کے جملہ نگران اپنے اپنے زونز میں وزٹس کر رہے ہیں اور مراکز علم کے قیام کو یقینی بنانے کے ساتھ ساتھ مراکز علم کے افتتاح بھی کر رہے ہیں۔

مراکزِ علم آن لائن اکیڈمی

ملک بھر کے معلمین مراکزِ علم کی تیاری اور سہولت کے پیشِ نظر نظامت ای پی ڈی نے پندرہ روزہ مراکز علم آن لائن اکیڈمی کا آغاز کیا ہے۔ جس کے تحت پندرہ دن تک معلمین کی رجسٹریشن کر کے معلمین کی ٹریننگ کے بعد انہیں سرٹیفیکیٹ جاری کیا جاتا ہے۔

ماحصل

آج کا دور بظاہر علم و معلومات کا دور کہلاتا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ معلومات کی فراوانی اور علم کی قلت کا زمانہ ہے۔ ہر شخص کے ہاتھ میں موبائل ہے، ہر موضوع پر مواد دستیاب ہے، مگر اس کے باوجود معاشرہ فکری انتشار، اخلاقی زوال، روحانی خلا اور عملی بے سمتی کا شکار ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ آج انسان کے پاس ڈیٹا تو ہے مگر دانش نہیں۔۔۔ خبر تو ہے مگر بصیرت نہیں۔۔۔ معلومات تو ہیں مگر رہنمائی نہیں۔۔۔

یہی وہ نکتہ ہے جہاں مراکزِ علم کی ناگزیریت پوری شدت کے ساتھ سامنے آتی ہے۔ مراکزِ علم محض چند لیکچرز یا نشستوں کا نام نہیں بلکہ یہ وہ فکری و روحانی تربیت گاہیں ہیں جہاں انسان کو صحیح سوچنا، درست سمجھنا اور متوازن عمل کرنا سکھایا جاتا ہے۔ یہ مراکز دلوں کو قرآن سے جوڑتے ہیں۔۔۔ ذہنوں کو سنت کی روشنی دیتے ہیں۔۔۔ اور کردار کو سیرتِ مصطفی ﷺ کے سانچے میں ڈھالتے ہیں۔

آج امت مسلمہ کو سب سے بڑا چیلنج جہالت نہیں بلکہ شعوری گمراہی ہے؛ ایسی گمراہی جو علم کے نام پر

پھیلتی ہے مگر علم کے مقاصد سے خالی ہوتی ہے۔ایسے میں مراکزِ علم وہ مضبوط قلعے ہیں جو نوجوان نسل کو فکری انتہا پسندی، دینی افراط و تفریط، اخلاقی بے راہ روی اور روحانی خشک سالی سے محفوظ رکھتے ہیں۔یہی مراکز گھروں کو تربیت گاہ۔۔۔ محلوں کو اصلاحی مراکز۔۔۔اور معاشرے کو مصطفوی کردار کا آئینہ بناتے ہیں۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے وقت کی اس سنگین ضرورت کو بروقت محسوس کیا اور 25 ہزار مراکزِ علم کے قیام کا اعلان کر کے قوم کو ایک واضح راستہ دکھا دیا۔یہ درحقیقت قوم کی فکری تعمیرِ نو کا منصوبہ ہے؛ ایسا منصوبہ جو فرد سے شروع ہو کر خاندان، معاشرے اور ریاست تک اثر انداز ہوتا ہے۔آج الحمدللہ ملک بھر میں سیکڑوں مراکزِ علم قائم ہو چکے ہیں اور مزید تیزی سے قائم ہو رہے ہیں۔ یہ ایک خاموش مگر طاقتور علمی انقلاب ہے جو گلیوں، محلوں، مساجد، گھروں اور تعلیمی اداروں سے اٹھ رہا ہے۔ مگر یہ سفر چند افراد کے بس کا نہیں، یہ پوری قوم کی شراکت کا متقاضی ہے۔

آیئے !آپ بھی اس کارِ خیر کا حصہ بنیے۔اگر آپ کے پاس:

- ایک کمرہ ہے تو وہ مرکزِ علم بن سکتا ہے۔
- چند افراد ہیں تو وہ علم کے قافلے میں بدل سکتے ہیں۔

یاد رکھیے !آج اگر ہم نے علم کو عام نہ کیا تو آنے والی نسلیں جہالت کی قیمت ادا کریں گی۔ہم سب مل کر شیخ الاسلام کے اس حیات آفریں مشن کا حصہ بنیں، اپنے اپنے علاقوں میں مراکزِ علم قائم کریں، علم کا چراغ جلائیں اور مصطفوی معاشرے کی تعمیر میں اپنا عملی کردار ادا کریں۔یہی وقت ہے، یہی ضرورت ہے، اور یہی ہماری ذمہ داری ہے۔

پرچم اٹھا کے جس نے احیائے دینِ حق کا عزم و یقیں کے موتی دامن میں بھر دیئے ہیں

مجدد رواں صدی شیخ الاسلام **ڈاکٹر محمد طاہر القادری**

کی تحریروں نے امت کے فکری جمود کو توڑ کر

اسے تحقیق و تدبر کی نئی راہ دکھائی۔

75 ویں سالگرہ کے موقع پر ہم آپ کی علمی و فکری شخصیت

اور جملہ خدمات کو **خراجِ تحسین** پیش کرتے ہیں۔

یارب! شیخ الاسلام کے علمی فیوضات سے دنیا کو منور رکھنا۔

ہم تجدیدِ عہد کرتے ہیں کہ آپ کی انقلابی فکر کو دنیا کے ہر گوشہ تک پہنچائیں گے۔

منہاج القرآن انٹرنیشنل آسٹریا

ہر لفظ میں پنہاں ہے صداقت کا سویرا — تحریر میں روشن ہے بصیرت کا سویرا
اے وارثِ اسلاف! ترے نقشِ قدم سے — آئے گا زمانے میں سعادت کا سویرا

جس کی نوکِ قلم سے قرآن کی حکمتیں اور جس کے لبوں سے عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی خوشبو پھوٹی ہے،

مجدد المئة الحاضرة

پیکرِ علم و حلم شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو

75 ویں سالگرہ

پر ہدیہِ تبریک پیش کرتے ہیں

شیخ الاسلام کی علمی فتوحات نے عالم اسلام کو فکری غلامی سے نجات دلائی ہے۔
عصری تقاضوں کے مطابق دین کی تعبیر و تشریح آپ کا وہ تاریخی کارنامہ ہے جو صدیوں یاد رکھا جائے گا۔
آپ کی زندگی جرأتِ اظہار اور فکری استقامت کا عظیم شاہکار ہے۔

یا اللہ! شیخ الاسلام کو دین کی مزید خدمت کے لیے توانائی اور استقامت عطا فرما۔ ہم عہد کرتے ہیں کہ آپ کے مشن کے اصولوں کو اپنی زندگی کا حصہ بنائیں گے اور رفاقت کا حق ادا کریں گے۔

منجانب: جملہ تنظیمات و فورمز

منہاج القرآن انٹرنیشنل نیدرلینڈز

مجدد المئة الحاضرة

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کو سالگرہ کے پرمسرت موقع پر ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں

منہاج القرآن انٹرنیشنل گلاسگو کی طرف سے 75 ویں سالگرہ کے موقع پر ایک نیا سینٹر آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں

منہاج القرآن انٹرنیشنل گلاسگو

تجھے معلوم ہے اے ہم نشیں وہ کون مصلح ہے؟
یہ طاہر قادری ہیں جن کے افکار و مواعظ سے
کہ جس کے فکر صالح سے دماغوں نے جلا پائی
دلِ مسلم میں پیدا ہو گیا احساس یکجائی

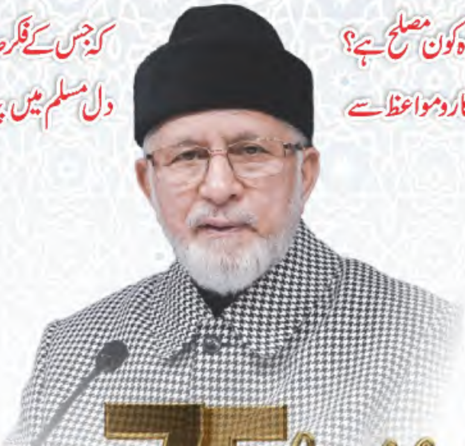

happy 75th birthday

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

آپ نے الحاد کی آندھیوں میں ایمان کے چراغ روشن رکھے اور نوجوان نسل کے فکری منتشر وجود کو یکجا کیا

650+ Branches

زیرِ سرپرستی منہاج ایجوکیشن سوسائٹی

منہاج گرائمر سکول

معیاری تعلیم اور کردار سازی کا ایک جدید اور منفرد تعلیمی نظام

فرنچائز آفر

+92 330 123 000 2

* کردار سازی پر مرکوز جدید تعلیمی نظام
* آکسفورڈ نصاب
* دینی و دنیاوی تعلیم پر مشتمل مربوط اسلامی نصاب
* سرگرمیوں پر مبنی موثر تدریسی طریقہ کار
* تخلیقی صلاحیتوں اور کردار سازی کی عملی سرگرمیاں
* شفاف اور مربوط مرکزی امتحانی نظام
* اساتذہ کی پیشہ ورانہ تربیت کے جامع پروگرامز
* والدین کی رہنمائی اور موثر مشاورتی نظام
* تعلیمی معیار کی بہتری کے لیے ماہانہ اسکول معائنہ
* اخلاقی اقدار کے ذریعے طلبہ کی ہمہ جہت تربیت
* سالانہ اسپورٹس گالا
* اسکالرشپ امتحان

MMS MPS MGS Laurel Publishers

Aghosh Complex, Civic Center, Township, Lahore. | https://minhajgrammarschool.pk/

خدائے لم یزل نے اس طرح ان کو نوازا ہے
کہ ہے منہاج قرآن مرکز عرفان و آگاہی
خدا محفوظ رکھے ان کو آفات و مصائب سے
یہ ہیں توحید کے قائل نبی اکرم کے شیدائی

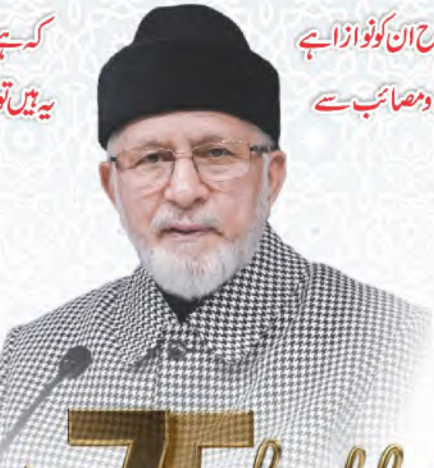

happy 75th birthday

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

آپ کی قیادت میں چلنے والی تحریک علم و شعور نے لاکھوں انسانوں کے باطن کو بدل کر رکھ دیا

LAUREL
HOME SCHOOLS

FRANCHISE
OPPORTUNITY
+92 330 123 000 2

- Modern education with a focus on character building
- Oxford syllabus
- Integrated Islamic curriculum
- Activity based Learning
- Creative and Character building exercises
- Centralized examination system
- Teacher Training programes
- Parent and student counseling

fb.com/lhischools/ www.lhs.edu.pk Aghosh Complex, Civic Center, Township, Lahore.

دانش کدہِ علم کے تم ہو میرِ کارواں
تحقیق کی دنیا میں اجالا ہے تمہارا
تم سے ہے فروزاں یہ زمین اور یہ آسماں
ہر سمت ہے پھیلا ہوا فیضانِ بے کراں
علم و عمل کے اس لازوال سنگم اور فکر اسلامی کے جرأت مندانہ عنوان
مجدد العصر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کو
75 ویں سالگرہ مبارک
آپ کی فکر نے عصرِ حاضر کے تپتے ہوئے صحرا میں علم و عرفان کی ٹھنڈی چھاؤں فراہم کی۔ آپ کی شخصیت میں اسلاف کا تقویٰ اور اسلام کو درپیش جدید چیلنجز سے نبرد آزما ہونے کے لئے درکار بصیرت یکجا ہے
علامہ ریاض احمد قادری
علامہ حافظ بشیر احمد
علامہ قاری صادق طاہر
علامہ قاری غلام رسول
ڈاکٹر قمر الازہری
علامہ سعید الحسن قادری
علامہ وحید اقبال
علامہ محمد شریف کمالوی
علامہ افضال احمد قادری
علامہ شہاب احمد
علامہ شہباز احمد
علامہ صغیر احمد
علامہ اویس منصف
علامہ قاسم احمد
منہاج اسکالر فورم نارتھ امریکہ

Monthly MINHAJ-UL-QURAN LAHORE Feb-2026

Regd CPL No.41

منہاج القرآن انٹرنیشنل کے زیرِ اہتمام

33واں سالانہ
شہرِ اعتکاف
2026

تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب، فہمِ دین، اِصلاحِ اَحوال، تہذیبِ اَخلاق اور روحانی تربیت و ترقی کا مرکز

شہرِ اعتکاف میں علمی و روحانی خطابات کی سیریز

انسان میں انسانیت کیسے پلٹائی جائے؟

- اصلاحِ فکر و عمل اور خود احتسابی کا ایک نادر و منفرد موقع
- شیخ الاسلام کی بابرکت سنگت وصحبت میں اس روحانی خلوت کے سفر میں شریک ہوں۔
- رجسٹریشن کے لیے تحریکِ منہاج القرآن کی مقامی تنظیم سے رابطہ کریں۔

خصوصی خطابات

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

Will be Live on YouTube /DrQadri

TahirulQadri